شیخ محقق حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدّث دہلوی کی شہرہ آفاق تصنیف

جذب القلوب الی دیار المحبوب

کا مستند و مکمل ترین اردو ترجمہ

تاریخِ مدینہ

مترجم

حضرت علامہ مولانا محمّد صادق نقشبندی مدّظلہ

ناشِر

نوری کتب خانہ لاہور

بفیضانِ کرم
قدس سرہٗ
الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی
قادری نوری

تقسیم کار

نیو نوری کتب خانہ بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور
نیو نوری بک ڈپو دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
مکتبہ رحمانیہ اقراْ سنٹر' اردو بازار لاہور
ضیاء القرآن پبلی کیشنز اردو بازار کراچی
مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

مختصر حالاتِ زندگی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ مصنف کتاب ہذا

شیخ وقت و مقتدائے زمان حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ محرم ۹۵۸ھ کو دہلی میں حضرت شیخ سیف الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ والد نے دُور بین نظر و نور معرفت سے پہچان لیا کہ لختِ جگر وارث ورثہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہو گا۔ چنانچہ ابتداءً تعلیم حفظ القرآن دلا کہ علوم دین کی ہدایت فرمائی ساتھ ہی ساتھ اپنے فیض باطنی کی تعلیم بھی جاری رکھی گویا بچپن سے ہی مسائل تصوف و مسئلہ وحدۃ الوجود وغیرہ کی تعلیم شروع کرا دی تانکہ عالمِ شباب میں مقصد عرفان کی ناکامی نہ ہو اور حوادث بے ذوقی کی نامراد زحمت حملہ نہ کر سکے اور نوجوان ہو کر بھی لختِ جگر حقیقی معنوں میں اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کا آئینہ دار ہو سکے۔ نیز فرامین نبوی جس طرح اس معصوم دل پہ ظاہراً اثر انداز ہوں۔ اسی طرح باطناً بھی جلوہ گر ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ صاحب کمال اولیاء کرام کی صحبت مبارک سے فیوض حاصل کرتے رہے۔ خاصکہ آپ کو شرف رشد و غلامی حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ قادری ملتانی کا حاصل ہے۔ گو دوسرے حضرات سے بھی فیض پایا ہے مگر بفرمان شیخ حضرت مذکور القدر پیشوائے اصل ہیں۔

بائیس برس کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلی و نقلی میں ایسا کمال حاصل کیا کہ آج دنیا جس کی داد دے رہی ہے کوئی ایسا علم نہیں جس پہ عبور نہ ہو خصوصاً علم تفسیر۔ حدیث فقہ۔ اصول۔ معانی۔ صرف نحو۔ منطق۔ فلسفہ۔ عقائد۔ تصوف۔ تجوید۔ تاریخ۔ سیر و تذکرہ غرضیکہ جامع علوم و فنون ہوئے۔ عنفوانِ جوانی میں جذبہ شوق محبتِ الٰہی نے ترک وطن پہ مجبور کیا فوراً ترک کر کے متوجہ حرمین شریفین ہوئے۔ کافی عرصہ وہاں قیام فرمایا اقطابِ عالم و اولیائے کرام کی صحبتیں حاصل کی گئیں۔ مسندِ رشد و ارشاد خلافت حاصل

کیا۔ تکمیل علم حدیث بھی کی، پھر وطن مالوف کو لوٹے۔ باون سال تک نہایت ہی طمانیت خاطر سے فرزندانِ توحید و طالبانِ راہ سلوک کی رہنمائی کی اور ملک ہندوستان کو فیض علم حدیث سے منور فرمایا۔ تدریس میں طریق علما متقدمین و متصوفین کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ علوم دین میں تقریبًا یکصد کتابیں تصنیف فرمائیں جو قبولِ عالم ہوئیں۔ علم حدیث میں بھی کتب معتبرہ تصنیف کی ہیں جن کو علمائے دین نے نہایت ہی قدر سے نگاہ سے دیکھا ہے اور صدق دل سے اپنا دستور العمل بنایا۔ آپ کی تصانیف میں سے کتاب جذبُ القلوب بھی ایک مکمل مدلّل مقبول و محمود علم تاریخ میں نہایت ہی عمدہ کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ اب آپ کے سامنے ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف مدینہ طیبہ کی تاریخی حیثیت بیان کی گئی ہے بلکہ اس کا شرف دینی و مقام یقینی کا بھی بیان واضح ہے۔ اس کتاب میں شانِ گنبدِ خضرا صلوٰۃ اللہ علیہ کا شرف و رفعت شانی و برتری از عرش عُلیٰ کا مسئلہ بھی ہے۔ مسئلہ حیات انبیاء علیہ السلام کو اس کتاب میں اس شان سے بیان کیا گیا ہے کہ بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

تاریخ ولادت شیخ رحمۃ اللہ علیہ — "شیخ اولیاء"
۹۵۸ھ

تاریخ وفات شیخ رحمۃ اللہ علیہ — "فخرُ العالم" ہے فقط
۱۰۵۲ھ

دیباچہ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

-o-

امّا بعد فقیر محمدؐ صادق قارئین کتاب ہذا مسمّٰی بہ "محبوب القلوب ترجمہ جذبُ القلوب" کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ فدوی کو عرصہ سے حسرت تھی کہ کتب فارسیہ مصنفہ محقق برحق حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اپنی قومی زبان اُردو میں کرکے عزیزانِ قوم کی خدمت میں پیش کرے جس سے نہ صرف مصنّف علیہ الرحمۃ کی غرض تصنیف حقیقی معنوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچے بلکہ زبان فارسی سے نابلد احباب و بزرگان کے سامنے تاجدار انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے محبوب بلد مبارک شان جو زبان درافشاں سیّدالانس والجانّ حبیب الرحمٰن سلام اللہ علیہ سے ارشاد ہوئی ہے۔ برادران ملک و ملّت پر عیاں و بیان ہو اور جس کا مطالعہ ہمیں ذکرِ حبیب کے بلدِ محبوب سے شناسا کرے۔ چنانچہ توکلاً علی اللہ کتاب مذکور کو لباس اردو پہنانا شروع کردیا مگر عدیم الفرصتی و کثرتِ مشاغل دنیاوی و مصائب پیدا کردہ اعدائی نے اتنا پریشان کیا کہ میری وہ حسرت صرف درجہ تخیّل تک ہی محدود رہی بشوق نے گو بے چین رکھا مگر مجبوریات کی ان فولادی کڑیوں نے مجھے اس دھن کو مکمل کرنے کی ہمّت نہ دی۔ کافی عرصہ تک میرا فرض معرض التوا میں رہا۔ جب غور کیا کہ ان بندشوں سے تو زندگی بھر بھی فرصت ناممکن ہے اور اگر اس چار روزہ زندگی میں ثمرۂ آخرت کا اگر خیال ہے تو کام شروع کر اتمام کی تائید خود مؤید حقیقی فرمائیگا۔ کچھ نہ کچھ کج مج الفاظ میں ترجمہ شروع کر تو دیا مگر اختتام بہت دُور نظر آرہا تھا گویا میری مجبوریات

میرے کام کی تکمیل میں دخیل تھیں۔ آخر قسمت نے یاوری کی فقیر کو شرف زیارت و حکم حاضری درگاہ سلطان العارفین حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حاصل ہوا۔ بعد فراغت بوقت مراجعت آستانہ عالیہ کے کتب خانہ عالیہ نوریہ میں بغرض خرید چند ایک رسائل دینیہ گیا تو زیارت فیض بشارت حضرت سید محمد حسن صاحب گیلانی مدظلہ العالی ہوئی۔ صاحب موصوف نے اثناء گفتگو فرمایا کہ مجھے خیال تصانیف حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف عالیہ کو من حیث التصنیف طبع کرا دینا چنداں مفید اور تکمیل خیال مصنف نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس دور قحط علم و عمل میں سوائے علمائے وقت و طلبائے مدارس عربیہ کے عوام میں شعور و ذوق علم فارسی و عربی عنقا ہے۔ اگر آپ بجائے اصل مسودہ کے ان کتب کے تراجم شائع فرمائیں تو غرض مصنف علیہ الرحمۃ بھی پوری ہو جائے گی اور اشاعت بھی صاحب موصوف نے فرمایا کہ ہمیں مترجم ایسا مل نہیں رہا۔ خیال سے تو اتفاق ہے مگر مجبوری مترجم کی عدم دستیابی کی ہے۔ اب فقیر کا پرانا جذبہ رنگ اقرار میں ظاہر ہوا۔ میری ضمیر مجھے ملامت کر رہی تھی۔ میری عقیدت نے میری زبان پر یہ الفاظ جاری کرائے کہ یہ ذمہ میں لینے کو تیار رہوں۔ ادھر صاحب موصوف نے فرمایا طباعت و اشاعت ہمارے ذمہ ہوئی۔ بس قرار داد ہو گئی۔ میرا وعدہ پندرہ روز تک کتاب ہذا کا ترجمہ پیش کرنے کا تھا مگر گوناگوں مشکلات و مصائب نے مجھے ایفاء عہد سے باز رکھا مگر بعد مرور میعاد مذکور کے محترم مذکور نے کئی ایک بار وعدہ خلافی یاد دلائی۔ ہزاروں حیل سے درگزر کرتا چلا گیا۔ مگر آخر بار بار کی تاکید اور پھر ایک بزرگ دین سے عدم ایفاء عہد کی شرمندگی نے اس ترجمہ کی تکمیل پر مجبور کر ہی دیا۔ اب ترجمہ بعون اللہ ختم ہے اور ساتھ ہی مصنف علیہ الرحمۃ کی دیگر کتب مثلاً "مدارج النبوۃ شریف" رسالہ فیصلہ سماع "ترجمہ فتوح الغیب و چند ایک دیگر کتب فارسیہ دینیہ کا ترجمہ بھی شروع ہو گیا۔ اب صرف مدارج النبوۃ شریف اور فتوح الغیب کے تراجم کی تکمیل میرے ذمہ ہے جو انشاء اللہ العزیز جلدی اختتام پذیر ہو گی۔ کتاب ہذا اگرچہ بلحاظ حجم ۲۹۸ صفحات پر مشتمل ہے جو ضخیم کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی مگر مضامین و مسائل کے لحاظ سے نادر الوجود و فقید المثال ہے۔ آپ کو

کو اس کتاب کا مطالعہ بڑی بڑی دینی کتب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گا۔
حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے دریا در کوزہ کے مصداق اس کتاب کو تحریر فرمایا ہے۔
بظاہر یہ ایک تاریخ کی کتاب ہے مگر حقیقت کو اس کو عقائد تاریخ وجد و ذوق قرآن و حدیث، کا تلخیص کہنا موزوں ہے۔ جو مسائل متداول کتب میں کافی مشکل سے حل ہوتے ہیں اس میں نہایت ہی سلیس سادہ اور فہم زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ گویا اس کتاب کی سرزمین پاکستان میں اشد ضروری تھی جو ترجمہ سے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔
میں جناب سیّد محمد حسن شاہ صاحب گیلانی کا مشکور ہوں جنہوں نے میرے خفتہ اور دیرینہ جذبات کو حیات بخشی اور میرے ایک فراموش شدہ فرض کو اتمام اور تکمیل کی ہدایت کی۔ آخر میں قارئین کتاب ہذا سے عرض کرونگا کہ اگر ترجمہ میں کسی جگہ غلطی یا نقصان دیکھیں تو فقیر کو اس پر اطلاع بخشیں تاکہ صحیح ہو سکے۔
اگر قارئین کتاب ہذا کو اس کتاب سے ذوقِ قلبی حاصل ہو جائے تو میں اپنی محنت کو کامیاب سمجھوں گا۔
اللہ تعالیٰ میری اس مختصر محنت کو بطفیل حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منظور و مقبول فرمائے اور میرے لئے باعثِ نجات اُخروی بنائے۔ آمین!

ع
ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَوْلَادِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَعُلَمَاءِ شَرِیْعَتِہٖ وَصُلَحَاءِ دِیْنِہٖ اٰمِیْن اٰمِیْن بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن۔

فقیر محمد صادق
عفی عنہٗ
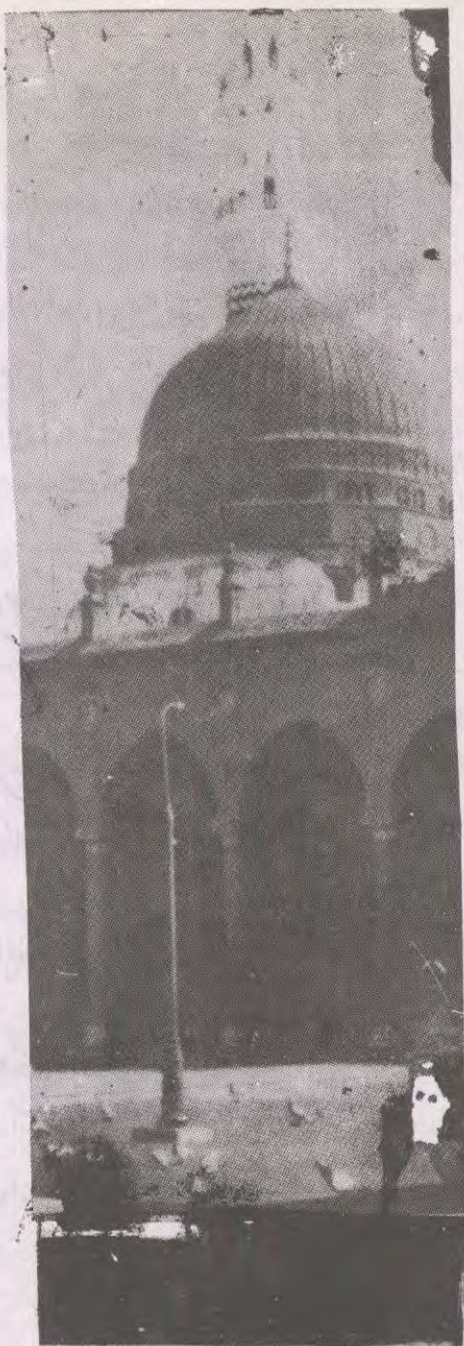
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعد حمد و صلوٰۃ کے فقیر حقیر نحیف اضعف عباد اللہ القوی الباری عبد الحق بن سیف الدین ترک دہلوی بخاری کہتا ہے کہ ہر زمانے میں علماء سیر و تاریخ نے اس مبارک شہر "مدینہ طیبہ" کی بابت کئی کتابیں اور دفاتر لکھے ہیں ان تمام میں مؤلفات سید عالم کامل احد العلماء اعلام عالم مدینہ خیر الانام نور الدین علی بن سید شریف عفیف الدین عبد اللہ بن احمد الحسینی السمہودی مدنی رحمۃ اللہ الابرار و اسکنہ دار القرار متوفی روز خمیس ماہ ذی القعدہ ۹۱۱ ھ مدفون قریب قبر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، کے مشہور ترین اور عمدۃ ترین تاریخ ہے۔ پہلی کتاب "وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ" ہے کہ جس کو ایک دوسری کتاب مسمّٰی "اقتفاء الوفا" کے تمام کرنے سے قبل ۸۸۶ ھ میں مختصر اور جمع کیا تھا اور اصل کتاب ایک دشمن کے قبضہ سے جو مسجد شریف کی آتش زدگی میں جل گئی تھی اور اس کا معمولی حصّہ سلامت رہا تھا۔ یہ کتاب "وفاء الوفاء" مدینہ طیبہ کے احوال پر نافع و شامل ہے بلکہ تمام وقائع و حوادثات کہ اس سے واقع ہوئے۔ احادیث و آثار جو اس کی بابت وارد ہوئے ہیں متعدد روایات اور اختلافات اقوال اس میں مذکور ہیں، کتاب "وفاء الوفاء" کے بعد مصنف نے ۸۹۳ ھ میں ایک اور مختصر کتاب مسمّٰی بہ "خلاصۃ الوفاء باخبار المصطفےٰ" تصنیف کی جو نہایت منقح و مہذّب ہے۔ اس زمانہ میں یہی خلاصۃ بین الانام مشہور و متداول و منظور ہے۔ کاتبِ حروف نے اکثر مقامات پر کتاب "وفاء الوفا" کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اتفاقاً بعض روائیت میں کتاب خلاصہ کے اختلاف ظاہر بھی ہو تو بعید نہ سمجھا جائے۔ سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور رسالہ بطورِ خاص قصّہ آتش زدگی اور انہدام مسجد شریف اور لوگوں کی تاخیر تجدید و تعمیر پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں مسئلہ حیات انبیاء کو تفصیل و تحقیق سے بیان کیا گیا ہے۔

ہم نے بھی اس رسالہ میں مناسب مقام پر ذکر کیا ہے۔ اگر بعض کتب تواریخ سے بھی کچھ نقل کر لیا ہوگا تو بے ذکر ماخذ نہ ہوگا۔ الاّ ماشاء اللہ!

ابتداء مسوّدہ کتاب ہذا بلدہ مبارکہ مدینہ طیبہ میں ۹۹۸ھ میں ہوئی ہے اور صاف کرنے کی توفیق ۱۰۰۱ھ دہلی میں ہوئی۔ واللہ الموفق للعباد وہذا الاستغاثہ فی المبدؤ والمعاد حق اس کتاب مسمّٰی جذب القلوب الی دیار المحبوب سترہ بابوں پر مشتمل ہے۔

فہرست مضامین

ابواب	کیفیّت
دسواں باب	بعض آثار معتبرکہ کے ذِکر میں جو حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف سے مشہور ہیں۔
گیارہواں باب	ان بعض مقامات شریفہ کا ذِکر جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہیں۔
بارہواں باب	فضائل مقبرہ شریف بقیع اور اس کے قبروں کے ذکر میں۔
تیرہواں باب	فضائل جبل احد اور اس کے شہداء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذِکر میں۔
چودہواں باب	فضائل زیارت حضرت سیدالانام اور ثبوت حیاتِ انبیاء علیہم السلام میں۔
پندرہواں باب	در بیان حکم زیارت قبر شریف وجوباً مستحباً و بیان توسّل و طلب اِمداد۔
سولھواں باب	آداب زیارت حضرت سیدالانام اور عالیمقام میں رہائش در جوع بوطن بالخیر۔
سترہواں باب	ذکر فضائل آداب صلوٰۃ سید کائنات و افضل الصلوٰۃ اور جو کچھ بھی اس کی بابت متعلق ہے۔

باب اوّل

ذِکرِ مدینہ منوّرہ و القاب مُبارکہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً

معلوم ہو کہ کثرت اسما دلیل شرف و عظمت مسمیٰ پہ دلیل ہے، جس طرح کثرت اسماء الٰہی اور القاب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اس پہ دلیل ہے خاص کر جب ہر نام مشتق و مشعر اچھے اور شریف ماٰخذ عظیم صفت سے ہو دنیا میں سوائے مدینہ طیبّہ کے ایسا کوئی ایک شہر نہیں ہے جس کے اتنے کثرت کے نام ہوں جتنے مدینہ منوّرہ کے ہیں بعض علماء نے اس کے استقصاء اور استقراء میں کوشش کی ہے اور قریباً یکصد اور بعض نے اس سے کم و بیش نام چنے ہیں اور اس کتاب میں صرف ان ناموں کا ذکر ہوگا جو اس کے شرف اور کرامت پہ دلالت کرتے ہیں۔ اب ہم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ان اسماء مدینہ طیبہ کو شروع کرتے ہیں جو محبوب خدا سیّدِ کائنات اور منسوص حدیث کرامت آیات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہیں۔

۱۔ **طابہ** : ایک طابہ ہے بہ تخفیف یای موحدہ

۲۔ **طیبہ** : سکون یائے تحتانیہ

۳۔ **طیبّہ** : بہ تشدید

۴۔ **طائبہ** :

اور وہ تمام مشتقات جو اس مادہ کے ہیں اگرچہ تعظیم ادب مقتضی توقف و تخصص کا ہے لیکن شاید کہ اس مقام پہ دعوی وجود جواز توسیع تعمیم کی گنجائش کی دلالت کا ہو یعنی جتنے نام حضور علیہ السّلام سے مروی ہیں اتنے ہی لینے چاہئیں مگر شاید اس مقام پہ دعوے پائے جانا کے باعث دلالت کا جواز توسیع پہ گنجائش رکھتا ہو۔ واللہ اعلم۔

ان ناموں کا اطلاق مدینہ منوّرہ پر کئی سبب سے ہے

پہلا اطلاق اس نام کا نجاستِ شرک سے پاک ہونے کے باعث ہے۔

دوسرا وہاں کی ہوا سلیم طبائع سے موافقت رکھتی ہے۔
تیسرا وہاں کی ہوا پاک خوشبودار بلکہ ہر امور طیّب ہیں۔
چوتھا کہتے ہیں کہ باشندگان مدینہ منوّرہ بقعہ شریفہ، تربت شریفہ کے در و دیوار سے ایسی خوشبو حاصل کرتے ہیں کہ ایسا ذوق کسی دوسری اشیاء میں نہیں پایا جاسکتا۔ شاید کچھ تھوڑی سی خوشبو بعض محبّان صادق غریب الوطن احباب نے بھی سونگھی ہو۔ ابی عبداللہ عطار فرماتے ہیں

بِطِیْبِ رَسُوْلِ اللہِ طَابَ نَسِیْمُھَا　　　　اَلْمُشْکُ وَالْکَافُوْرُ وَالصَّنْدَلُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشبو سے مس ہوکر ہوا ایسی خوشبودار بن گئی کہ مشک کافور اور صندل کو بھی مات کر گئی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ جو علماء اور صاحب وجد میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ مدینہ کی مٹی میں ایسی خاص خوشبو ہے جو کسی مشک عنبر سے حاصل نہیں ہوسکتی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بڑی عجب بات ہے اور حقیقت میں یہ تعجّب خیز نہیں کہ جس جگہ نے انفاس حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خوشبو حاصل کی ہو اس کے مقابلہ میں مشکِ عنبر کی حقیقت ہی کیا ہے۔

دراں زمین کہ نسیمے ورو رطرہ دوست　　　　چہ جائے دم زدن نافہائے تاتاریست

نیز اس جگہ کی تمام خوشبودار چیزوں کی خوشبو ایسی مخصوص ہے کہ کسی مکان کی چیزوں میں ایسی خوشبو نہیں پائی جاتی خصوصاً گلاب حضور سرور کائنات فخر موجودات کی نسبت بطور خاص مشہور ہے۔

زنسیم جان فزایت تن مردہ زندہ گردد　　　　کدام باغے اے گل کہ چنیں خوشبوئیت

اور حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُسَمِّیَ الْمَدِیْنَۃَ طَابَہ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مدینہ منوّرہ کا نام طابہ رکھوں۔

وہب بن مندہ سے منقول ہے کہ مدینہ منوّرہ کا نام توراۃ میں طابہ، طیبہ۔ اور طیبہ مذکور ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ جو شخص مدینہ منوّرہ کی زمین کو بے خوشبو کی نسبت کرے اور اس کی ہوا کو ناخوش کہے وہ واجب التعزیر ہے اس کو قید رکھنا چاہیئے اور جب تک خلوص سے توبہ نہ کرے رہا نہ کرنا چاہیئے۔

نبوّت کے زمان سعادت نشان سے پہلے مدینہ کو یثرب اور اثرب بروزن مسجد کہتے تھے

رسولِ اکرم علیہ افضل الصلوٰۃ والکملہا نے مطابق امرالٰہی عزّ اسمہٗ اس کا نام طابہ اور طیبہ رکھا بعض کہتے ہیں کہ یثرب نوح علیہ السّلام کی اولاد میں سے کسی کا نام ہے جب اس کی اولاد زیادہ ہوئی وہ یہیں آکر مقیم ہوا۔

اور علمائے تاریخ میں اس بات کا اختلاف ہے کہ یثرب مدینہ منورّہ کا نام مبارک ہے یا اس بستی کا جو جبل اُحد کے مغرب میں واقع ہے جس میں چشمے کھجوروں کے درخت کثرت سے ہیں اکثر علماء اس کو ترجیح دیتے ہیں اور صیغہ اثارب بصیغہ جمع اس کا مؤید ہے ابن زبالہ جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں اور مدینہ طیبّہ کے پیشوا ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورّہ کو یثرب نہ کہا جائے۔ تاریخ بخاری کی ایک روایت اس ضمن میں مروی ہے کہ جو شخص ایک بار یثرب کہے اس کو چاہیئے کہ دس بار مدینہ کہے۔ امام احمد البوالعلی روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مدینہ کو یثرب کہے اس کو چاہیئے کہ استغفار کرے اس کا نام طابہ ہے اسی طرح اور اس کے مثل اور روایت بھی آئی ہیں اس نام کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ثرب سے مشتق ہے جس کے معنے فساد کے ہیں یا تثریب سے مشتق ہے جس کے معنے مؤاخذہ وعقاب کے آئے ہیں یا یہ کہ دراصل ایک کافر کے نام کی طرح ہے پس ایسے پاک مکان کو جو مشترک ہو موسوم کرنا مناسب نہیں ہے اور قرآن پاک میں واقع ہوا ہے (یَا اَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ) یہ جملہ منافقوں کی زبان ہے جو اس نام کو موسوم بوجہ نفاق کرتے تھے اور بعض احادیث میں مدینہ کو یثرب کہا گیا ہے علماء کہتے ہیں کہ یہ نام نہی سے قبل استعمال کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

اس بلدہ شریفہ کے جملہ اسماء مبارکہ میں سے ارض اللہ وارض الہجرۃ بھی ہے جیسے اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا یعنی کیا اللہ تعالیٰ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم وطن چھوڑ جاؤ وہاں سے یہ آیت شریفہ ان دونوں کی مؤید ہے اور ان دونوں ناموں کے احترام کو ظاہر کرتی ہے۔

اکالۃ البلدان واکالۃ القریٰ بھی نام مدینہ طیبہ ہے جو بوجہ تسلّط تمام بلاد و جمیع امور سے مشہور ہے بعض علماء نے ان کا معنیٰ بوجہ غلبہ فضل و عظمت رتبہ محل کیا ہے یعنی مدینہ مبارک کے فضائل عظمت برابر جاری وساری ہیں جس طرح مکہ مکرّمہ کو ام القریٰ بوجہ عرافت اصالت ونسبت تمام بلدان کے کہا گیا ہے اور (اکالۃ القریٰ) نسبت مفہوم ام القریٰ

احمل اور زیادہ بلیغ ہے اس لئے کہ ماں ہونا دوسرے کو مٹانے اور محو کرنے کو نہیں چاہتا بخلاف اکل کے کہ وہ دوسرے کو محو اور مٹانے کو چاہتا ہے اس مکان عظیم الشان کے ناموں میں سے ایک نام ایمان ہے اور آیت شریفہ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ (جو اس گھر سے ایمان حاصل کر رہے ہیں) جو شان انصار اور اس شہر کے محبّوں میں نازل ہوئی ہے اور اس وجہ سے بھی اس کو ایمان کہنا لائق ہے کہ مرجع و منبع ایمان ہے یہیں سے ایمان ظاہر ہوا اور یہیں کو لوٹے گا۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ فرشتہ ایمان جو اہل یقین کے دلوں پہ الہام اور القا کرتا ہے اور فرشتہ حیا نے عہد کیا ہے کہ مدینہ میں رہیں اور مدینہ سے کبھی باہر نہ جائیں یہ دونوں صفتیں مدینہ میں جمع ہیں اور لازم ملزوم ہیں (اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ)۔ بَرَّۃ و بَارَّۃ بَرَّہ و بَارَہ برکت اور بہتری کے معنے پہ دلالت کرتے ہیں اور اس بلدہ شریفہ کے اسماء شریفہ میں سے جو لفظ بہترین پہ دلالت کرتا ہے کو بھی ظاہر کرتے ہیں کیونکہ مدینہ طیبہ بھلائی بہتری کا منبع اور برکت کا معدن ہے اور اس شہر مبارک کے ناموں سے ایک نام بَلَد بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (یعنی میں اسم شہر کی قسم کھاتا ہوں) فرمایا کہ اس کی قسم کھائی بعض مفسّرین اس سے مراد مدینہ طیبہ لیتے ہیں کیونکہ یہ شہر مبارک نزول اور حلول سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیات و ممات سے مشرف ہوا ہے اور تشریف آوری سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ملبوس ہوا ہے اکثر علماء اس سے مراد مکّہ معظمہ لیتے ہیں اور اس سورت کا مکّہ میں نازل ہونا قولِ ثانی کی ترجیح کو ظاہر کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بیت رسول اللہ بھی اس شہر مبارک کے مکرم القابات میں سے ہے اور اس نام سے ملقب ہونے کی وجہ خود اس سے ہی ظاہر ہے کہ جس طرح ہم مکّہ معظمہ کو بیت اللہ کہتے ہیں اسی طرح بعینہٖ اس مبارک شہر کو بیت رسول اللہ کہنا زیادہ مبارک ہے۔

زہے سعادت آں بندہ کہ کرد نزول — گہے بہ بیتِ خدا و گہے بہ بیتِ رسول

(ترجمہ) اس بندے کی کیسی خوش قسمتی ہے کہ کبھی وہ خدا کے گھر اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر میں آتا جاتا ہے۔

جَابِرَۃ وجَبَّارَۃ بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسمائے شریفہ میں سے ہیں اور حدیث شریف میں ہے لِلْمَدِیْنَةِ عَشْرَةُ اَسْمَاءٍ یعنی کے دس نام ہیں تبعدد روایات جابرہ اور جبارہ الخ نامِ موت

میں سے پہلے دو ناموں پر دلالت کرتے ہیں اور جبارہ کے متعلق صاحب کتاب "المنواحی" تورات نقل کر کے کہتے ہیں کہ اگر جبر کے معنے پورا کرنے کے لیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ غربا اور فقراء اور شکستہ دلوں کو جس چیز میں نقصان اور کمی واقع ہو یہاں وہ نقصان ختم ہو جاتا ہے اور اس کی تلافی یہاں ہوتی ہے اور اگر جبر کے معنے مرادف قہر کے لیں تو بھی ظاہر ہے یہاں دنیا کے مغروروں اور گردن فرازوں کی گردنیں ٹوٹتی ہیں جو مجبور و مقہور ہو کر اسلام کی تابعداری کو قبول کرتے ہیں۔

مجبورہ بھی اس کے اسماء شریفہ میں سے ایک اسم مبارک ہے کیونکہ یہ شہر اللہ تعالیٰ کے حکم اور سکونت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بحالت حیات و انتقال مجبور کیا گیا ہے۔

جزیرۃ العرب بھی بقول بعض محدثین اور بتائید حدیث اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ (یعنی مشرکوں کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو) بھی اس شہر مکرم کے اسماء مبارکہ میں سے ایک اسم ہے اگرچہ علماء اس نام کو تمام ارض حجاز کے لئے مؤل کرتے ہیں۔

محبّہ و حبیبہ اور **محبوبہ** بھی اس کے مخصوص اور مرغوب ناموں میں سے ہیں اور حدیث اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَحُبِّنَا مَکَّۃَ (اے اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ڈال دے جیسا کہ ہم مکہ کو محبوب جانتے ہیں) اس کی مؤکد ہے۔

حرم و حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اضافت بھی اس شہر مبارک کے مکرم القابات میں سے ہے مسلم شریف کی حدیث میں آیا ہے اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ (مدینہ حرم ہے) حدیث طبرانی میں ہے حَرَمُ اِبْرَاھِیْمَ مَکَّۃُ وَحَرَمِیَ الْمَدِیْنَۃُ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حرم مکہ ہے اور میرا حرم مدینہ طیبہ ہے۔ حدود حرم مدینہ کی تعیین اور اثبات احکام حرمت حرم میں علماء کا اختلاف مشہور ہے جس کے متعلق ہم اسے اپنے مقام پر ذکر کریں گے اور ہو سکتا ہے کہ کسی اور مناسب مقام میں اس کا ذکر آ جائے۔

حَسَنَۃُ بھی اسماء شریفہ سے ایک اسم ہے کہ حسن حسی بسبب اشتمال کثرت باغات اور کثرت چشموں پر دلالت کرتا ہے اور وسعت فضا کثرت قبوں، عمارتوں، بلند پہاڑوں کی وجہ سے بھی حسین ہے احاطہ نور و رونق حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اماکن ونواہی برائے زیارت بقعہ منورہ کے بھی حسین ہے اور معنی یہ نسبت تشریف حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جو شاہد و مشہود

حق مقصد اور مقصود تمام ابرار کے ہیں اور بوجہ موجودگی و حضوری آل واصحاب و جمیع اتباع حضرت علیہ السّلام وسلام کے جامع جمیع برکات و کرامات ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) عَرَفَ مَنْ ذَاقَ وَ وَجَدَ مَنْ عَرَفَ (یعنی جس نے ذوق رکھا اس نے عرفان حاصل کیا جس نے عرفان حاصل کیا وہ وجد میں آیا۔

ذوق این مے نشناسی بخدا تانہ چشی

(یعنی تجھے اس شراب کا ذوق اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک تو نہ چکھے) خدا کی قسم لذات باطنیہ کو ثمرہ اعتقاد تو درکنار اصل حسن وزیبائی جتنی اس شہر مبارک کو ہے اتنی کسی روئے زمین کے شہروں کو نصیب نہیں ہوئی بلکہ سننے میں بھی نہیں آئی۔ ہاں بعض مقامات پہ اس نور مبارک کی شمع کی جھلک دکھائی دیتی ہے جو اس بلدہ شریفہ کے برکات کا اثر ہے جیسے دہلی وغیرہ میں کیونکہ وہاں اس درگاہ کے خادموں اور خاکساروں کی مرقد ہیں اور آپ کے بعض غلام وہاں سوتے ہیں۔

ہر کجا نور یست تاباں با کمال ظاہر ست اصل آں از آفتاب این جمال

ترجمہ: جس جگہ بھی کوئی نور اپنی کمال تابانی دکھاتا ہے ظاہر ہے کہ اسی آفتاب کے جمال کی جھلک ہے۔

خیّرہ بہ تشدید اور **خیرہ** بہ تخفیف بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسماء مبارکہ میں سے ہیں کیونکہ یہ بلدہ طیبہ جمیع الخیرات دنیا و آخرت کا جامع ہے اور حدیث اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (یعنی مدینہ ان کے واسطے بہتر ہے اگر وہ جانتے) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مبارک اور فتح بلاد لوگوں کا مدینہ چھوڑنے اور وسعت معیشت کی طلب میں ان کے متوجہ ہونے سے اس بلدہ مبارکہ کا خیر ہونا ثابت کرتی ہیں۔

دارالابرار۔ دارالاخیار۔ دارالایمان۔ دارالسنۃ و دارالسّلام و دارالھجرۃ و قبۃ السّلام۔ یہ سب القاب آنجناب مستطاب کے ہیں۔ اللہ اس کی تعظیم اور عزت کو اور بڑھائے۔

شافیہ بھی اس شہر مکرّم کا نام ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ مدینہ طیبہ کی خاک ہر مرض کی شفا ہے یہاں تک کہ کوڑھ اور برص جیسی موذی مرض بھی یہاں کے میوؤں کے استعمال سے چھوٹ جاتی ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ بعض علمائے قدیم نے کتاب اسماء المدینۃ میں لکھا ہے

کہ اس کی تعلیق بخار والے کو نافع ہے جو بھی یہاں حاضر ہوتا ہے اس کے امراض قلبی اور گناہ جیسی بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں اور ان کی عاقبت محمود ہو جاتی ہے۔

عاصمہ بھی اس بلدہ شریفہ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک ہے کیونکہ مہاجرین یہاں پہنچ کر ایذائے مشرکین سے بچے بلکہ جتنے وہاں کے مقیم یا اس طرف جانے کا ارادہ کرنے والے ہیں دنیا اور آخرت کی تمام آفتوں سے بچ جاتے ہیں اور اس کا نام **معصومہ** بمعنی محفوظہ کے بھی جائز ہے کیونکہ اگلے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام و حضرت داؤد علیہ السّلام کے لشکروں کے جابرین و متکبرین کے ہاتھ سے محفوظ رہا اور حضور علیہ السّلام کی برکت کی وجہ سے یہ دجّال اور طاعون کے حملوں سے محفوظ ہے اور رہے گا انشاء اللہ۔ اگر عاصمہ بمعنی معصومہ کے لیں تو بھی گنجائش ہے۔

غلبہ بھی اس شہر مبارکہ کے اسماء شریفہ میں سے ایک ہے اور یہ نام قدیم ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ نام مشہور تھا جیسا کہ یثرب اور غلبہ۔ قہر تسلّط لازم ہے جو شخص یہاں آیا ٹھہرا آخر کو غالب اور مشتہر ہوا یہود عمالقہ پر غالب آئے اور اوس خزرج قبائل انصار و یہود پر مہاجرین اوس خزرج پر عجمی لوگ مہاجروں پہ غالب ہوئے الاّ ما شاء اللہ اس بلدہ شریفہ کے اسماء شریفہ میں سے ایک اسم **فاضحہ** یعنی بدکاروں اور بداعتقادوں کو ظاہر اور باہر کرنے والا جو آخر کو ذلیل اور خوار ہوتے ہیں اللہ اپنے عذاب سے بچائے۔

مؤمنہ بھی اس کے اسماء شریفہ میں سے ہے اس وجہ سے کہ اہل ایمان کو سکونت وہاں نصیب ہوئی اور وہیں سے ہی احکام ایمان و اسلام جاری ہوئے یا یہ کہ برکت اور الفت اور مسکنت جو علامت مؤمن ہے مدینہ ہی سے پیدا ہوئی اور اعتماد ہے کہ یہ کلمہ اس حقیقت پر مشتمل ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بلدہ مکرمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پر اسی طرح حقیقۃً ایمان لایا ہو جس طرح سنگریزوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے دست مبارک پہ تسبیح کی اور پتھر وغیرہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دست مبارک پر تسبیح کی اور پتھر وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہم کلام ہوئے بلکہ جبلِ اُحد تو حضور علیہ السّلام کی محبّت کی نسبت سے مخصوص ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ تُرْبَتَہَا لَمُؤْمِنَۃٌ (یعنی اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک خاک مدینہ مؤمنہ ہے) ایک روایت میں ہے کہ توراۃ میں اس کا نام مؤمنہ ہے۔

مُبارکہ بھی اس بلدہ شریفہ کے القابات میں سے ایک ہے۔ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے کہ حضرت سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ اور جمیع اشیاء مدینہ حتیٰ کہ مُد اور صاع کے لئے دُعا فرمائی کہ خداوندا تو نے جتنی برکت مکہ معظمہ کو دی ہے اس سے زیادہ مدینہ طیبّہ کو عطا فرما۔ ان دعاؤں کے اثر کا ظہور و مشاہدہ خیر و برکات اس میں اس کے امور سے ظاہر ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

محبُورہ مشتق حبر سے بمعنی سرور یا مشتق حبر سے بمعنی نعمت کے بھی اس بلدہ مُبارکہ میں سے ہے اور محبار اس زمین کو کہتے ہیں جو کافی سرسبز اور بہت زرخیز اور برکت والی ہو یہ دونوں باتیں مدینہ منورہ میں شاہد اور محسوس ہیں۔

محروسہ و محفوظہ و محفوفہ بھی اس بقعہ شریفہ کے اسماء شریفہ میں سے ہیں ان کے معنے وجہ تسمیہ پہلے ناموں کے معنوں سے ظاہر ہو چکی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مدینہ کے ہر ایک کوچہ میں فرشتہ بیٹھا ہوا ہے جو اس کی نگرانی اور پاسبانی کرتا ہے۔

مرحومہ اور **مرزوقہ** بھی اس کے اسماء شریفہ میں سے ہے۔ پہلا نام تو تورات شریفہ سے منقول ہے اور وجہ تسمیہ اس وجہ سے روشن ہے کہ یہ منزل اور تشریف رکھنے رحمۃ للعالمین کی ہے اور خداوند کریم کی رحمت کے اترنے کی جگہ ہے اور سارے عالم کو اس شہر مبارک کی برکت سے رزق ظاہری و باطنی ملتا ہے۔

مسکینہ بھی اس کے اسماء شریفہ میں سے ہے اور اس کی وجہ تسمیہ "مؤمنہ" کی تشریح میں گذر چکی ہے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ مبارکہ کو خطاب کر کے فرمایا یَا طِیبَۃُ یَا طَابَۃُ یَا مَسْکَنَۃُ لَا تَقْبَلِی الْکُنُوْزَ یعنی اے زمین پاک اور جائے مطہر اے مکان مسکین تو خزانوں کو قبول نہ کر اور اپنی مسکینیت پر قائم رہ اور درحقیقت یہ خطاب اہل مدینہ کو ہے کہ وہ ہمیشہ مسکینی اور غربت سے بسر کریں اور اہل دنیا کی طرف رغبت نہ کریں اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِی مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِی مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِی فِی زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ بِحُبِّی فِی اَھْلِ الْبَلْدَۃِ حَبِیْبِکَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ یا اللہ مجھے مسکینی حالت میں زندہ رکھ اور اسی پر موت دے میرا حشر گروہ مسکینوں میں کر۔

مسلمة بھی اس بلدہ شریفہ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے یہ بھی مؤمنہ کی طرح ہے کیونکہ ایمان اسلام ایک چیز ہے اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کچھ ہے کہ ایمان میں تصدیق قلبی کی رعایت ہے اور یہ امور باطنہ سے تعلق رکھتا ہے اور اسلام میں اقرار اور تابعداری معتبر ہے اور یہ بھی ایک احتمال ہے کہ دونوں اسم امان اور سلامت سے مشتق ہوں۔

مطیبه مقدسه یہ بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسماء میں سے ہے ان دونوں کے معنے اسماء سابقہ کے قریب قریب ہیں اس لئے طیب قدس طہارت نزاہت اور لطافت اس شہر مبارکہ کے لوازمات ذاتیہ میں سے ہے۔

مقر یہ بھی اس بلدہ شریفہ کے اسماء میں سے ہے یہ قرار سے مشتق ہے حدیث شریف میں آیا ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا قَرَارًا وَارْزُقْنَا مَنًّا یعنی اے اللہ ہمیں اس شہر مبارک کے صدقے میں پاک رزق اور قرار عطا فرما اس کی وجہ تسمیہ اللہ تعالٰی کے قریب مکانت قدر و منزلت اور عزت کی وجہ سے ہے۔

ناجیه یہ بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسماء شریفہ میں سے ہے اور نجات سے مشتق ہے یا ناجیہ سے یا نجاؤ سے، پہلا بمعنے خوش کیا گیا اور دوسرا بمعنے بلند زمین۔ یہ سب معنے بوجہ احسن اس میں پائے جاتے ہیں۔

مدنیه یہ بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے لغت میں چند مجتمع گھروں کو مدینہ کہتے ہیں چونکہ یہ کثرت اور عمارت میں قریہ سے تجاوز کر کے مرتبہ مصریت تک پہنچا ہے یعنی سب سے بالاتر شہر ہے اور مدنیہ اور بلدان دونوں کے درمیان میں سے بعضے لوگ مصر اور مدینہ کو ایک درجہ میں رکھتے ہیں، یہ سب بحث بطور لغت تھی، اب مدینہ مدینۃ الرسول کے نام سے ملقب ہے اگر صرف مدینہ ہی بولیں تو بھی بلدہ معظمہ مراد ہوگا۔ اصطلاح عرب میں مدینہ الف ولام کے ساتھ آتا ہے اور اس طرح کا فرق لغت میں بہت آیا ہے چنانچہ نجم کہہ کر ہم ہر ستارہ مراد لے سکتے ہیں لیکن الف لام داخل کر کے تخصیص حاصل کرتے ہوئے ثریا کا معنیٰ دیتا ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی اور مدینہ کی طرف نسبت دی جائے تو اس کو مدینی کہیں گے۔ اگر "یا" کے ساتھ اس کو منسوب کریں تو مدینۃ الرسول کی طرف اس کو نسبت دے کر مدنی کہتے ہیں یعنی یا کے بغیر اور اللہ تعالٰی قرآن مجید میں کئی جگہ اس کو ذکر

فرمایا اور تورات میں بھی واقع ہوا ہے۔

"سیّدۃ البلدان" بھی اس کا نام مبارک ہے۔ حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت میں یا طیبہ یا سیدۃ البلدان مروی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اہم فضائل مدینہ منورہ میں یہ معنی واضح کر دیں گے۔

باب دوم

اُن احادیث کا بیان جو فضائل مدینہ میں واقع ہیں

معلوم ہونا چاہیئے کہ اجماع امت و اتفاق علماء سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام مُلکوں اور شہروں سے افضل و اشرف مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عزت اور شرف کو زیادہ کرے لیکن ان دونوں کی فضیلت اور افضل ہونے میں ایک دوسرے کی نسبت اختلاف ہے تمام علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اجماع کے بعد یہ بات ثابت ہے کہ وہ ٹکڑہ زمین جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسم مبارک سے مِلا ہے وہ تمام اجزاءِ زمیں یہاں تک کہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی ٹکڑا تمام آسمانوں بلکہ عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ قوم کی کتابوں میں آسمانوں اور عرش کا واقعہ صریحاً نہیں ہوا لیکن یہ بات ایک ایسے قبیل سے ہے کہ کسی کے سامنے اگر بیان کیا جائے تو اس کو انکار کی گنجائش نہیں ہوگی۔ ویسے آسمان اور زمین حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاؤں مبارک سے مشرف ہیں بلکہ اگر تمام اجزائے زمین کو آسمان پر اس وجہ سے کہ قبر شریف صلی اللہ علیہ وسلّم زمین پہ ہے ترجیح اور تفضل دی جائے تو موزوں ہے بالآخر یہ کلام اسی اختلاف کو جاری کرتی ہے جو آسمان اور زمین کی تفصیلوں کے بابت واقع ہے۔ یہاں امام نوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس بات کی تائید کرتا ہے کہ جمہور علماء آسمانوں کو زمین پہ فضیلت دیتے ہیں اور بعضوں نے زمین کو آسمانوں پہ فضیلت اس وجہ سے دی ہے کہ وہ انبیائے اسلام کے رہنے اور دفن ہونے کی جگہ ہے جمہور کہتے ہیں کہ اگر زمین اور ان کے رہنے اور ان کے اجسام شریفہ کے دفن ہونے کی جگہ ہے تو آسمان ان کے ارواح مقدسہ کے رہنے کا مقام ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

کے اپنی قبروں میں زندہ ہونے کا ثبوت جمہور کے کلام کا بہت ظاہر اور واضح جواب ہے اس واسطے کہ زمین جس طرح ان کے جسموں کے رہنے کی جگہ ہے ایسے ہی آسمان ان کے ارواح شریفہ کے رہنے کا محل ہے و بالجملہ موضع قبر شریف صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ کرنے کے بعد اختلاف اس بات میں ہے کہ بقیہ قطعہ زمین مکہ سے افضل ہے یا کیونکر ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام مالک اور مدینہ طیبہ کے اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ افضل ہے اور بہت سے علماء مدینہ طیبہ کی افضلیت کے مسئلہ پہ ان حضرات سے متفق ہیں لیکن کعبہ شریف کا استثناء کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مدینہ مکہ سے سوائے کعبہ کے افضل ہے پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ قبر شریف سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً مکہ اور کعبہ سے افضل ہے اور کعبہ معظمہ سوائے قبر شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی شہر مدینہ سے افضل ہے اور باقی مدینہ باقی مکہ سے افضل ہے مگر بعض کا اس میں اختلاف ہے مدینہ طیبہ کی فضیلت کے بیان میں ہم دلائل فضائل مدینہ طیبہ میں بیان کریں گے خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو دنیا کے سارے بلاد سے زیادہ دوست رکھا اور خود اس میں رہائش فرمائی اور جن فتوحات کی آپ کو امید تھی یہاں سے حاصل ہوئیں اور جتنے کمالات کا قدرت سے آپ کا وعدہ تھا وہ سب یہاں سے حاصل ہوئے۔ اسلام کو قوت اور ترقی یہاں سے حاصل ہوئی بلکہ اول سے آخر تک کی تمام نیکیاں یہیں سے پھوٹیں یہی جگہ سارے ظاہر و باطن کے کمالات کی ہے۔ مدینہ طیبہ کی سب فضیلتوں میں سے ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ خلاصہ هشتردہ ہزار عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقد منیف یہیں ہے۔ اس فضیلت کا مقابلہ دوسری فضیلت نہیں کر سکتی بلکہ دنیا اور آخرت کی نعمت اس نعمت کی برابری کا دم نہیں مار سکتی کیونکہ کوئی عمل فرائض میں سے ہو یا واجبات سے حضور کی مرقد مبارک کی برابری نہیں کر سکتا۔ احادیث صحیحہ میں مختلف طریقوں سے واقع ہوا ہے کہ ہر آدمی کی پیدائش اسی مٹی سے ہوتی ہے جہاں وہ دفن ہوتا ہے تو ضرور پیدائش صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی مٹی سے ہوئی اور اسی طرح آپ کے اکثر آل و اصحاب اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اسی زمین شریف میں مدفون ہیں، مدینہ طیبہ کی فضیلت اور شرف کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔ مکہ کی فضیلت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مکہ کی مسجد میں بلکہ اس کے سارے حرم میں ایک رکعت پڑھنا لاکھ رکعت کے برابر ہے اور مدینہ میں ایک رکعت نماز پڑھنے کا ثواب ایک

ہزار رکعت پڑھنے کے برابر ہے ادھر مدینہ کی فضیلت کے قائلین اس بات کا جواب یہ دیتے ہیں کہ زیادتی ثواب موجب فضیلت اسبابات نہیں ہوسکتا ممکن ہے کہ یہ خاصیت مکہ کے ساتھ مخصوص ہو اور طرح طرح کی کرامات برکات اور اسلامی منافع مدینہ کے ساتھ مخصوص ہوں اس کلام کی تائید اور تقویت میں یہ کہا گیا ہے کہ عرفات کی طرف جانیوالے نماز عرفات اور ظہر یوم النحر منیٰ میں افضل بیان کرتے ہیں اس نماز سے جو مسجد الحرام میں پڑھی جائے۔ یہ فضیلت مذکورہ زیادتی کے ملانے کے باوجود بھی تسلیم کی گئی ہے اور اس کا سبب صرف رعایت اتباع سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہے اس کے علاوہ یہ کہ حاصل زیادتی سوائے کثرت عادت کے کچھ نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک عمل عدد اور مقدار میں تو کم ہو مگر کیفیت برکت اور عظمت میں زیادہ ہو اور اگر مطلق زیادتی ثواب فضیلت میں کافی ہو تو ظاہر ہے کہ داخل کعبہ کا افضل ہونا خارج مسجد الحرام سے بلا خلاف تسلیم کیا گیا۔ ہے اگرچہ مکہ کے اندر نماز فرض کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ تو اس کو جائز نہیں رکھتے چہ جائیکہ زیادتی ثواب کا سوال اٹھے پس ثابت ہوا کہ فضیلت وجوہات زیادتی ثواب پہ منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ سبب قبولیت درگاہ ایزدی ہو جب قبر شریف ساری برکتوں اور رحمتوں سے افضل ہے تو یہ ضروری ہے کہ برکت جوار اس مقام کی قبولیت کا باعث ہو جو زیادتی اعمال اور طاعت سے حاصل نہ ہو اس کی ایک اور زیادتی یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم جب اپنی حیات مقدسہ سے بصفت حیات قائم اور باقی ہیں اور ہمیشہ طاعت میں مشغول ہیں اس میں بھی شک نہیں کہ اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تمام بندوں سے بمعہ فرض زیادتی مذکورہ کے زیادہ اور افضل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی مدد اور طلب شفاعت اور مغفرت میں مشغول ہیں تو امت کو بھی مدینہ کے قرب و جوار سے مکہ کی نسبت طاعت اور نفع زیادہ حاصل ہے۔ امام تقی الدین نے اس کو نہایت ہی نفاست سے بیان فرمایا۔

دوسری دلیل جو مکہ معظمہ کی فضیلت میں بیان کی جاتی ہے۔ یہ ہے کہ مکہ ادائے مناسک مثلاً حج و عمرہ کا ہے کیونکہ ان اعمال کے ادا کرنے میں فضائل اور ثواب زیادہ ہے

جواب: کہا گیا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مدینہ جانے والوں کے لئے ایک ایسی چیز رکھی ہے جو حج اور عمرہ کا عوض ہوسکتی ہے احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز مسجد نبوی میں پڑھنے

کا ارادہ کرے وہ حج کامل کا ثواب پا دے گا اور جو شخص مسجد قبا کا ارادہ کرے کہ دو رکعت نماز اس میں پڑھے گا اس کو عمرہ کا ثواب نصیب ہوتا ہے ملاحظہ ہو کہ مسجد نبوی میں شب و روز کتنی نمازیں پڑھ سکتا ہے اور مکہ کا حج جب تک سال نہ گذرے ہو ہی نہیں سکتا۔

تیسری دلیل مکہ کی فضیلت کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَكَّةُ خَيْرُ بِلَادِ اللهِ یعنی مکہ بلاد اللہ میں سب سے افضل ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اَحَبُّ اَرْضِ اللهِ یعنی بہت محبوب اللہ کی زمین کا مکہ ہے اور یہ کہ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے برآمد ہوئے اور بقول بعض حیجون (نام مقام) پر کھڑے ہوئے اور مکہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ اے بلد کریمہ تو سب شہروں سے میرے نزدیک نہایت محبوب ہے اگر میری قوم مجھے تجھ سے باہر نہ لاتی تو اس زمین سے باہر نہ جاتا۔ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے اس کی محبوبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مسلم ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مدینہ کی فضیلت کو ثابت کرنے کی غرض سے تھا جب مدینہ میں کافی عرصہ تشریف رکھی وہاں سے دین ثابت ہوا۔ برکات ثابت فتوحات ظاہر ہوئے نیکیاں پھوٹیں تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مدینہ افضل اور اکمل ہے سب شہروں سے اسی واسطے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مکہ کی نسبت مدینہ کے واسطے زیادہ برکت مانگی اور اس کی محبت خدا سے طلب کی ہم اس مضمون کو احادیث سے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ یعنی اے اللہ مدینہ کو ہمارا بہت محبوب بنا جس طرح مکہ کی محبت ہمارے دلوں میں زیادہ کی۔ طبرانی میں رافع ابن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا اَلْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ مِّنْ مَّكَّةَ یعنی مدینہ مکہ سے بہتر ہے۔ امام مالک نے موطا میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس مخزومی طریق انکار سے کہا کہ آیا تو کہتا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ انہوں نے کہا مکہ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اور اس کے امن راستی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اس کے گھر کی بابت کچھ نہیں کہتا پھر فرمایا تو کہتا ہے کہ مکہ افضل ہے مدینہ سے انہوں نے پھر کہا کہ مکہ خدا کا حرم ہے امن میں اس کا گھر ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اس کے

گھر کے بابت کلام نہیں کرتا۔ چند بار یہی کہہ کر چلے گئے اس کلام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فضیلتِ مدینہ مکہ پر ظاہر ہے اور مدعا فضیلت مدینہ مراد ہے۔ بیت اللہ شریف کے سوا حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیَّ فَاَسْکِنِّیْ فِیْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیْکَ یا اللہ تُو نے مجھے اگر محبوب ترین جگہ سے باہر لایا تو مجھے اس جگہ میں ٹھہرا جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ بہترین ہو۔ اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے یہ جگہ سب جگہوں سے محبوب ترین ہے اور اسی واسطے فتح مکہ کے بعد آپ نے پھر اس کا رجوع نہ فرمایا اور مدینہ میں رہنا منظور فرمایا اور کوئی شخص یہ سوال کرے کہ آپ کی رہائش مبارک دار الہجرت میں بسبب فرضیت کے تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کو نہ پھرنا اس وجہ سے ہے نہ فضیلت کی وجہ سے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حکم الٰہی بہ نسبت اقامت مدینہ پر مبنی ہے اس کی محبوبیت عند اللہ ثابت ہے اِذَا الْحَبِیْبُ لَا یَخْتَارُ لِحَبِیْبِہٖ اِلَّا مَا ھُوَ اَحَبُّ وَاَکْرَمُ عِنْدَہٗ یعنی جیسے محبوب اپنے محبوب کے واسطے محبوب ترین چیز اختیار کرتا ہے جو اس کے نزدیک مکرم تر ہو۔ علماء دین کا یہ مباحثہ نہیں اپنی نگاہ کے سامنے رکھنا چاہیئے اور محبت کے مشرب میں قائم اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد ہر چیز ہر شخص ہر وجہ سے اور ہر طرح سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضلیت حاصل ہے اور جو چیز حضرت کے سوا جیسے خواہ مکہ کی ہو یا مدینہ کی اس کی افضلیت کی بابت آنحضرت کی نسبت کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تو یہ فضیلت حاصل ہوگی کہ مکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے، جوان اور نبی ہونے کی جگہ ہے اور مدینہ آنحضرت کی تشریف رکھنے اور احکام جاری کرنے کا مقام ہے تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ کے حکم کے تابع رہ کر حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں جھگڑا نہ کر مکہ میں حضور کی شان جلالی کو دیکھ اور مدینہ طیبہ میں حضور کے دین کی برکت کا ملاحظہ کر اور ہر جگہ خدا کا مشاہدہ پیش نظر ہو اور ہر جگہ نور محمدی ملاحظہ ہو کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ مسلمانوں ذرا کان دھر کر سنو ہم اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ طیبہ کے فضائل اور محامد ذکر کرتے ہیں۔

در ہیچ ذرہ نیست کہ نورِ محمدی ... از ظلمت وجود او نہ طالع است

دریائے فیضِ جودِ الٰہی وجودِ اوست | انہارِ کائنات بوے جملہ راجع است
نہ سپہرِ طاہر از انفاسِ فیضِ اوست | این نکتہ پیشِ اہلِ نظر امر واقع است
فرد الواءِ حمد بدست محمدؐ است | متبوع اوست جملہ جہانش تابع است

بیا! تا در مدینہ نورِ احمدؐ | ببینی از در و دیوار لامع
جمالِ مصطفےٰ بے پردہ بینی | چوں خورشیدے کہ بے ابرست طالع
بیا اے کور چشم تیرہ باطن | بہ بین ہر گوشہ صد برہان ساطع
بُروقِ شبہہ سوز آنجا لوائح! | بدود دین فروز آنجا سواطع
نجومِ اہتدای آنجا فروزاں | شموسِ اصطفا آنجا طوالع
چو از نارے کجا تو نور بینی | بود ہر کس باصلِ خویش راجع
چرا با خویش دشمن گشتہ کور | چہ خود را مے زنی بر سیفِ قاطع
ولیکن کے توانی دید این نور | چہ نورِ فطرت گردید ضائع
نصیحت کردمت دیگر تو دانی | فَاِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ واقع

اب ہم محامد و فضائل اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہیں بیشک وقت موزوں ہے اور فرصتِ زندگانی غنیمت، تجھے گوشِ ہوش سے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبیب ترین وطنِ مبارک کے حالات کو ذوق سے کر سننا چاہیئے۔ علمار کے مذہب کو بھی معلوم کر اور لیکن مشربِ اہلِ محبت کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے۔

جانبِ عشق عزیز است فرو مگذارش

شعر۔ وَمِنْ مَذْهَبِیْ حُبُّ الدِّیَارِ لِاَهْلِهَا | وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ

مصرعہ۔ از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التوفیق

فصل فضائل مدینہ منورہ کے متعلق ہم پہلے بہت کچھ لکھ چکے ہیں، جنمیں ایک کچھ یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکے سے ہجرت کرکے مدینہ

طیبہ میں رہائش فرمانے کا حکم دیا اور قدرت نے ظاہری باطنی کمالات جو اپنے حبیب پہ ظاہر فرمائے تھے اسی بلدہ شریفیہ میں آپ پہ منکشف فرمائے۔ مدینہ مبارک کو ساری فتوحات و برکات کا منبع ٹھہرایا اور اس کی پاک مٹی شریفیہ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گوہر عنصر کا صدف بنایا تا کہ قیامت تک یہ زمین پاک حضور کے وجود پاک کی ہمسائیگی سے مشرف ہو کر ملک و ملکوت کو فیضیاب کرتی رہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب روح پاک صاحبِ لولاک صلیّ اللہ علیہ وسلّم قبض ہوئی تو صحابہ کرام میں مقام دفن کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ حضرت علی ابن ابی طالب سلام اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روضۂ مبارکہ سے زیادہ مبارک اشرف وافضل دنیا کی کوئی جگہ نہیں ہے حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے بھی اتفاق رائے فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے بھی حضور علیہ السلام کی ایک حدیث بھی بیان فرمائی پھر باقی صحابہ کرام نے بھی اس امر پہ اتفاق واجتماع فرمایا کہ مقام قبض روح مبارک میں آپ کو دفن کیا جائے۔

فضائل مدینہ طیبّہ میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس شہر مبارک کو بہت محبوب رکھتے تھے چنانچہ سرور عالم صلیّ اللہ علیہ وسلّم جب کبھی سفر سے واپس ہوتے اور آپ مدینہ طیبّہ کے جب قریب پہنچے تو اپنی سواری کو کمال شوق مدینہ سے تیز کر دیتے تھے اور چادر مبارک اپنے دوشِ مبارک سے ہٹا کر فرماتے هٰذِهٖ اَرْوَاحُ طَيِّبَةٌ یعنی یہ ہوائیں بھلی لگتی ہیں۔

اے نفس خورم باد صبا   از بر یاد آمدہ مرحبا

بلکہ مدینہ طیبہ کی اس گرد و غبار کو جو آپ کے چہرہ انور پہ پڑتی ہرگز پاک نہ فرماتے اور اگر کسی صحابی کو گرد سے بچنے کے لئے سر منہ چھپاتے دیکھ لیتے تو آپ منع فرما دیتے اور ارشاد فرما دیتے کہ خاک مدینہ شفا ہے اور آپ کا مدینہ طیبہ کے لئے نام شافیہ تجویز فرمانا بھی اسی وجہ سے ہے

منجملہ فضائل مدینہ مبارکہ میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ سلام علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ شیطان اہل مدینہ سے اپنی پرستش کے متعلق ناامید ہو چکا ہے۔ صرف شر و فساد کی علت باقی رہ گئی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اس جزیرے کو ایک روایت کی رُو سے اس قریے کو نجاست شرک سے پاک کیا ہے اگر یہ لوگ نجوم سے گمراہ نہ ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ

دم کس طرح گمراہ کرتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے باراں بھیجے اور یہ کہیں قمر فلاں منزل میں آیا ہے اس لئے بارش ہوئی۔

منجملہ فضائل مدینہ مبارکہ میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی امّت کو قیام و رہائش مدینہ طیبّہ کی بابت تحریص و ترغیب دی ہے اس کی شدت و محنت پر صبر کی تلقین فرمائی اور وہاں کی موت اختیار کرنے کی ہدایت و تاکید فرمائی مَنْ صَبَرَ عَلٰی اَذَاھَا وَشِدَّتِھَا کُنْتُ لَہٗ شَہِیْدًا وَّشَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔یعنی جس کسی نے مدینہ کی شدت اور ایذا پہ صبر کیا میں قیامت کے دن کا گواہ اور شفارشی ہونگا۔ علماء کہتے ہیں کہ فرمانبرداروں کی آپ گواہی دیں گے اور گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور فرمایا مَنْ مَّاتَ فِی الْمَدِیْنَۃِ کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی جو شخص مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفاعتی ہونگا۔ علماء کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ اہلِ مدینہ کی شفاعت کریں گے اس کے بعد اہلِ مکّہ کی پھر اہلِ طائف کی ایک۔ اور حدیث میں ہے کہ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ فَمَنْ مَاتَ بِالْمَدِیْنَۃِ کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا وَّشَہِیْدًا یعنی جس کسی سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے پس جو شخص مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہونگا۔

منجملہ فضائل مدینہ میں سے ہے کہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے وصال کی دعا بھی مدینہ طیبہ کی بابت فرمائی اور اسی طرح صحابہ اور اتباع رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی تمنا موت مدینہ کی ہے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ مَنَایَانَا بِمَکَّۃَ یعنی یا اللہ ہماری موت مکّہ میں نہ ہو ایک اور حدیث میں ہے کہ روئے زمین پہ ایسی جگہ کوئی نہیں کہ جہاں میں سوائے مدینہ کے اپنی قبر کے لئے دوست رکھوں اور نقل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی غالب دُعا یہی تھی کہ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَہَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ یعنی اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت دے اور اپنے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے شہر میں موت نصیب فرما حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سوائے ایک حج کے اور حج نہیں کیا اور سوائے حج فرض کے پھر کبھی مکّہ شریف نہیں گئے۔ صرف اس ڈر سے کہ سوائے مدینہ طیبہ کے اور جگہ موت نہ آجائے۔ ساری عمر مدینہ طیبّہ میں گذاری اور وہیں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

منجملہ فضائل مدینہ طیبّہ کے یہ بھی ہے کہ حدیث صحیح میں متعدد طریق سے روایت ہے
کہ اَلْمَدِیْنَۃُ یَنْفِیْ خُبْثَ الرِّجَالِ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خُبْثَ الْحَدِیْدِ یعنی مدینہ آدمیوں کے میل کو
اس طرح دُور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے اور حدیث بخاری میں ہے کہ
اِنَّھَا تَنْفِی الذُّنُوْبَ کَمَا تَنْفِی الْکِیْرُ خُبْثَ الْفِضَّۃِ یعنی مدینہ پاک ہے اور گناہوں کی نجاست
کو ایسا دُور کرتا ہے جیسے بھٹی چاندی کی میل کو دور کرتی ہے۔ اس بلدہ طیبہ کی عزّت و حرمت و خاصہ
ہے کہ اہل شر و فساد کو اپنے سے دور رکھے اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ خاصیّت مدینہ طیبّہ میں ہمیشہ
سے ہے۔ ایک روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہاتھ مبارک پہ اس
اقرار کی بیعت کی کہ وہ مدینہ میں ٹھہریگا دوسرے دن اتفاقاً وہ بیمار پڑ گیا اسے تپ لگ گیا اس
نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے بیعت توڑنے کی درخواست کی اور اپنے اصلی وطن جانے کی اجازت
طلب کی۔ حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسی قضیہ میں یہ حدیث بیان فرمائی۔ نقل ہے کہ حضرت عمرؒ بن
عبدالعزیزؒ مدینہ طیبّہ سے باہر نکلنے کے وقت اپنے اصحاب سے فرماتے کہ نَخْشٰی اَنْ نَکُوْنَ مِمَّنْ
نَفَسَتْہُ الْمَدِیْنَۃُ یعنی ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم ان لوگوں سے نہ ہوں جن کو مدینہ باہر پھینک نکالتا
ہے۔ اس بلدہ طیبّہ کی تمام و کمال خاصیّت کی شان اس روز ظاہر ہوگی جب دجال نکلے گا اور مدینہ
مبارکہ داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور تمام شرارتی آدمی مدینہ منوّرہ سے باہر نکل جائیں گے یہ مقام پاک
نجاست شر و فساد سے پاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ احادیث میں واقع ہُوا ہے۔ اور اب بھی مدینہ
منوّرہ کا وجود مشرکین و مخالفین دین اسلام سے پاک ہونا کچھ اور ہے مگر وہ لوگ جو گناہوں کی خباثت
اور ذنوب کی نجاست میں لتھڑ کر مدینہ میں مرتے ہیں تو ممکن کہ ان کے دور کرنے کا اتفاق بعد موت
ہو چنانچہ بعض علماء بھی اس طرف گئے ہیں اور حکایات صالحین بھی اس کی مؤید ہیں کہ ملائکہ نقالہ ظلمانی
بدنوں کو زمین مقدس مدینہ منوّرہ سے باہر پھینک دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصّواب!

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کا اہل ہے وہ اس خبث کا
اہل نہیں کہ اس کا وجود بعد از موت مدینہ منوّرہ سے باہر پھینکا جائے بعض اس حدیث سے یہ
مراد لیتے ہیں کہ مدینہ اپنے ساکنان کو نفس پرستیوں اور لذّات نفسانیہ سے پاک کر دیتا ہے۔ مدینہ طیبّہ
کی رہائش اور وہاں کی سختیوں کا تحمل نفس کو ایسا پگھلاتا ہے کہ کدورت نفسانی اور شہوات جسمانی

اس میں نام کو بھی باقی نہیں رہتی تاکہ اس کی قدر و قیمت بازار حشر میں زیادہ ہو۔

قلب زر اندودہ نستانند در بازار حشر　　　خالصے باید کہ از آتش آید سلیم

اس میں شک نہیں کہ روایت "تنفی الذنوب" اس احتمال کی تائید کرتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قرب و جوار کی برکت کی وجہ سے گناہوں کی کدورتیں باقی نہیں رہ سکتیں اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ بیشک نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہر قسم کی طہارت اس بلدہ مبارکہ میں لازم ہیں۔

منجملہ فضائل مدینہ طیبہ میں سے ہے کہ اکثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے حق میں دعائے خیر و برکت کیا کرتے تھے اور فرماتے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ عَبْدُکَ وَخَلِیْلُکَ وَنَبِیُّکَ وَاِنِّیْ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ وَاِنَّہٗ دَعَاکَ لِمَکَّۃَ وَاَنَا اَدْعُوْکَ لِلْمَدِیْنَۃِ بِمِثْلِ مَا دَعَاکَ لِمَکَّۃَ وَمِثْلِہٖ مَعَہٗ یعنی اے اللہ ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں برکت دے ہمارے صاع میں برکت بخش اور یہاں مُد میں بھی برکت عطا فرمائیے بیشک ابراہیم تیرے بندے تیرے دوست اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں اس نے مکہ کے لئے دُعا کی تھی اور میں مدینہ کے لئے وہی دعا کرتا ہوں۔ حضرت علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ مدینہ شریف سے باہر آئے۔ جب ہم مقام حرّہ جہاں سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ رہتے تھے پر پہنچے تو حضور علیہ السلام نے پانی طلب فرمایا اور وضو کر کے رُو بقبلہ ہو کر فرمایا اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے دوست ہیں انہوں نے تجھ سے مکہ والوں کے لئے دعاء خیر و برکت مانگی تھی اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں میں تجھ سے مدینہ والوں کے لئے دعاء خیر و برکت مانگتا ہوں۔ خداوندا ان کے مُد و صاع میں برکت عطا کر جس طرح تو نے مکہ والوں کو برکت بخشی ہے۔ مدینہ والوں کو مکہ والوں کی نسبت ہر برکت کے بدلہ دوگنی برکت عطا فرما۔ دیگر احادیث میں ایسی دعائیں منقول ہیں۔ احادیث میں جہاں لفظ مُد و صاع واقع ہے اس سے مراد برکت ذخیرہ دنیاوی ہے اور جہاں مطلق واقع ہے اس سے برکات و خیرات دارین مراد ہے اور مدینہ طیبہ میں آثار و برکات ظاہری و باطنی بطور مشاہدہ عینی ظاہر و باہر ہیں۔

منجملہ فضائل مدینہ منورہ میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دُعا فرمائی کہ

خداوندا تپ اور وبا مدینہ سے نکال کر جحفہ[1] بھیج کیونکہ وہ مشرکین اور سرکش لوگوں کا مرکز ہے۔ حضور علیہ السّلام کی اس دعا سے پہلے مدینہ منوّرہ میں تپ اور وبا کا زور تھا۔ نقل ہے کہ جس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم مدینہ تشریف لائے حضور کے اصحاب عارضۂ تپ میں مبتلا ہو گئے یہانتک کہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، اپنے دو غلام بلاؔل و عاؔمر کے ایک مکان میں بیمار پڑے تھے ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السّلام کے حکم سے خبر گیری کرنے کو آئیں انہوں نے اپنے والد کو شدّت تپ میں ایک کونہ مکان میں لیٹے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے دیکھا۔

كُلُّ امْرَءٍ مُصَبَّحٌ فِي اَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ اَدْنٰی مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

یعنی ہر آدمی اپنے اہل میں صبح کرتا ہے، موت اس کی جوتی کے شراک کے قریب ہے اور دوسرے گوشہ میں بلاؔل اور عاؔمر کو دیکھا کہ کفار قریش پر لعنت کر رہے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے دُعا فرمائی کہ خداوندا حکیما ذوالجلالا! تپ اور وبا، اس شہر مبارک سے جحفہ بھیجدے چنانچہ ویسے ہی واقع ہوا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے معجزات باہرات سے ہے۔ نقل ہے کہ ایام جاہلیت میں جو شخص مدینے میں آنے کا ارادہ کرتا اور خواہش کرتا کہ وہ مدینہ کی وبا سے محفوظ ہو تو جب ثنیۃ الوداع تک پہنچتا تو دس بار گدھے کی آواز نکالتا اس موضع کا نام ثنیۃ الوداع اس وجہ سے تھا کہ اگر کوئی یہاں پہنچ کر اس گدھے کی سی آواز نہ نکالتا تو لوگ اس سے یہ فال لیتے تھے کہ اس کی زندگی تمام ہوئی اور اس کی ہلاکت اس کے ہاتھوں ہوئی اور یہ عمل زمان سعادت نشان سیدالانس والجان صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہجرت تک جاری رہا۔ حضور کے زمانہ اقدس میں عرب کے مشہور شاعر عروۃ بن الورد کو قصد مدینہ طیبہ میں اس مقام پر پہنچنے کا اتفاق ہوا تو اس نے اس عمل بد پر عمل نہ کیا اور یہ شعر پڑھا

لَعَمْرِيْ لَئِنْ عَشَّرْتُ مِنْ خَشْيَةِ الرَّدٰى نِهَاقَ الْحَمِيْرِ اِنَّنِيْ لَجَزُوْعٌ

یعنی مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اگر مَیں موت کے ڈر سے گدھے کی بولی بولوں تو مَیں بڑا بے صبر ہوں اسے کوئی آفت نہ پہنچی پس اس وقت سے یہ بد عادت چھوٹ گئی۔ کتب احادیث میں ثنیۃ الوداع کا ذکر بہت واقع ہوا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہی ہے اور مشہور یہ ہے کہ ثنیۃ الوداع اس لئے کہتے ہیں

---

[1] اس زمانے میں مشرکین اور باغی لوگوں کا مرکز تھا ۱۲

کہ اہل مدینہ اس مقام تک اپنے مسافروں کو پہنچانے آتے تھے۔

منجملہ فضائل مدینہ منوّرہ سے یہ بھی ہے کہ یہ شہر مبارک دجّال کے خبیث وجود سے محفوظ اور مصئون رہے گا۔ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ اس زمانے میں مدینہ منوّرہ کی حفاظت کی خاطر ہر کوچہ کے سرے پہ جماعت ملائکہ کھڑی کی جائے گی اور دجّال کو مدینہ منوّرہ کے داخلہ سے منع کرے گی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ روئے زمین پہ کوئی ایسا شہر نہ ہوگا جس کو دجّال نہ روندے سوائے مکّہ اور مدینہ منوّرہ کے اور حدیث مُسلم میں ہے کہ دجّال مشرق کی طرف سے نکلے گا اس کے بعد وہ مدینہ کا ارادہ کرے گا جب جبلِ اُحد کے پیچھے آکر اُترے گا تو ملائکہ اس کا مُنہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور شام ہی میں ہلاک ہو جائے گا۔ صحیحین میں ہے کہ مدینے کے بہترین لوگوں میں سے ایک نیک مرد دجّال کی طرف نکلے گا اور اس سے کہے گا کہ تو وہی دجّال ہے جس کے نکلنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے دی ہے۔ الحدیث۔ ابو حاتم معمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ نیک ترین مرد حضرت خضر علیہ السّلام ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک صحیح سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السّلام نے یومُ الخلاص کا ذکر فرمایا اور زبان معجز بیان پہ اس کا ذکر بار بار فرمایا۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ یوم الخلاص کیا ہے آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جب دجال جبلِ اُحد پہ چڑھ کر نگاہ کرے گا اور اپنے لوگوں سے کہے گا کہ تم یہ سفید محل جو دکھائی دے رہا ہے کونسا ہے؟ یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی مسجد ہے اس کے بعد مدینہ منوّرہ آنے کا قصد کرے گا، تو ہر راہ کے سرے پہ ایک ایک فرشتہ کو مدینہ منوّرہ کی حراست و حفاظت کے لئے تیار پائے گا اور وادی مجتمع السیول کے قریب خیمہ ڈالے گا اور مدینہ شریف میں تین بار زلزلہ آئے گا اس وقت جتنے جنس کا فر فاسق و منافق سے ہوں گے مدینہ سے باہر نکل کر دجال سے جا ملیں گے اور مدینہ ہر خبث نجس سے منزّہ و مطہر ہو جائے گا روزِ خلاص یہی ہے۔

منجملہ فضائل مدینہ طیّبہ میں سے یہ بھی ہے کہ حکیم مطلق جلّ و علا شانہٗ نے مدینہ شریف کی مٹی اور پھلوں میں تاثیر شفا رکھی ہے اور بہت احادیث میں آیا ہے کہ مدینہ کے غبار میں شفا ہر مرض ہے اور بعض احادیث میں من الجذام والبرص کوڑھ اور پھلبہری (برص) بھی واقع ہوا ہے اور بعض اخبار میں ایک خاص مقام کا نام صُعَیب کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم

نے بعض اصحاب کو فرمایا کہ وہ عارضہ تپ کا علاج اس خاکِ پاک سے کریں چنانچہ مدینہ منوّرہ میں یہ بات ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ اس خاک پاک کو دوا کے لئے لیجانے کے متعلق آثار وارد ہوئے اور وہ لوگ جو حرم شریف کی مٹی لے جانے کو منع کرتے ہیں وہ اس عموم سے اس خاک پاک کو مستثنیٰ کرتے ہیں واللہ اعلم اکثر علماء نے اس خاکِ پاک کا تجربہ بھی کیا ہے چنانچہ شیخ مجدالدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ میں نے اس خاک پاک کا خود تجربہ کیا ہے کہ میرا ایک غلام ایک سال کامل بخار میں مبتلا تھا میں نے خود وہ خاک پاک لے کر پانی میں گھول کر اسے پلائی اس نے اسی دن شفا پائی حضرت شیخ مصنف کتاب ہذا بھی فرماتے ہیں کہ کاتب الحروف بھی اس تجربہ سے مشرف ہوا ہے۔ جس زمانہ میں میں مدینہ منورہ قیام پذیر تھا کسی عارضے سے میرے پاؤں پہ ورم آگیا۔ اطبا اس کے علاج سے عاجز آ گئے اور سب نے مل کر اسے مہلک عارضہ قرار دیا۔ میں نے اسی خاکِ پاک کا استعمال کیا اللہ تعالیٰ نے تھوڑے دنوں میں بہت سہل طرح سے اس محنت سے خلاصی دی۔ اب وہاں کے پھلوں کا حال سنیئے :

صحیحین میں ہے کہ جو شخص سات دانے خرمہ عجوہ کے ناشتہ کرے کوئی زہر اور کسی طرح کا جادو اس پہ اثر نہ کرے گا اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مرض دوار والے کو جو نہایت سخت مرض ہے عجوہ کھانے کا حکم دیتی تھیں۔ عجوہ مدینہ طیّبہ کی کھجور کی ایک قسم ہے جسے اہل مدینہ خوب جانتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اصل اس کھجور کی وہ کھجور کا درخت ہے جسے سیّد الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے خود لگائی تھیں۔ مدینہ منوّرہ میں کھجوریں اتنی قسم کی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ سیّد رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں اس کی ایک سو انتیس قسم گنے ہیں۔ کھجوروں کے اقسام میں سے ایک صیحانی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت علی سلامُ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ منوّرہ کے بعض باغات کی طرف سے جا رہے تھے ناگاہ ایک کھجور کے درخت سے آواز آئی ھٰذَا مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ وَھٰذَا عَلِیٌّ سَیِّدُ الْاَوْلِیَاءِ اَبُو الْاَئِمَّۃِ الطَّاھِرِیْنَ یعنی یہ محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم سیّد الانبیاء ہیں اور یہ حضرت علی سلام اللہ علیہ سیّد الاولیا، اور ائمہ طاہرین کے اب امجد ہیں۔ جب دوسرے درخت سے گذرے اس سے آواز آئی ھٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ

هٰذَا عَلِیٌّ سَیْفُ اللّٰہِ یعنی یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا ہیں اور یہ علی تلوار خدا ہیں۔ اسی وجہ سے اس کو صیحانی کہتے ہیں کیونکہ لغت میں صیحہ بمعنی آوازنہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کَانَ اَحَبَّ التَّمْرِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْعَجْوَۃُ یعنی سب کھجوروں سے حضور علیہ السلام کو قسم عجوہ زیادہ محبوب تھی اور ظاہر ہے کہ اس کی مذکورہ بالا تاثیر حضور علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے حاصل ہوگی۔ امام نووی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ کھجوروں کی اس قدر زیادہ قسموں میں سے حضور علیہ السلام کا صرف سات کو مخصوص فرمانا اس کا بھید سوائے شارع علیہ السلام کے کوئی نہیں جانتا۔ یہ از قسم اسرار ہے ہمیں اس پہ ایمان لانا چاہیئے۔ بعض علماء نے جو یہ کہا ہے کہ یہ بسبب تاثیر زمین مخصوص یا بسبب کیفیت ہوائے خاص یا خاصیت زبان فیض نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے یا یہ کہ ایسے امور اکثر واقع ہوتے ہی رہتے ہیں اتفاقی ہوتے ہیں سب دائمی نہیں ہوتے یا یہ خاصیت خاص کھجور سے تھی جس کا وجود اب نابود ہے وغیرہ وغیرہ یہ احتمال ایک فضول لچر اور ناقص خیال سے کم نہیں ہیں۔ مجھے اس شخص کی ایمانداری پہ تعجب ہے کہ جو شے کہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس خاص قسم کو دوست رکھتے تھے اور رغبت سے تناول فرماتے اور پھر اس کی خاصیت شفا بخشی ہیں باطل تاویلیں کرتا پھرے افسوس یہ بات اس کی بے نسبتی کی آئینہ دار ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ۔

چوں لب بکوزہ نہی کوزہ نبات شود   زکوزہ قطرہ چکد چشمہ حیات شود!

منجملہ فضائل مدینہ منورہ سے یہ بھی کہ اس پاک ارض پہ مسجد نبوی واقع ہے جو انبیاء علیہم السلام کی مساجد میں سے آخر مسجد ہے اور دوسری مسجد قبا ہے جس کی بنا دین محمدیؐ میں سب سے پہلے ہے اور قبر شریف اور منبر مبارک کے درمیان قطعہ چمن ہائے بہشت سے ایک چمن ہے۔ مسجد مبارک میں ایک منبر ہے جس کا پایہ بہشت بریں پر ہے اور اس سرزمین پہ جبل احد ہے جو جنت کا پہاڑ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور مقبرہ بقیع ہے جو مقام اور جائے قرار اصحاب وآل اطہار رضوان اللہ عنہم اجمعین ہے اس سرزمین پہ مشہد سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہے اس کے علاوہ بہت سے مشاہدے اور متبرک مقامات مقدسہ ہیں جن کی فضیلت کرامت شرف وعزت کے متعلق اخبار وآثار واقع ہوئے ہیں جن میں سے کچھ ہم موزوں مواقع پہ بیان

کریں گے۔ اِنْشَآءَ اللہُ الْعَزِیْز۔

منجملہ فضائل مدینہ منوّرہ سے یہ بھی ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے اور مدینہ منوّرہ برکت قرآن سے فتح ہوا جس کا ذکر ہم اسباب ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میں بیان کریں گے۔

منجملہ فضائل مدینہ میں سے ہے کہ بے ضرورت شرعی مدینہ منوّرہ سے باہر جانا گناہ اور مورد وعید ہے اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین مناسک حج ادا کرنے کے بعد فوراً مدینے طیبّہ کو واپس ہو جاتے تھے اور مکّہ معظمہ میں قدر ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرتے تھے چنانچہ آج تک اہلِ مدینہ کی عادت یہی چلی آرہی ہے۔

صبر از درت محال بود اہل شوق را ۔۔۔۔ در زانکہ در بہشت بریں رفتہ جا کنند

منجملہ فضائل مدینہ منوّرہ سے ہے کہ مکّہ کی طرح اس کا بھی حرم مقرر ہوا ہے جس کا ذکر بہت احادیث میں واقع ہے اور علماء اس کی حد بندی اور حکم تحریم میں اختلاف رکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک معنیٔ حرمت مدینہ مجرد تعظیم و تکریم ہے نہ ثبوت دیگر احکام مثل حرمت شکار و قطع اشجار وغیرہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرمت اور ترتیب احکام میں دونوں حرم برابر ہیں ان میں کچھ فرق نہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق کتب فقہ میں موجود ہے۔ سیّد علیہ الرحمۃ نے نہایت طویل بحث سے اس مقام کے شان کو بہت ہی بلند شرفی سے بیان فرمایا ہے بلکہ اسے حرمِ مکّہ سے بھی اقصی الغایات سے ادا فرمایا ہے۔

منجملہ فضائل مدینہ منوّرہ سے ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ساکنین مدینہ منوّرہ کی تعظیم و تکریم کی وصیّت فرمائی ہے۔ یہ مدعا ایذاء و تخویف اہل مدینہ کے وعید کو بھی ثابت کرتا ہے۔ ان کے سوا بھی اور احادیث اس مضمون میں وارد ہوئے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اَلْمَدِیْنَۃُ مُھَاجَرَتِیْ یعنی مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے وَفِیْھَا مَضْجَعِیْ اور اس میں میری خوابگاہ ہے یہ آپ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتا ہے وَفِیْھَا مَبْعَثِیْ اور یہیں سے مَیں روز قیامت اٹھونگا اور اسی بقعہ منوّرہ پہ ہر روز ستّر ہزار ملائکہ رحمت قبر کے گرد حاضر رہتے ہیں اور مبعوث ہوں گے حَقِیْقٌ عَلٰی اُمَّتِیْ حِفْظُ جِیْرَانِیْ یعنی اہل مدینہ کے حقوق کی رعایت ضروری ہے اور جو کچھ میرے ہمسایہ سے صادر ہو اس کا مواخذہ نہ کریں بلکہ جہاں تک ہو سکے اس سے درگذر کریں

مَا اجْتَنِبُوا الْكَبَائِرَ جب تک یہ لوگ گناہ کبیرہ نہ کریں اور جب ہو جائے تو حق شریعت حق اللہ یا حق العباد میں حد شریعت کو قائم کریں مَنْ حَفِظَهُمْ كُنْتُ لَهُ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يَحْفِظْهُمْ سُقِيَ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ یعنی جو شخص میرے ہمسایوں کی حرمت کو نگاہ رکھے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور سفارش کرنے والا ہوں گا اور جو شخص میرے ہمسایوں کی حرمت پہ نگاہ نہ رکھے گا اسے طینت خبال سے پلایا جائے گا۔ طینت خبال ایک حوض ہے جس میں دوزخیوں کا پیپ اور خون جمع ہوتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا!

منجملہ فضائل مدینہ طیبہ میں سے ہے کہ لَا يُرِيْدُ اَحَدٌ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ كَمَا ذَوْبَ الرَّصَاصُ جو شخص اہل مدینہ سے لڑائی کا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اس طرح گلا دیتا ہے جس طرح سیسا آگ میں گل جاتا ہے یا نمک پانی میں پگھل جاتا ہے لوگوں نے اس سے عذاب آخرت مراد لیا ہے لیکن ظاہر اس کے خلاف پہ ناطق ہے۔ اس لئے کہ مستحق عذاب ہونے کے بعد عذاب آخرت کے لئے تقدیر الٰہی جاری ہوئی ہے جو شخص اہل مدینہ کو ایذا دینے یا لڑائی کرنے کے ارادہ سے چڑھ آئے وہ ادنیٰ مدت میں اس کے وبال میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا کی اَللّٰهُمَّ مَنْ اَرَادَنِيْ وَاَهْلَ بَلَدِيْ بِسُوْءٍ فَعَجِّلْ هَلَاكَهٗ خداوندا! جو شخص میری اور میرے شہر والوں کی برائی کا ارادہ کرے اس کو جلد ہلاک کر۔ چنانچہ وہ واقعے جو یزید بن معاویہ کے زمانہ میں واقع ہوئے ہیں وہ اس حدیث شریف کے مشاہد حال ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اُمرائے فتنہ سے ایک امیر مدینہ میں آیا حضرت جابر بھی اس زمانہ میں مدینہ شریف میں تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے بصارت میں قدرے ضعف تھا۔ لوگوں نے ان سے کہا مصلحت وقت یہی ہے آپ کچھ دن اس ظالم کے سامنے سے الگ رہیں اور اپنے آپ کو اس فتنہ سے بچائیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں بیٹوں کے کندھوں پہ رکھے مدینہ مبارک سے باہر چل دیئے۔ ایک جگہ بسبب ضعف بصارت ٹھوکر کھا کر گر پڑے تو آپ نے فرمایا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرایا ایک بیٹے نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس

طرح ڈرایا جا سکتا ہے حالانکہ آپ دارِ فانی سے دار باقی میں اقامت فرما چکے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظَالِمًا اَخَافَهُ اللّٰهُ وَكَانَتْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اجمعين۔ یعنی جو شخص اہلِ مدینہ کو ظلم سے ڈرائے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ڈرائیگا اس پہ اس اس کے فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہوگی ایک اور حدیث میں ہے، اس کا کوئی عمل خواہ فرض ہو یا نفل ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اور بھی بہت کچھ حدیثیں اس امر کی واقع ہیں۔ سید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ظاہرًا یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس امیر نے حضرت جابر کو ڈرایا تھا وہ بشر بن ارطاۃ تھا اس لئے کہ امام قرطبی نے امام ابن عبد البر سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے بعد قضیہ تحکیم حکمین کے بشر بن ارطاۃ کو فوج کثیر کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا کہ مدینہ والوں سے وہ عہدِ خلافت پہ بیعت لے اور ان دنوں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مدینہ منورہ تھے وہ خوف سے مدینہ چھوڑ کر درگاہ ولایت مآب میں پہنچے اور بشر شہر مدینہ میں داخل ہوا اور کہا اگر عہد امیر المومنین اور ان کا حکم خلاف نہ ہوتا تو میں اس شہر میں ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑتا اور سب کو تحت تیغ سیاست کے گھاٹ اتار دیتا اور پھر سب کو بلا کر حضرت معاویہ کی طرف سے بیعت لینے کو کہا اور بنی سلمہ کی طرف ایک قاصد بھیجا کہ اگر تم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو حاضر نہ کیا تو تم میرے عہد ذاتی سے باہر ہو جاؤ گے اور میری امان تمہیں حاصل نہیں ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ خبر سن کر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور مجلس بشر میں جانے کی ان سے صلاح لی اور کہا کہ یہ بیعت ضلالت ہے اور اس میں امید فلاح نہیں اور ترک میں بھی امان نہیں اب کیا تدبیر کروں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کرہًا و جبرًا بیعت کر لینے کی رخصت دے دی۔ اکثر اہلِ مدینہ اس کے خوف سے بھاگ کر حرۂ بنی سلیم میں چھپ گئے۔ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جو لعن دربارہ ظلم و فساد اہل مدینہ کی بابت وارد ہوا ہے وہ لعن کفار و مشرکین کی طرح نہیں کہ خدا کی رحمت سے یاس مطلق ہو جائے اور دخول جنت کا بھی مستحق نہ سمجھا جائے بلکہ اس لعن کا حاصل یہ ہے کہ خدا کی رحمتِ خاص سے دور ہوتا ہے اور اہلِ قرب کے ساتھ جنت میں ان کی طرح داخل نہیں ہو سکتا اور درحقیقت مقصود تہدید ہے۔ مدینہ منورہ کی بے ادبی اور ترکِ حرمت اور

عظمت ہیں بعض علماء اس حد تک بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں گناہ صغیرہ کا حکم گناہ کبیرہ کے برابر ہے جس طرح بعض علماء کہتے ہیں کہ حرم مکہ میں ایک گناہ کے لاکھ گناہ لکھے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

فصل شہادت حضرت امام حسین بن علی سلام اللہ علیہما کے بعد یزید کے زمانہ میں جو واقعہ ہوا جو نہایت ہی قبیح ہیں ان میں ایک واقعہ حرّہ بھی ہے اس کو حرّہ، زہرہ بھی کہتے ہیں یہ مدینہ طیبہ سے ایک میل دور ایک مقام کا نام ہے۔ اس واقعہ قتل و غارت جنگ و جدل اور ہتک مدینہ منورہ کی ہوئی گو اسکا ذکر قلوب صافیہ کے لئے باعث کدورت ہے مگر چونکہ اس کا وقوع مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صداقت کا مظہر ہے۔ اس لئے اشارۃً اس کا بیان لازمی ہے حضور علیہ السلام نے اس واقعہ کے وقوع سے قبل خبر دی تھی اور فضائل مدینہ بھی بیان فرما دیئے تھے کہ جو شخص اہلِ مدینہ کو ایذا دے اور خوف دلائے تو اس کا عاقبت حال دنیا و آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے۔ بعض علماء نے اس کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ حدیث واقعہ "حرّہ" کی مصدق ہے کہ مدینہ آباد ہو کر ویران ہو گا اور آدمی اس کو چھوڑ دیں گے۔ صحرائی جانوران آکر بسیں گے لیکن تحقیق اور مختار یہ ہے کہ وہ حال قریب قیامت ہو گا جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مؤید ہیں کیونکہ جو حالات و آثار اخبار میں وارد ہیں اس قصہ میں نہیں پائے جاتے جیسا کہ ابن شیبہ کی روایت میں ہے کہ مکہ مکرمہ چالیس برس تک ویران رہے گا اور اس میں وحشی جانور پرندے اور درندے رہیں گے اس کے بعد دو چرواہے قبیلہ مزنیہ کے آکر آپس میں بطور تعجب کہیں گے یہاں کے آدمی کہاں چلے گئے؟ وہ وہاں سوائے لومڑیوں اور عوافی (   ) کے کچھ نہیں دیکھ سکیں گے اس واقعہ کا وقوع آخر زمانہ میں ہو گا اور اس بارہ میں اخبار و آثار صحیح وارد ہوئے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ پہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اہل مدینہ کو مدینہ سے باہر کر دیا جائے گا اصحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون شخص ہے جو باہر کرے گا فرمایا امراء السوءِ یعنی بُرے آدمی۔ بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی ہلاکت قبیلہ قریش کے ہاتھوں ہو گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلّم ایسے وقت کی بابت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تمہیں اس وقت جنگل
اور خلق سے گوشہ نشینی اختیار کرنی چاہیئے۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے
روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں
میری جان ہے کہ مدینہ میں ایک ایسی جنگ ہوگی جس کی وجہ سے دین یہاں سے اس طرح صاف نکل
جائے گا جس طرح سر کے بال مونڈنے سے صاف ہو جاتے ہیں اس دن تم لوگ مدینہ سے باہر نکل
جانا اگرچہ ایک منزل کا فاصلہ بھی ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ فرمایا کرتے تھے یا اللہ مجھے دنیا سے
کے حادثوں اور لڑکوں کی حکومت سے بچا وہ دن آنے سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھا لینا۔ یہ اشارہ
یزید کی طرف تھا کیونکہ وہ بے دولت ۶۰ھ میں تخت شقاوت پر بیٹھا تھا اور واقعہ "حرہ" اس
کے زمان شقاوت نشان میں واقع ہوا تھا۔ واقدی کتاب "حرہ" میں ایوب بن بشر سے روایت کرتے
ہیں کہ حضرت سیّد الانس والجانّ صلی اللہ علیہ وسلّم کسی سفر میں سفر کرتے کرتے جب مقام "حرۂ زہرہ" پر
پہنچے تو کھڑے ہو کر آیت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھی صحابہ کرام نے سمجھا کہ شاید اس سفر
کا انجام اچھا نہیں اور حضور علیہ السّلام کو اس کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ
نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ نے کیا ملاحظہ فرمایا کہ استرجاع فرمایا۔ آپ نے فرمایا
کوئی امر اس سفر میں ایسا نہیں عرض کیا سبب استرجاع کیا ہے آپ نے فرمایا اس "حرہ" سنگستان
میں میری امت کے بہترین امتی میرے صحابہ کے بعد قتل کئے جائیں گے۔ دوسری روایت میں ہے
کہ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس "حرہ" میں میری امت کے بہترین لوگ
مارے جائیں گے اور حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت کعب بن احبار
فرماتے تھے کہ تورات میں ہے کہ مدینہ منوّرہ کے مشرق سنگستان میں امت محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کے کچھ
ایسے لوگ جامِ شہادت پئیں گے۔ قیامت کے دن جن کے منہ چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ
روشن ہوں گے۔ ابن زبالہ سے روایت ہے کہ ایک روز زمانہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہٗ میں خوب
بارش ہوئی۔ آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ کے گرد سیاحت کے لئے گئے، جب مقام "حرہ"
پر پہنچے اس کے ہر طرف آپ نے پانی کی ندیاں بہتی ہوئی دیکھیں تو حضرت کعب بن احبار رضی اللہ
عنہٗ نے جو اس وقت آپ کے ہمراہ تھے قسم کھا کر کہا جس طرح پانی کی سبیلیں یہاں چل رہی ہیں

اسی طرح خون کی بھی یہاں سے سبیلیں چلیں گی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر پوچھا اے کعب یہ کس زمانہ میں ہوگا؟ آپ نے فرمایا اے زبیر کے بیٹے تو اس بات سے ڈر کہ تیرے ہاتھ پاؤں سے واقع نہ ہو۔

جاننا چاہیئے کہ اہل سیر اور تاریخ نے اس واقعہ کو مجملاً و تفصیلاً لکھا ہے ہم اس مقام پر ان لوگوں کی تقریر و تحریر کا حال مفصلاً ترجمہ کر کے لکھتے ہیں تاکہ اصل واقع میں تحریرًا یا تقریرًا تفسیر اور نقصان واقع نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب!

قرطبی کہتے ہیں کہ اہلِ مدینہ سے باہر نکلنے کا سبب جو بعض احادیث میں ہے واقعہ "حرہ" کے باعث ہے کہ مدینہ منورہ پر کمال آبادی رونق کے زمانے میں بقایا صحابہ اور تابعین سے بھرا تھا۔ اس پر حادثے اور فتنے پے در پے آنے لگے اور اہل مدینہ ان فتنوں اور آفتوں کے خوف سے اس جائے پاک سے نقل مکانی کر کے باہر نکلے اور یزید پلید نے مسلم بن عقبہ مرئی کو ایک عظیم شامی فوج دے کر اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا۔ ان بدبختوں نے ان حضرات کو اسی مقام "حرہ" میں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ شہید کر ڈالا اور تین دن تک مسجد نبوی کی ہتک حرمت کی اس لئے اسے واقعہ "حرہ" کہتے ہیں۔ یہ مقام مسجد سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک میل کی دُوری پر واقع ہے اس فتنہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین، انصار و علماء تابعین اخیار کو قتل کیا گیا۔ سوائے معصوم بچوں اور عورتوں کے دس ہزار عوام الناس کو قتل کیا گیا۔ سات سو حافظ قرآن شریف ستانوے قوم قریش کے آدمی درجۂ شہادت کو پہنچے یعنی شہدا کی تعداد بتفصیل ذیل تھی۔

نمبر		تعداد
۱	مہاجرین و انصار علماء تابعین	۱۷۰۰
۲	عوام الناس	۱۰۰۰۰
۳	حفاظ	۷۰۰
۴	قریش	۹۷
	میزان	۱۲۴۹۷

سوائے میدانِ کربلا کے شہداء، بچوں اور عورتوں کے علاوہ مدینہ طیبہ میں بارہ ہزار چار سو ستانوے

حضرات کو یزید کی فوج نے بحکم یزید پلید ظلم وستم سے شہید کیا۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اَعْوَانِہٖ وَاَنْصَارِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اس کے علاوہ ان بدبختوں نے فسق وفساد اور زنا مباح قرار دے دیا یہاں تک لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورت نے اولادِ زنا کے بچّے جنے ان ازلی شقیوں نے مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گھوڑے باندھے اور حضور کے روضہ اور منبر کے مابین مقام کو جس کے متعلق حضور علیہ السّلام نے فرمایا ہے "رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ"۔ گھوڑے لید اور پیشاب کرتے رہے اور لوگوں سے یزید کی جانب سے اس مضمون کی بیعت لی کہ یزید چاہے تم کو بیچے۔ چاہے آزاد کرے۔ چاہے خدا کی عبادت کی طرف بلائے چاہے معصیت کی طرف۔ جب حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا کہ بیعت تو کم از کم قرآن شریف اور سنّت پر لینی چاہیئے تو ان کو یزید نے اسی وقت شہید کر دیا۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اہلِ اخبار نے لکھا ہے کہ مدینہ منوّرہ ان دِنوں آدمیوں سے بالکل خالی ہوگیا تھا وہاں کے پھل پھول نصیب جانوراں صحرا ہو چکے تھے یہاں تک کہ مسجدِ نبوی میں کتّوں نے ڈیرے ڈال دیئے تھے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیشین گوئی کا ظہور بصدق ہوا قرطبی کی کلام کا ترجمہ ختم ہوا۔

طبرانی نے ایک خبر طویل میں عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ بعد انتقال حضرت معاویہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت واطاعتِ یزید سے انکار کر دیا اور اُن کے حق میں گالی گلوچ شروع کر دی تھیں۔ یزید نے یہ سُن کر قسم کھائی کہ واللہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گردن میں طوق ڈالوں گا اس کے بعد اس نے ایک شخص کے ذریعہ انہیں بلوایا اور انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ ایک چاندی کا طوق بنا کر اپنی گردن میں ڈال لیں اور اوپر سے اپنے کپڑے پہن لو تو یقیناً اس کے ہاتھ سے سلامت رہ سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ ہرگز اس کو اس قسم میں سچا نہ کرے گا اور میں ہرگز غیر حق پر نرم نہیں ہونگا جب تک سخت پتھر دانتوں میں نرم نہ ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی دعوت شروع کی اور لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلایا۔ یزید پلید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک جرار لشکر شامی کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ مدینہ طیبہ کے قلع قمع کے لئے مکّہ کی طرف جانا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل

کرنا جب مسلم بن عقبہ مدینہ طیبّہ میں آیا تو سب صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین مدینہ منورہ سے باہر نکل گئے۔ مسلم بن عقبہ وہاں کے باقی لوگوں کو قتل کر کے مکے کی طرف گیا اور راستہ میں مرگیا اور مرتے وقت حصین بن نمیر کندی کو اپنا خلیفہ بنا کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، کے محاصرہ کرنے منجنیق مارنے آگ لگانے کی وصیت کی۔ حصین بن نمیرہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اسے یزید پلید کی موت کی خبر ملی راستہ ہی سے بھاگ گیا اور جس چیز کی خلافت حاصل کی تھی وہ شرمندہ ظہور ہی رہی۔ کلام طبری ختم ہوا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ ۶۲ھ میں یزید نے اپنے چچیرے بھائی عثمان بن ابی سفیان کو کہا کہ وہ لوگوں سے اس کے حق میں بیعت لے۔ اس نے مدینہ کے لوگوں کی ایک جماعت یزید کی طرف بھیجی اور جب وہ لوگ یزید سے واپس مدینہ لوٹے تو انہوں نے یزید کو گالی گلوچ اور برا کہنا شروع کر دیا اور کہا کہ وہ بے دین شارب خمر فاسق کتوں کو پالنے والا ہے۔ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی ہے اس جماعت میں منذر بھی تھے انہوں نے کہا واللہ یزید نے مجھے لاکھ درہم دیئے ہیں اور احسان کیا ہے مگر میں سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دونگا۔ بیشک وہ شرابی تارک الصلوٰۃ ہے۔ یہ سنتے ہی باقی لوگوں نے بھی بیعت توڑ دی اور عبداللہ بن حنظلہ غسیل کے ہاتھ پر بیعت کی اور عثمان بن محمد کو مدینہ سے نکال دیا۔ عبداللہ بن حنظلہ کہتے تھے کہ واللہ ہم یزید کی بیعت سے باہر نہ نکلتے اور ہم اس کے مقابلے کا ارادہ نہ کرتے اگر نہ ڈرتے کہ آسمان سے پتھر برسیں گے۔ ابن جوزی ایک روایت ابوالحسن مدائنی سے نقل کرتے ہیں کہ مدینہ والوں نے یزید کے فسق و فساد ظاہر ہونے کے بعد منبر پر چڑھ کر فسخ بیعت کا اعلان کیا عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی نے اپنی پگڑی اپنے سر سے اتار کر پھینک دی اور کہا اگرچہ یزید نے مجھ پر احسان کیا صلہ اور انعام دیا ہے لیکن وہ دشمن خدا اور ایک ڈھیٹ شرابی یعنی دائم السکر ہے میں نے اپنی بیعت اس سے اس طرح الگ کی جس طرح یہ پگڑی۔ چند دوسرے شخص کھڑے ہوئے انہوں نے اپنی جوتیاں اتار لیں اور یزید کی بیعت سے الگ ہو گئے۔ یہاں تک کہ مجلس پگڑیوں اور جوتیوں سے بھر گئی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مطیع کو قریش پر اور عبداللہ بن حنظلہ کو انصار پر حاکم کیا اور جتنے ہی بنو امیہ تھے سب کو مروان میں محصور کیا۔ جتنی جماعت اس کے ساتھ تھی ان سبھوں نے یزید کو اپنا سارا حال کہلوا بھیجا اور اپنی مدد کو ایک لشکر مانگا تو اس نے مسلم بن عقبہ

کو اہل مدینہ کے قتال پر روانہ کیا یہ بدبخت اگرچہ بوڑھا تھا مگر اہل مدینہ کی خونریزی پہ تل کھڑا ہُوا۔
پھر یزید نے منادی کرائی کہ جو شخص حجاز کا ارادہ کرے گا اس کو گورنمنٹ کی جانب سے اسباب سفر جنگ کے علاوہ سو دینار بطور انعام ملیں گے اس پہ بارہ ہزار آدمی تیار ہو گئے۔ ان سب کو روانہ کر کے ابن فرجانہ کو حکم بھیجا کہ تم عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جا کر لڑو ابن مرجانہ نے حکم میں حکم میں تامل کیا۔ اس نے کہا واللہ میں ایک فاسق کی خاطر فرزندِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقاتلہ اور پھر بعیتُ اللہ ہرگز نہ کروں گا اس نے پھر مسلم بن عقبہ کو بھیجا اور وصیت کی کہ اگر تم کو کوئی حادثہ ہو تو حصین بن نمیر سکونی کو اپنا خلیفہ کرو اور کہا کہ اگر جن پہ تمہیں بھیج رہا ہوں تو تین بار اُن کو دعوت دے اگر قبول نہ کریں تو تُو ان سے لڑائی کر یہاں تک کہ تو اُن پہ غالب آجائے تین روز حرم مدینہ کو مباح کر دے اور جو کچھ وہاں کا مال اسباب ہتھیار کھانا بھی ملے لشکریوں پہ حلال کر دے پھر تین دن کے بعد ان کے قتل سے باز رہ اور علی بن حسین سلام اللہ علیہما سے کچھ تعرض نہ کر کیونکہ انہوں نے اس جماعت سے اتفاق نہیں کیا۔ جب یہ خبر اہل مدینہ کو پہنچی تو سب کے سب اس فساد کو دفع کرنے پہ تیار ہو گیا اور جماعت بنی امیہ سے جو لوگ دارِ مروان میں محصور تھے کہ اگر تم لوگ ہم سے اس بات کا عہد کرو کہ تم مکر و فساد، جاسوسی نہیں کرو گے اور دشمنوں کی مدد بھی نہیں کرو گے تو ہم تم کو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ ہم تم کو اسی وقت قتل کر دیتے ہیں۔ بنو امیہ کے یہ لوگ منافقانہ اقرار کر کے اہل مدینہ کے ہمراہ شامل ہو کر مسلم بن عقبہ کے دفع کرنے کو باہر نکلے۔ مروان بن حکم نے خفیہ طور پہ اپنے بیٹے عبدالملک کو مسلم بن عقبہ کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ یہاں پہنچ کر تین روز جنگ موقوف رکھیں اور تین روز کے بعد اہلِ مدینہ سے مشورہ کیا کیا تدبیر ہے اور کیا کر رہے ہو۔
اہلِ مدینہ نے کہا سوائے لڑائی کے اور چارہ نہیں ہے۔ مروان نے کہا لڑائی مناسب نہیں اس سے فساد زیادہ بڑھے گا۔ مصلحت یہ ہے کہ یزید کے ہاتھ پہ بعیت کر لو اور گردنِ اطاعت اس کے سامنے رکھ دو۔ اہلِ مدینہ کو یہ بات ناپسند آئی وہ سب کے سب لڑائی کے لئے مدینہ سے باہر آ گئے ادھر عبداللہ بن غسیل سوار ہو کر میدانِ جنگ میں دادِ مردانگی دی ادھر مسلم بن عقبہ کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ایک چوٹی پہ بیٹھ کر اپنے لشکریوں کو لڑنے کی رغبت دیتا رہا عبداللہ بن مطیع بھی اپنے سات بیٹوں سمیت خوب مقابلہ کر کے درجۂ شہادت کو حاصل کیا۔ مسلم بن عقبہ نے ان

کا سر مبارک یزید کی طرف بھیجا آخر کار یزیدی غالب آئے ان پلیدوں نے یزید کے حکم کے مطابق تین تک حرم مدینہ کو مباح کیا مال واسباب لوٹا۔ زنا کاری میں مشغول رہے۔ واقدی کہتے ہیں کہ اہلِ مدینہ نے یزید کے لشکریوں کے قریب کے وقت آپس میں مشورہ کر کے ایک خندق مثلِ خندق سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پندرہ روز تک نہایت ہی مشقت اور محنت سے کھودی اور مدینہ طیبہ کے گرداگرد کانٹوں کی باڑ لگوائی دشمنوں کی راہیں ہر طرف سے بند کر کے ہر طرف سے تیر اور پتھر پھینکنے شروع کیے جس سے دشمنوں کو اندر داخل ہونے میں کافی دقت ہوئی۔ مسلم بن عقبہ اس واقعہ سے ڈر کر "سرہ" کے ایک گوشہ میں جا بیٹھا اور مروان کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ اس معرکہ کے سر کرنے میں کوئی حیلہ نکال تاکہ ہم کامیاب ہو جائیں۔ مروان نے بنی حارثہ کے پاس آ کر ان کو کچھ خاص طمع دے کر ایک طرف سے راہ کھلوا دی۔ لشکریانِ یزید اس طرف سے اندر گھس آئے اور اہلِ مدینہ بھی ہر طرف سے سمٹ کر اسی طرف سے مقابلہ اور جنگ میں مشغول ہوئے۔

ابن ابی خثیمہ سندِ صحیح سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے بوڑھے لوگ باتیں کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے اپنی موت کے وقت یزید پلید کو اپنے پاس بلوا کر کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اہلِ مدینہ سے ایک دن نپٹنا پڑے گا تمہیں ضروری ہے کہ تم مسلمہ بن عقبہ کے ذریعہ اس کا علاج کرنا کیونکہ میں اس سے زیادہ ناصح اس معاملہ میں مجھے معلوم نہیں ہوتا۔ جب یزید پلید باپ کی وفات کے بعد تختِ امارت پر بیٹھا تو اسے اس طرح کا واقعہ جس طرح ہم نے بیان کیا ہے پیش آیا اور اس نے باپ کی وصیت پر عمل کیا اور مہم اہلِ مدینہ منورہ کو سرانجام دیا۔ واللہ اعلم!

کہتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت مسلم بن عقبہ کے پاس اپنے قیدی بیٹے کی فریاد لے آئی اور اس کی رہائی کے لیے گریہ وزاری شروع کی کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اس نے حکم دیا کہ فوراً اس کے بیٹے کو رہا کر کے اس کی گردن اڑا کر اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ چنانچہ ایسا عمل کیا گیا اور اس عورت کو کہا گیا کہ تو اپنی خبر مانگ بچوں کی سفارش کرنے چل پڑی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس بدبخت نے اہلِ مدینہ کو تین روز تک قید میں رکھا ان کو کھانا پینا کچھ نہ دیا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ جو کبار تابعین میں سے تھے ان کو مسلم بن عقبہ کے سامنے لایا گیا۔ مسلم بن عقبہ نے انہیں کہا کہ یزید کی بیعت اختیار کر انہوں نے کہا کہ میں نے ابوبکر

اور عمر رضوان اللہ عنہم اجمعین کے طریقہ پر بیعت کی ہے اِس پر اس نے ان کی گردن مار دینے کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان کے جنون کی گواہی دی تو اس نے انہیں چھوڑ دیا۔
مسلم بن عقبہ کو مسرف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قتال اور فساد میں بڑا مسرف اور مفرط تھا۔ واقدی کتاب الحرہ میں نقل کرتے ہیں کہ ایک دن یزید پلید مسرف کے پاس آیا دیکھا کہ وہ مرض فالج میں گرفتار ہے اور بسترِ ہلاکت پر پڑا ہوا ہے تو کہا کہ اگر تجھ پر یہ مرض نہ ہو تو میں اس امر (یورش مدینہ) کا حاکم اور والی تمہیں بناتا کیونکہ میں تجھ سے زیادہ اپنا مخلص اور ناصح کسی دوسرے کو نہیں جانتا اور امیر المومنین یعنی والدِ بزرگوار معاویہ بن ابی سفیان نے مجھے اپنی مرض موت میں وصیت کی ہے کہ اگر تجھے اہلِ حجاز کی بابت کوئی واقعہ پیش آئے تو اس کا علاج مسلم بن عقبہ سے ڈھونڈھنا۔ مسرف یہ بات سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر المومنین تجھ کو قسم ہے کہ کام میرے سوا کسی سے نہ کرانا کیونکہ اہلِ مدینہ کا مجھ سے زیادہ کوئی اور دشمن نہ ہوگا۔ میں نے اس کے بارے میں ایک خواب بھی دیکھا ہے، کہ غرقد کے درختوں میں سے ایک درخت اپنی شاخوں سمیت بقیع میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، کے انتقام میں فریاد کر رہا ہے میں اس درخت کے قریب جا کر دیکھا تو وہ درخت کہہ رہا ہے یہ کام مسلم بن عقبہ کے ہاتھ سے ہوگا۔ اس روز سے میں نے قتال اہلِ مدینہ کی فال لے رکھی ہے اور ان کے قتل کی تمنا دل میں لے رکھی ہے اور اپنے دِل سے قاتلانِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، کے قتل کا انتقام اور ارمان نکالنے کی تسلی دے رکھی ہے۔ یزید نے جب اس کی یہ مستعدی اور کمال رغبت دیکھی تو کہا جلدی کرو اور علیٰ برکت اللہ مدینہ کی جانب متوجہ ہو جاؤ کیونکہ تو ان کا حریف ہے۔ اگر وہ لوگ تمہارے مدینہ کے دخول قبول بیعت اور اطاعت میں سدِّ راہ ہوں تو بے دریغ تیغ شنیع سے چھوٹے سے لے کر بڑے تک کو قتل کرتا جا اور تین روز تک ایک کو بھی نہ چھوڑ اور ان کا سب مال و متاع لوٹ لے اور اگر وہ بیعت اور اطاعت قبول کر لیں تو ان سے تعرض نہ کرنا اور پھر وہاں سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، کی طرف جانا اور ان کا کام تمام کرنا۔
کہتے ہیں کہ یہ مسرف نا عاقبت اندیش شہدائے حرم کو دیکھ کر کہتا تھا کہ باوجود ان لوگوں کے قتل کرنے کے اب بھی میں دوزخ میں جاؤں تو مجھ سے زیادہ اور کوئی بدبخت نہ ہوگا۔
زکوان مولیٰ مروان سے روایت کرتا ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مرض کی دوائی کھا کر کھانا طلب

کیا۔ طبیب نے منع کیا اور کہا کہ ابھی دوائی کھائی ہے غذا ابھی نہ کھائیے ورنہ دوا اثر نہ کرے گی
اس نے کہا کہ اب میں جینے کی تمنا کس لئے کروں؟ میں نے قاتلانِ عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کو
مار کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیا ہے میری تمنائے دل پوری ہو چکی ہے اب سوائے موت کے مجھے کوئی
چیز محبوب نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ناپاکوں کے قتل کرنے سے مجھ کو سب گناہوں
سے پاک کر دیا ہے۔

سیّد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ بات اس بدبخت کی نہایت کمال حماقت۔ جہالت
اور شقاوت پر مبنی ہے اس لئے کہ ایک ایسی مرحومہ جماعت کا قتل ایک ایسا جرم اور گناہ ہے
کہ اس کے وبال اور نکال سے اس نالائق کو چھوٹنا محال اور مشکل ہوگا بخشا جانا تو ایک امر محال
ہے یا خواب و خیال ہے۔

منجملہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہیں جبراً قتل کیا گیا۔ ایک تو عبداللہ بن حنظلہ غسیل رضی اللہ عنہ
ہیں جو اپنے سات بیٹوں سمیت شہید ہوئے اور عبداللہ بن زید حاکیٔ وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور معقل بن سنان جو فتح مکہ کے وقت حاضر تھے اور اپنی قوم کا جھنڈا ان ہی کے ہاتھوں میں تھا
وغیرہ وغیرہ۔

نقل کرتے ہیں کہ مسرف شقی اور مروان بن الحکم شہدائے حرم کی لاشوں کے گرد بطور سیر و
تماشا پھرتے پھرتے جا رہے تھے اچانک ان کی نگاہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل رضی اللہ عنہ پہ پڑی
جو اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ مروان نے کہا واللہ تو نے بعد موت
اگر انگلی آسمان کی طرف اٹھائی ہے تو ہم نے کس قدر انگلیاں اپنی حیات میں تمہارے ہاتھوں سے
(ظلم سے) آسمان کی طرف نہیں اٹھائی تھیں اور خدا کی درگاہ میں کتنی عاجزی اور زاری نہیں کی
اور کتنی دعائیں نہیں مانگیں۔ ایک آدمی نے جب باتیں سنیں تو کہا اگر اس جماعت کا حال ایسا ہے
جیسا تو کہہ رہا ہے تو ہم سب کی دعائیں قتلِ اہلِ جنّت کے حق میں تھیں وہ بولا یہ لوگ مخالفِ
دین تھے انہوں نے عہدِ دین توڑ دیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد مروان یزید کے پاس گیا۔ یزید نے اس
کا بہت شکریہ ادا کیا اور اس کو اپنا خاص مقرب بنا دیا۔

ابن جوزی اپنی سند متصل با ابن مسیب فرماتے ہیں کہ ان دنوں جن دنوں واقعہ "حرہ" پیش

آیا تھا میرے سوا کوئی شخص مسجد شریف میں حاضر نہیں رہتا تھا۔ اہل شام مسجد میں آکر مجھے دیکھتے اور کہتے یہ بڈھا دیوانہ یہاں کیا کرتا ہے کوئی وقت نماز ایسا نہ آتا تھا کہ میں حجرہ شریفہ سے آذان کی آواز اور اقامت نہ سنتا اور اسی آذان اور اقامت سے میں نماز پڑھتا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا اس واقعہ میں ایک بڑا قبیح امر یہ ہوا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان ناعاقبت اندیشوں نے گستاخی کی تھی۔ کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کی ریش مبارک جڑھ سے نوچی ہوئی ہے لوگوں نے پوچھا کہ کیا صورت ہے کیا آپ اپنی ڈاڑھی سے کھیلا کرتے ہیں اور نوچا کرتے تب انہوں نے فرمایا نہیں یہ مجھ پہ اہل شام کا ظلم ہوا ہے۔ واقعہ "حرہ" میں ایک جماعت شامیوں کی میرے گھر گھس آئی اور جو کچھ مال متاع اور اسباب تھا سب لوٹ لے گئی۔ اس کے بعد دوسری جماعت گھسی انہوں نے جب میرے گھر میں کچھ نہ پایا تو غصہ میں آکر باری باری میری ڈاڑھی اکھیڑ کر اس حال میں کر دی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو۔ غرضیکہ اس واقعہ میں ظالموں نے خارج کیا اذیتیں پہنچائیں اور ان شقیوں سے اور بھی بہت سے ایسے واقعات جگر دوز واقع ہوئے ہیں۔ اب ان ظالموں کے خاتمہ خسران کا حال بھی ذرا سنتے جائیے!

نقل ہے کہ جب مسلم بن عقبہ مسرف بدکردار جبر واکراہ سے اہل مدینہ کی بیعت یزید پلید کے حق میں لے رہا تھا۔ اکثر لوگوں نے تو خوف سے بیعت کی اور اطاعت قبول کر لی۔ ان میں ایک شخص جو قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا تھا نے کہا کہ میں نے بیعت اطاعت پر کی ہے معصیت پہ نہیں کی مسرف نے اس کی بیعت قبول نہ کی اور اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ جب وہ قتل ہو گئے تو اُن کی والدہ نے قسم کھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس پہ قدرت دلوائے تو واللہ میں اس کو مردہ یا زندہ جلوا دُوں۔ جاننا چاہیئے کہ جب مسرف قتل اور لوٹ مار مدینہ سے فارغ ہوا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے روانہ ہوا، وہ مکہ کے راستہ میں تین روز کے بعد جس مرض میں مبتلا تھا اسی سے واصل جہنم ہوا وہ نیک بی بی اپنے عہد کے مطابق چند غلام لے کر تین روز بعد اس کی قبر پہ گئی کہ اس کو قبر سے نکال کر اپنی قسم پوری کرے۔ جب اس کی قبر کھود دی تو دیکھا ایک اژدہا مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کے ناک کی ہڈی چوس رہا ہے۔ سب لوگ یہ حال دیکھ کر خوف سے دوڑے اور اس بی بی کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کے اعمال کی سزا دی

ہے اور تمہاری طرف سے انتقام لے ہی لیا بس یہی عذاب اس پر کافی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں واللہ جب تک میں اپنا عہد جو خدا سے کیا ہے پورا نہ کر لونگی ہرگز درگزر نہ کرونگی۔ اس نے کہا اسے پاؤں سے نکالو مگر اس طرف بھی اژدہا پایا۔ پھر اس بی بی نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھ کر حق تعالیٰ سے دُعا کی الٰہی! تو جانتا ہے کہ میرا غصہ مسلم بن عقبہ پر تیری رضا کے لئے تھا۔ مجھے فرصت دے کہ میں اس کو نکال کر گڑھے میں جلا دوں۔ اس کے بعد ایک لکڑی لے کر سانپ کی دم پر ماری وہ گم ہوگیا پھر اس کی لاش نکلوائی اور جلوا دی۔ واقدی کہتے ہیں کہ وہ بی بی میری تحقیق میں یزید بن عبداللہ بن زمعہ کی ماں تھیں جب مسرف مدینہ سے مکہ کی طرف حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے نکلا یہ بی بی اپنی قوم کے ساتھ الگ الگ مسرف کے پیچھے دو دن منزلوں تک رہی مگر جب اس نے اس کے موت کی خبر سُنی آپہنچیں اور اس کو قبر سے نکلوا کر سُولی پہ رکھدیا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے مسرف کو دار پہ دیکھا ہمیں بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے اس کو دار پہ سنگسار بھی کیا اور جلانے کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ شاید سولی پہ رکھنے کے ایک[1] دو[2] دن بعد جلا دیا گیا ہو اور جس شخص نے جلانے کا حال بیان نہیں کیا غالباً اس نے جلانے سے قبل اسے سُولی پہ دیکھا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب!

قرطبی کہتے ہیں کہ مسرف اس واقعہ "حرہ" کے کوئی تین دن بعد مرگیا۔ مدینہ منورہ کے راہ میں اس کا پیٹ خون اور پیپ سے بھر گیا سخت بُری حالت میں مرا لیکن عالم بے حیائی میں حماقتِ قلبی سے کہتا تھا کہ خداوندا مجھ سے بعد کلمہ شہادت کے کوئی ایسا نیک عمل جو مجھے محبوب ہو سوائے قتل اہلِ مدینہ کے نہیں ہوا۔ اب اگر تو مجھے باوجود ایسے نیک عمل کرنے کے بھی جہنم میں داخل فرمائے تو میرے جیسا کوئی بدبخت نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اس نے حصین بن نمیر سکونی کو طلب کیا اور کہا۔ تجھ کو امیر المومنین (یزید پلید) نے میرے بعد والی اور حاکم کیا ہے۔ جلد مکہ معظمہ عبداللہ بن زبیرؓ کو موت کی میٹھی نیند سلاؤ اور اس سے لڑنے میں کمی نہ کرو منجنیق نصب کر کے پتھروں سے مارو اور اگر وہ خانہ کعبہ میں جا گھسے تو کچھ پرواہ نہ کرو اور منجنیق چلاتے جاؤ۔ حصین بن نمیر نے اس کی وصیت کے مطابق چوبیس روز مکہ شریف کو گھیرے رکھا اور شدید قتال کیا اور منجنیق کعبۃ اللہ کی طرف پھینکی۔ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایک شخص تھا جس نے اپنے نیزے کے سرے پہ آگ لگا

دی تھی یکایک ایسی تیز ہوا چلی کہ اس سے کعبہ میں آگ لگ گئی. اسی اثنا میں یزید پلید کے واصل جہنم ہونے کی اطلاع ملی کہ وہ بعارضہ ذات الجنب جہنم رسید ہو چکا ہے۔ یہ خبر پہنچتے ہی اہلِ شام اور بنوامیہ میں پریشانی پڑ گئی۔ سب کے سب رسوا خوار اور شکست کھا کر بھاگے واقعہ حرہ بروز چہار شنبہ ۲۷ یا ۲۸ ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا اور موت مسلم بن عقبہ غرہ محرم ۶۴ھ میں ہوئی۔ قتال مکہ اور پتھراؤ بیت منجنیق سے روز شنبہ ۳ ربیع الاوّل موت یزید پلید یکم ربیع الثانی کو بعد واقعہ حرہ ہوا۔ سمہودی نے کتاب وفا میں ذکر اسی طرح کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب!

فصل منجملہ وقائع غریبیہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلدہ شریف کی بابت ارشاد فرمائے ہیں اور وہ مطابق ارشاد ظہور ہوئے ہیں ایک واقعہ نارِ حجاز ہے جو اس دیار عظمت شعار میں واقع ہوئی اور اس زمین کرامت نشان کی عظمت پہ دلالت کرتی ہے اس کے وقوع کی حکمت یہ تھی کہ سرزمین رحمت اور شفاعت کی جگہ ہے اور ایسے مقام میں ایسے امر کا ظاہر ہونا خالی از تخویف اور عبرت نہیں اس حکمت کے ظاہر ہونے اور اس مقصود کے ظاہر ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے دریائے رحمت نے اس نارِ غضب کو بجھا دیا۔

قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یکم جمادی الاوّل ۶۵۴ھ سے تیسری جمادی الآخر تک مدینہ منورہ میں بڑے بڑے زلزلے آئے جو بادل کیطرح گرجتے تھے جن سے تمام مکانوں کے در و دیوار ہلنے لگے یہانتک کہ ایک رات میں یہ واقعہ چودہ یا اٹھارہ بار واقع ہوا اور تیسرے ماہ مذکور کو بعد نماز عشاء کے ایک آگ حجاز کی طرف سے ظاہر ہوئی آگ گویا ایک برج دار قلعہ یا وسیع شہر کی مانند تھی گویا آدمیوں کی جماعت اس کو کھینچ رہی ہے جس پہاڑ سے گذرتی اسے راکھ کر دیتی رانگ کی طرح پگھلاتی بادل کی طرح گرجتی دریا کی طرح جوش مارتی اور گویا اس سے سُرخ اور نیلی نہریں نکلتی ہیں اور مدینہ منوّرہ کے قریب پہنچتی ہے اور اس کے ساتھ ایک ٹھنڈی ہوا بھی مدینہ کی طرف آتی ہے۔ قسطلانی جو اس زمانہ والوں میں سے ہیں کہتے ہیں کہ اس آگ کی لپیٹیں جنگلوں کے اطراف و جوانب میں پھیل گئیں۔ حرمِ نبوی اور دیگر تمام مدینہ کے مکانات کو اس آگ نے مثل نور آفتاب روشن کر دیا تھا۔ لوگ رات کو اس آگ کی روشنی میں کام کرتے تھے ان دنوں آفتاب و مہتاب کی روشنی بیکار ہو گئی تھی گویا گرہن لگ چکا ہو بعض لوگوں نے اسی آگ مدینہ کو یمن اور بصرہ میں بھی دیکھا۔ حضور علیہ السّلام کی ایک حدیث اس امر

کی مصدق ہے کہ حجاز کی جانب سے ایک ایسی آگ نکلے گی کہ اس سے اونٹوں کی گردنیں بصرہ میں دکھائی دیں گی۔ مورخ کہتے ہیں کہ اس کی لمبائی ایک فرلانگ اور چوڑائی چار میل گہرائی جس کی بقدر ڈیڑھ آدمی کا قد اس کی رفتار سیل (چھل) کی مانند تھی اور دریا کی طرح موجیں مار رہی تھی۔ اس کی گرمی سے جتنے پتھر پگھلے تھے وہ راستہ میں ایک سد کی مانند آپڑے تھے جس کی وجہ سے اعرابی اور مویشی کافی مدت تک اس سے نہ گذر سکے۔ اس میں بھی حکمت تھی کہ اکثر حملہ آوران مدینہ یا مفسدین کی آمد اسی راستہ سے تھی جس سے ان دشمنوں کی آمد موقوف ہوئی

تو مپندار کہ در کار خداوند خطا است زانکہ او ہرچہ کند عین صلاح ست و صواب

مختصر اینکہ اس آگ کے عجائبات احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ جمال مطری جو مدینہ منورہ کے مورخین میں سے ہے لکھتا ہے کہ آگ کے عجائبات یہ تھے کہ وہ پتھر کو کھا لیتی تھی مگر درختوں پر کچھ اثر نہیں کرتی تھی کہتے ہیں کہ امیر عزیز الدین والی مدینہ کے غلام کہتے تھے کہ مجھے ایک اور شخص کو امیر مذکور نے اس آگ کی خبر کو بھیجا ہم دونوں اس آگ کے قریب پہنچے ہمیں اس کی کچھ حرارت تک محسوس نہ ہوئی مگر پہاڑوں کو پگھلاتی جا رہی تھی میں نے ایک تیر ترکش سے نکال کر اپنا ہاتھ ادھر کو پھیلایا تیر کے پر تو جل گئے مگر لکڑی نہ جلی اس جگہ مطری کہتے ہیں۔ اس بات کے سننے سے میرے ذہن میں ایک معنیٰ پیدا ہو گیا گویا آگ کا درختوں کو نہ کھانا آثار تحریم نبوی سے ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمیع مخلوقات کو مدینہ منورہ کے حرم کی تعظیم اور رعایت ادب کا حکم فرمایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لیکن قسطلانی فرماتے ہیں کہ آگ کی شدت حرارت سے دو تیر کے فاصلہ تک تو کسی کو نزدیک جانے کی مجال نہ تھی اس کی حرارت کی موجیں ہیبت ناک فوجوں کی مانند تھیں اور ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ایک معتبر آدمی سے سنا ہے کہ وادی میں ایک بڑا پتھر پڑا تھا جس کا نصف حصہ تو حرم کے اندر اور نصف باہر تھا باہر کا حصہ تو آگ میں خاکستر ہو گیا مگر نصف اندر کے حصہ تک جب آگ پہنچی تو بجھ گئی اس روایت کو جمال مطری بھی بیان کرتے ہیں۔ کلام قسطلانی میں ظاہرا منافات معلوم ہوتی ہے۔ سید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قسطلانی کا کلام قبولیت کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے کیونکہ وہ اس زمانہ والوں میں سے ہیں انہوں نے آگ کے احوال کو اپنے مشاہدے سے معلوم کیا ہے اور ایک کتاب بھی انہوں نے اس آگ کے احوال میں

نہایت تفصیل سے لکھی ہے اور پتھر کا آدھا جلنا اور آدھا نہ جلنا۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
کے معجزات سے ہے جو اتنے زمانہ کے بعد ظاہر ہوا اور حضرت شیخؒ[1] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
جب یہ آگ اللہ تعالیٰ کی آیات اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے تو یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ مختلف اوقات میں متعدد اشخاص پر مختلف احوال ظاہر ہوں بعضوں کو بہت گرم معلوم ہو
اور بعضوں کو سرد یہ بات چنداں بعید نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بشیر و نذیر حبیب صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم کے اعجاز سے کچھ عجیب نہیں۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ۔

آگ کے اثر نہ کرنے پر متعلقات حرم شریف میں دونوں کلام متفق ہیں لکھتے ہیں کہ قاضی اور
امیر مدینہ سب اہلِ مدینہ کے ساتھ جمع ہو کر خدا تعالیٰ کی درگاہ میں گریہ و زاری میں مشغول ہوئے اور
ردّ مظالم اور اقرار حقوق میں کوشش کی غلاموں کو آزاد کیا تاکہ دریائے مغفرت الٰہی جوش میں آوے
شب جمعہ اور شنبہ کو سب مدینے والے بیوی بچے چھوٹے بڑے جمع ہو کر حرم شریف میں رہائش
کی اور حجرۂ شریفہ کے گرد برہنہ سر ہو کر گریہ و زاری حق سبحانہ بجا لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس آگ کا منہ شمال کی طرف پھیر دیا اور اس بلدہ شریفہ والوں کو اپنی
رحمت کا امیدوار ٹھہرایا۔ آگ کی لپٹیں جو سارے جنگلوں میں پھیلی تھیں وہ بھی اسی طرف پھر گئیں۔
مؤرخین اس آگ کے قیام کی مدت تین ماہ بیان کرتے ہیں قسطلانی کہتے ہیں کہ اس کی ابتداء روز جمعہ
چھ جمادی الآخر کو ہوئی اور انتہا روز یکشنبہ ۲۷ رجب کو اور ان کا مجموعہ باون دن ہوتے ہیں۔ ان
دونوں حکائیتوں میں بھی مخالفت ہے لیکن یہ بھی ہے کہ چند روز تک ایسا رہا کہ وہ آگ کبھی بلند
ہوتی تھی اور کبھی ہلکی پڑتی تھی۔ ممکن ہے کہ قسطلانی نے اس کے غلبہ کو بیان کیا ہو مگر دیگر مؤرخین نے
اس کے بجھنے اور بے نشان ہونے تک کی مدت کو لکھا ہو۔ یہ بیان اسی آگ کا تھا کہ دارالابرار
میں ظاہر ہوئی اور سیدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کسی طرح کا صدمہ نہ پہنچا اور کوئی آفت
نہ ظاہر ہوئی۔ اسی سال آگ کے اور بھی طرح طرح کے عجیب واقعات دنیا میں ظاہر ہوئے چنانچہ
دجلہ بغداد میں اس قدر طغیانی پہ آیا کہ بہت سے مکانات گر گئے اور بڑی بڑی عمارتیں غرق ہو گئیں

---

[1] شیخ سے مراد مصنف کتاب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس آگ کے ظہور سے دوسرے سال مدینۃ الاسلام بغداد میں ایک قیامت کبریٰ قائم ہوئی یعنی لشکر تاتار نے خروج کیا اور خلیفہ عباسی معتصم باللہ کو مع دوسرے مسلمانوں کے شہید کیا گیا۔ ایک مہینہ سے زیادہ مسلمانوں کے سروں پہ کافروں کی تلواریں تنی رہیں۔ علوم دین کی کتابیں گھوڑوں کے نیچے روندی گئیں۔ مدرسہ مستنصریہ میں اینٹوں کی جگہ کتابیں گھوڑوں کے نیچے بچھائی گئیں۔ بغداد آدمیوں سے بالکل خالی ہو گیا۔ آگ اس طرح لگی کہ دار الخلافہ کے اکثر مقامات مقبرہ جات، مدفن خلفائے بغداد اور بہ مکیوں کے بڑے بڑے مکانات جل کر خاکستر ہو گئے۔ وبا بڑی شدت سے آئی اسی وقت سے خلافت خلفائے عباسیہ منقطع ہو گئی وَلِلّٰہِ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ لَہُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔

عجائبات قدرت خداوندی سے ایک بات یہ بھی ہے کہ آگ بجھ جانے کے بعد بعض اسباب سے مسجد نبوی میں آگ لگ گئی تاکہ لوگ جان لیں کہ خدا کی قدرت کی کنہہ دریافت کرنا طاقت بشری سے باہر ہے۔ بندوں کو سوائے تسلیم و رضا کے چارہ نہیں۔ مصرعہ۔ کند ہر چہ خواہد بروے حکم نیست لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ چونکہ آگ غیب سے بقی عالم قدرت سے پردۂ اسباب عادی کے باہر اس سے مدینہ منورہ کا بچ جانا اس کے شرف امتیازنہ کو ظاہر کرتا ہے لیکن اسباب عادی اس واسطے وضع کئے گئے ہیں کہ مسبباب اس پہ مرتب ہوں ظہور اس کے آثار کا چنداں غریب نہیں ہے جتنا غیر عادی سے غریب ہے اور اسی طرح اگر کوئی آدمی نبی کا یا کسی ولی کی ولایت کا انکار کرے اور اس کا بدن اسی نبی کے معجزے یا اسی ولی کی ولایت سے زندہ ہو تو درجۂ نبوت اور مرتبۂ ولایت کے ثابت ہونے میں قدح نہ کرے گا لیکن اگر کوئی پتھر یا حیوان اس انکار سے ناطق ہو البتہ فارغ ہو گا کیونکہ یہ پردۂ غیب سے ہے اور دائرہ اسباب سے باہر ہے۔

باب سوم

قدیم باشندگان مدینہ منورہ

علمائے سیر و تاریخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ لوگ

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے اُترے تو کُل تعداد میں اسی آدمی تھے تو وہ بابل کی طرف دس روز میں بارہ فرسنگ تک پھیل گئے اس مقام میں وطنیت کی بنیاد ڈالی توالدو تناسل سے ان کی ایک کثیر جماعت بن گئی اور سب نے جمع ہو کہ نمرود بن کنعان بن حام کو اپنا بادشاہ بنایا۔ جب ان میں کفرو کافری کی رسم شروع ہوئی تو ان میں اختلاف و تفریق شروع ہو گیا اور ہر ایک ایک طرف کو چلا گیا اور بہتر زبانیں ایجاد ہو گئیں۔ ان میں سے ایک جماعت نے جو سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے الہام سے زبان عربی ایجاد کی اور مدینہ منورہ کی بابرکت زمین پہ رہنا اختیار کیا۔ پہلے پہل جن لوگوں نے زمین پہ زراعت کی اور زمین پہ درخت لگائے یہی لوگ تھے۔ ان کو عمالقہ و عمالیق کہتے ہیں۔ کیونکہ عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھے۔ بہت مدّت کے بعد ان کے املاک اموال بہت سے ملک اور سلطنتیں ان کے ہاتھ لگیں۔ درمیان بحرین و عمان حجاز شام اور مصر تک انکا تصرّف ہوا۔ شام کے جبابرہ اور مصر کے فراعنہ ان ہی کی اولاد ہیں اور زمین حجاز میں ارقم بن ارقم ان کا بادشاہ تھا۔ ان کی عمریں بہت دراز اور ان کے عیش فراغ ہوئے یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ چار چار سو سال تک ان کے ہاں جنازہ تک نہ اٹھتا تھا اور رونے کی آواز تک بھی کوئی نہیں سنتا تھا۔ عمالقہ کے بعد اس سرزمین پہ یہودیوں نے اپنا وطن بنایا۔ علمائے تاریخ اس بارہ میں مختلف ہیں کہ مدینہ میں یہودیوں کے اترنے اور رہنے کا کیا سبب ہوا۔ زرین رحمۃ اللہ علیہ جو اکابرہ علمائے حدیث سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث بنائے مدینہ منوّرہ کی سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ غسیل رضی اللہ عنہ سے سُنی اور اسی کے مطابق ایک اور روایت بھی بواسطہ رجال قریش عبداللہ بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم چونکہ مادہ اتفاق کا ان میں صورت اختلاف سے زیادہ تھا میں نے دونوں کا مضمون اکٹھا کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مکہ میں آئے تو بنی اسرائیل سے بہت سے طائفے ان کے ساتھ تھے۔ حج کے بعد وقتِ روانگی میں ان کا گذر سرزمین مدینہ سے ہوا۔ چونکہ انہوں نے توریت میں مدینہ عالیہ کے متعلق وطن بنی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ سلّم کا نام سنا ہوا تھا۔ اس لئے ان میں سے چند ایک گروہ نے آپس میں مشورہ کر کے موسیٰ علیہ السّلام کی رفاقت چھوڑ کر اس سرزمین میں رہائش پسند کی۔ اعراب کی ایک جماعت نے جو بلادِ حجاز کے گرد رہا کرتے تھے ان کے ساتھ موافقت

کہ ہی اور ان کا مذہب اختیار کیا۔ اس قول کی رُو سے یہودیوں کا رہنا پہلے ثابت ہوتا ہے۔ اصحاب تاریخ کے نزدیک رجحان پہلی خبر کو ہے یعنی یہود سے پہلے عمالقہ رہتے تھے۔ یہودیوں نے ان سے بعد سکونت اختیار کی۔ واللہ اعلم بالصواب!

ابن زبالہ اپنی سند میں عروہ بن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب عمالقہ ان بلاد میں پھیل گئے اور مکہ مدینہ اور حجاز وغیرہ ان کے تصرف میں آگیا تو گناہ و تنکیر طغیان عنود و عصیان جو حکومت کے لئے لازمی ہے انہوں نے اختیار کر لیا۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد غرق فرعون فتح بلاد شام و ہلاک کنعانیاں ایک لشکر عظیم عمالقہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ سب کا استیصال کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے جب مُوسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قوم پر غلبہ و فتح عطا فرمائی تو بحکم رسالت ان تمام کو معہ ان کے بادشاہ ارقم ابن ابی الارقم سب کو قتل کر ڈالا ان میں ایک جوان نہایت ہی حسین و جمیل تھا جس کی شکل و صورت دیکھ کر انہوں نے اسے کچھ نہ کہا اور بصورت تقاضائے بشری اس کے قتل میں توقف کیا اور دربار رسالت میں جدید حکم کے طالب ہوئے۔ اتفاقاً ان کے حاضر ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام وصال فرما گئے۔ جب بنی اسرائیل نے لشکر موصوبہ کے فتحیاب واپس ہونے کی خبر سُنی تو وہ خوشی سے ان کے استقبال کو آئے اور کیفیت حال دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ سوائے اس حسین و جمیل آدمی کے جس کو ہم ہمراہ لائے ہیں باقی تمام مردوں کو سوائے عورتوں اور بچوں کے قتل کر دیا ہے۔ بنی اسرائیل یہ بات سن کر ان سے نہایت بیزار ہوئے کہ تم نے خلاف پیغمبر کیا اس جوان کو بھی داخل عموم کرتے اس کو کیوں نہ قتل کیا اب ہم میں تمہاری جگہ نہیں ہے۔ تب لشکریوں نے آپس میں کہا کہ اس تقدیر پر ہم لوگوں کو جہاں سے ہم آئے تھے وہاں سے بہتر اور جگہ نہ ملے گی پس یہ سب کے سب حجاز کو چلے آئے اور وہیں مقیم ہوئے۔ عمالقہ کے ہلاک ہونے کی یہی وجہ تھی اور حجاز میں یہود کے رہنے کی وجہ بھی یہی ہے

ابن زبالہ یہ بھی کہتے ہیں کہ طبری نے جو کچھ کہا ہے اصح ہے کہ بنی اسرائیل زمین حجاز میں بخت نصر کے واقعہ میں آئے جس وقت اس نے بلاد شام میں دخل کیا اور بیت المقدس کو برباد کیا۔ بعض ارباب سیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل پر بخت نصر نے نہایت ہی ظلم کیا تو انہوں نے سوائے عرب چلے آنے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا علمائے اور احبار

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نعت مبارک اپنی کتاب میں پڑھتے تھے کہ پیغمبر آخر الزمان ایسے صفات حمیدہ کے ساتھ قرای عرب کے کسی قریے میں کہ جس کو ذات النخل کہتے ہیں ظہور فرمائے گا جب یہ لوگ شام کے شہروں سے باہر ہوئے تو قری عرب کے جس قریہ میں ایک شمہ بھی صفات قریہ محمدیہ سے پاتے تو وہاں فروکش ہوتے تھے۔ اسی طرح جب چلتے چلتے یثرب میں پہنچے تو سارے یثرب کو صفات مذکورہ سے متصف پایا۔ ان میں سے ایک جماعت جو اولاد ہارون علیہ السلام سے تھی اس نے یثرب میں رہنا قبول کیا اور کبھو نواح خیبر وغیرہ میں ٹھہرے۔ جب ان میں کوئی مرنے لگتا تو اپنی اولاد کو اس قسم کا وصیت نامہ لکھ کر دے جاتا کہ اگر تم سید الاوّلین والآخرین کے زمانہ مبارک کو پاؤ تو خبردار ان کی اطاعت اور بیعت سے منہ نہ پھیرنا۔ لیکن تقدیر خداوندی سے کوئی چارہ نہیں۔ بعد طلوع آفتاب عالم تاب نبوت رسالت کے مشرق بطحی سے انصار نے اس نصیحت کے لینے میں سبقت کی جس کی تفصیل آگے آئے گی لیکن یہود نا عاقبت محمود کو اس بات سے حسد ہوا جو نکال اور وبال ابدی میں گرفتار ہوئے۔ پہلے یہود انصار سے بوقت نزاع کہا کرتے تھے کہ کل نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلّم ظاہر ہوں گے۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تم سے نپٹیں گے۔ سعادت ازلی انصار کی مددگار تھی معاملہ برعکس ہوا۔ وہ سعادت انصار کو ملی جس کے یہود متوقع تھے۔ ع این کار دوست است کنوں تا کرا رسد !

بیت

سعادت بہ بخشائش داور ست　　نہ برکتف و بازوئے زور آور ست

ابن شیبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام حج ادا کر کے دیار شام کو متوجہ ہوئے اور ان کا گذر مدینہ منورہ سے ہوا تو چند یہود بے بہبود کے خوف سے آپ اپنا اسباب اقامت ان سے اٹھا کر جبل احد پہ جا ٹھہرے۔ اسی اثنا میں مدت حیات حضرت ہارون علیہ السلام آخر ہوئی قاصد اجل درگاہ سلطان ازل سے آن پہنچا۔ موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اسی پہاڑ پہ ایک قبر کھودی اور کہا اے برادر تیری موت قریب آ چکی ہے۔ اب تو اس عالم کی طرف متوجہ ہو حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ السلام اپنی حالت زندگی میں قبر شریف میں جا لیٹے اور وہیں آپ کی روح مبارک قبض کی گئی۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام

ان کی قبر کو چھپا کر روانہ ہو چلے۔ واللہ اعلم!

اکثر قبائل یہود کی سکونت مدینہ کے باہر مسجد قبا کے اِرد گرد تھی اور نہایت ہی عیش سے گذران کیا کرتے تھے۔ قادر ذوالجلال کی حکمت سے اوس اور خزرج نے ان یہودیوں پر چھاپا مارا اور ان کا کام تمام کیا۔

بعد حذف روایات و قطع نظر بیان اختلافات انصار کا یہود پر چھاپا مارنے کا قصہ خلاصتہً یہ

فصل ہے کہ یعرب بن قحطان کی ایک قوم جو بقول اکثر مؤرخین ستائخ بن ارفخشد بن سام بن نوح کا بیٹا تھا۔ ولایت یمن کی ارض سبا میں جسے خدا نے قرآن مجید میں بلدہ طیبہ کو موسوم فرمایا ہے عیش اور خوشی کی زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ مارب سے سرزمین شام تک بمطابق بیان قرآن شریف سب موضعے اور قریے باغات اور عمارات پر مشتمل تھے۔ ایسی آبادی تھی کہ مسافروں کو زاد راہ لینے کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ میوہ جات اس کثرت سے تھے کہ ضعیف لوگ اپنے گھروں سے ٹوکریاں اپنے سروں پر رکھ کر ہاتھوں سے رسیاں بٹتے ہوئے درختوں کے نیچے سے گذرتے تھے اور ٹوکریاں ان کے ہلائے بغیر پھلوں سے بھر جاتی تھیں۔ اس کیفیت کی سرزمین دو مہینے کی راہ تک طول و عرض میں آباد تھی اور وہاں کے آدمی کلمہ توحید پر متفق تھے، امن و امان سے رہتے تھے۔ چونکہ کفران نعمتی آدمی کے خمیر میں داخل ہے۔ اس نعمت کی قدر نہ پہچان کر خدا سے انہوں نے عرض کی کہ اس ملک میں آبادی اور عمارات کم ہوئیں تاکہ وہ اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ ان منازل کو طے کیا کریں اور اسباب زادِ راہ اٹھا کر لے جایا کریں کیونکہ اس میں لطف بہت ہے۔ قادر مطلق جل جلالہٗ نے ان کی دعا قبول کی اور لشکر قہر ان کے بلاد کی طرف بھیج کر ان کے انتظام عیش و عشرت کو برہم کر دیا لَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ۔ سیل ارم جس کو بعض علماء شدید بارش سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض فنا ریز ملخ مار کے ساتھ ان کے دیار کی طرف روانہ ہو گئی اور وہ سد جو طول میں فرسخ در فرسخ تھی کہ بعضوں کے نزدیک اس کا بانی لقمان اکبر عادی جس نے ساری ولایت یمن کی سیلیں روکنے کو بنائی تھی بعضوں کے نزدیک سبا بن یشجب ہے اور سیل کے زور سے ٹوٹ گئی اور یہ حال ہوا کہ جس پتھر کو پچاس آدمی قوت دار نہ اُلٹ سکتے تھے ایک ملخ اس سد سے اکھیڑ دیتی تھی۔ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ عَذَابِ اللّٰہِ۔ اولاد کیلان بن سبا اکابر رؤسائے یمن سے تھے اور ان میں سے عمرو بن عامر ماء السماء

رئیس اعظم تھا اس کی طریفۂ حمیریہ نامی کاہنہ تھی اس نے اپنی کہانت سے بعض علامات اور آثار سد
ٹوٹنے کے دریافت کر کے پہلے سے خبر دی عمرو نے سنتے ہی اس ملک سے نکل جانے کا ارادہ کیا
ارادہ پختہ ہو گیا لیکن کسی سبب سے نکل جانا معیوب سمجھا گیا۔ اس نے ایک حیلہ بنایا جس سے
بہانہ جلاوطنی ہو سکے۔ ایک یتیم کو اس نے برسوں سے پرورش کیا تھا خلوت میں بلا کر اسے کہا جب ہماری
قوم کے رئیس حاضر ہوں تو اس وقت تم مجھ سے کسی بات پر جھگڑا کرنا اور مجھ سے تیری نسبت کوئی کلمہ
اہانت نکل جائے تو تو اس سے زیادہ مجھ سے پیش آنا کہ مجھ کو جلاوطنی کرنے کا عذر صریح ہاتھ لگ جائے
اور بے سبب چلے جانے سے لوگوں کو تعجب نہ ہو اس سے ایک دن بعد اس نے سب رؤسائے
قبیلہ کو مدعو کیا اور سب کے سامنے عمرو نے اس یتیم کو کوئی لفظ سخت کہا اس یتیم نے الٹے کر
اس سے زیادہ سخت کہا بلکہ ایک طمانچہ بھی مار دیا۔ عمرو مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اب
میں اس سرزمین میں ہرگز نہیں رہوں گا۔ جب یتیم دست پرورد کا یہ حال ہے تو دوسروں سے کیا امید
ہو سکتی ہے جو مال اسباب اٹھانے کے لائق نہ تھا سب بیچ دیا۔ آپس والوں نے حسد کے باعث
اس کے نکل جانے کو غنیمت جان کر سب اسباب جھٹ پٹ خرید لیا۔ عمرو نے بچا کر اپنے تیرہ بیٹوں
کو جو طریفۂ حمیریہ کے بطن سے تھے اور ایک گروہ کو کیلان بن سبا کے ساتھ لے کر وہاں سے
نکل گیا۔ عذاب غرق و ہلاک سیل عرم سے بچ گیا۔ باقی جتنے وہاں رہ گئے تھے سب ہلاک ہو گئے۔
یقین ہے کہ اس کی نجات کا سبب یہ ہوا کہ اس سے انصار سید الابرار پیدا ہونے تھے۔ اِنْ تَنْصُرُوا
اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔

القصہ عمرو بن عامر نے باہر نکل کر اپنے بیٹوں کے سامنے اکثر بلاد کی تعریف کی ان میں سے ہر ایک
نے اپنی طبیعت کے میلان کے مطابق ایک ایک شہر چن لیا۔ بڑے بیٹے نے جو ثعلبہ بن عمر جدِ اعلیٰ
اوس و خزرج ہے۔ ملک حجاز اختیار کیا اور اس میں قیام پذیر ہوا۔ کچھ مدت بعد جب اس کی اولاد
اور غلاموں میں کثرت ہوئی تو وہ یثرب میں آ کر قوم یہود میں بود و باش اختیار کی اور ان سے میل جول
بڑھایا۔ آپس میں اوس و خزرج کو بھی اللہ تعالیٰ نے ثروت و دولت عطا فرمائی جو یہود کے لئے
حسد کا باعث ہوا اور آخر کار یہود عداوت پر تل آئے اور قسم توڑنے میں کچھ حیا سے کام نہ لیا اور ان
پر بے حد و حساب ظلم کئے۔ جب اوس و خزرج ان کے ظلم سے تنگ آ گئے تو ابو جبیلا کو جو ان کی قوم

سے تھا اور شام کا بادشاہ بن چکا تھا اس کو اطلاع دی اس نے ایک عظیم الشان لشکر کے ذریعہ قبیلا خزرج اور اوس کا بدلہ یہود سے چُن چُن کر لیا اور یہود کا سارا مال واسباب ان کے حوالے کیا۔ پھر نئے سرے سے قبیلہ اوس اور خزرج نے یہود کے ظلم سے نجات حاصل کر کے مدینہ کے اردگرد شمال اور جنوب میں منتقل ہو کر صدمہ یہود سے نجات حاصل کی اور آپس میں برادرانہ طور پہ گذر وقت ایک مدت تک کیا۔ یہاں تک کہ اوس اور خزرج کے درمیان بھی آپس میں نزاع واقع ہو گیا اور ایک سو بیس سال تک مشتعل رہے۔ کوئی صورت موافقت کی نہ نکلی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ظہور دولت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واستعلائے کلمۂ احمدی کے سبب و برکت سے انہیں رشتہ توحید و محبت میں ایسا اکٹھا کیا جس طرح آیہ شریفہ سے ظاہر ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ۔ یعنی اے ایمان والو اللہ کی نعمت کو یاد کرو جس وقت تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اللہ نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی۔ یہ آیت ان کی محبت کی خبر دیتی ہے اور محبت کا محبت خالصہ میں بدل جانا بھی خاصہ ہے۔ خواص زمان اعجاز نشان سید انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے۔ انصار کی رہائش کی یہی کیفیت اس دار الابرار میں ہے جیسا کہ مشہور و معروف ہے بعض مورخین نے بیان کیا ہے۔ تبع نے ممالک شرقیہ کو فتح کیا تو اس کا گذر مدینہ طیبہ سے ہوا اس نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کو وہاں کا خلیفہ مقرر کیا اور خود متوجہ شام و عراق کو ہو گیا۔ اہل مدینہ نے اس کے بیٹے کو دغا اور بدعہدی کے الزام میں قتل کر دیا۔ تبع اپنے بیٹے کے انتقام کے لئے مدینہ آیا۔ قتل و غارت شروع کر دی۔ اس کا گھوڑا جنگ میں مارا گیا اور قسم کھائی کہ وہ جب اس شہر مبارک کو برباد نہ کرے گا قدم باہر نہ کرے گا۔ آخر بعض احبار یہود اس کے پاس گئے اور کہا کہ یہ بلدہ مبارکہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے اس کو کوئی خراب و تباہ نہیں کر سکتا۔ ہم اپنی کتاب میں اس کے اوصاف اور تعریفیں پڑھتے چلے آئے ہیں اس کا اصل نام طیبہ ہے اور یہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام ہجرت ہے۔ وہ اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوں گے اس لئے تو اس کی خرابی کے خیال میں نہ رہ اور اس سخن سے باز رہ۔ تبع اسے سن کر جو خیال اس کے دل میں تھا اس سے باز آگیا۔ اپنے دوستوں کے ساتھ یمن کی جانب روانہ ہو گیا۔ احبار کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صفات سن کر اپنے

دل میں آپ کا انس پیدا کیا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ تبع نے حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ایک گھر بنوایا اور چار سو علماء تورات مقرر کئے جو اُسے ترک مرافقت کے لئے رہتے تھے آخر اس نے شوق زیارت میں مدینے کا رہنا اختیار کیا۔ تبع نے ہر ایک کے واسطے ایک ایک گھر بنوایا اور خادمہ کافی مال و متاع انہیں بخشا اور ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام کی شہادت درج کی اور ان محبت کے ابیات سے چند ایک یہ ہیں۔

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدٍ إِنَّهُ ۔۔۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِيٍ نَسَمٍ

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِىْ إِلَى عُمْرِهٖ ۔۔۔ لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَّهٗ وَابْنَ عَمِّهٖ

ترجمہ: "گواہی دی میں نے احمد پر اس بات کی کہ وہ بھیجا ہوا ہے خالق الخلق کا۔ اگر میری عمر ان کے اظہار تک رہی تو میں ان کا وزیر اور چچیرا بھائی ہوں گا۔" اور اس خط کو مہر لگا کر اس جماعت کے سب سے بڑے آدمی کے حوالہ کیا اور وصیت کی کہ اگر وہ زمان مبارک نشان حضور علیہ السلام کو پائے تو یہ عریضہ ان کی خدمت میں پیش کرے اگر نہ پا سکے تو اپنی اولاد کے حوالہ کرے اور اسی طرح اولاد در اولاد چلتا رہے یہاں تک کہ نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچے اور اس نے ایک مکان خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے تیار کرایا تاکہ وہ جس وقت تشریف لائیں اس میں مقیم ہوں۔ ایک عالم کو جس کی اولاد سے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے اس گھر کا متولی بنایا۔ مدینہ میں جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت کی وہ سب ان علماء کی اولاد سے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ خط حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تشریف لے جانے کے وقت حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ واللہ اعلم!

چوتھا باب

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری

اس بلدہ مبارکہ میں جامع البرکات حضرت سید کائنات علیہ افضل التحیات والتسلیمات نے جب

شدت عداوت قریش کا ملاحظہ فرمایا۔ آپ نسبت وامداد الٰہی کے منتظر رہے کہ مسبب الاسباب کوئی ایسا سبب پیدا کرے اور ایک ایسی قوم ان پہ مقرر کرے جو دین کی مددگار اور موئید ہو۔ اور دشمنوں کا کھل کر مقابلہ کرے اور شریعت کو بوجہ احسن ظہور کرے۔ اسی وجہ سے آپ قریش کے بڑے بڑے اجتماعات میں جہاں اقوام عرب وقبائل جمع ہوتے تھے اظہار دین اور تبلیغ رسالت کا اقدام فرماتے تاکہ ممکن ہے کہ ان میں سے کسی کا نصیب جاگے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سعادت قبول کر لے قبائل عرب اس سعادت کے حاصل کرنے کے وقت میں متردد رہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ قوم "مرہ" ان سے زیادہ نزدیک اور حال احوال ان کے سے زیادہ واقف ہیں جب وہ اس دین میں داخل نہیں ہیں تو دوسروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ قبول اطاعت کریں۔ اسی اثنا میں قبیلہ بنی عبدالاشہل قریش سے عہد مقرر کرنے کے لئے مدینہ سے مکہ آئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے معمول کے مطابق انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک نوجوان ایاس بن معافہ نے کہا کہ اے قوم اس مرد کے ہاتھ پر بیعت کر لو واللہ یہ عہد اس عہد سے بہتر ہے جو تم قریش سے کرنا چاہتے ہو اور یہ کام اس کام سے اہم ہے جس کے لئے تم آئے ہو۔ ایک دوسرا شخص جو اس قوم کا رئیس تھا درمیان میں کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو دعوتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منع کیا۔ سب لوگ اس کے ڈر سے چپ ہو گئے اور اسلام کی بیعت نہ کی لیکن قریش کیساتھ بھی معاہدہ نہ کیا اور اسی طرح اپنے وطن کو چلے گئے۔ ایاس بن معاذ نے اس جہان سے رحلت کی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مسلمان کی حالت میں فوت ہوئے۔ واللہ اعلم!

اس کے بعد حضرت مسبب الاسباب نے مطابق خواہش حضور علیہ السلام کارسازی فرمائی کہ جماعت اوس وخزرج حج کے موسم میں مکہ معظمہ کو آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عرب کے مجمعوں میں اپنے آپ کو ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا گذر اس جماعت کی طرف سے ہوا ان کو دیکھ کر آپ نے پوچھا کیا تم حوالی یہود مدینہ سے ہو۔ لوگوں نے کہا ہاں! فرمایا بیٹھ جاؤ۔ ہم تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا پروردگار عالم نے مجھ کو خلق کی طرف رسول کر کے بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے میری قوم مجھ کو خدا کے احکام پہنچانے سے مانع ہے اگر تم ایمان لاؤ اور دینِ اسلام کی تائید کرو تو سعادت ابدی کو حاصل کر لوگے۔ انہوں

نے یہ کلام سعادت انجام سُن کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ وہی پیغمبر آخر الزمان ہے کہ یہود اس کے ساتھ ڈرایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آج کل آفتاب رسالت چمکنے والا ہے اور ہم اس کے سایۂ رحمت میں تم کو ایسا ماریں گے جس طرح عاد نے اِرم کو مارا تھا۔ جلدی اس پر ایمان لاؤ کہ سعادتِ دنیا و آخرت نصیب ہو پس اوس و خزرج نے اسلام قبول کیا اور مددگاری سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد کر کے وطن واپس ہوئے اس بیعت کو عقبہ اُولیٰ کہتے ہیں کیونکہ یہ پہلی بیعت جبل احد کے پاس منا کے درمیان ہوئی۔ اب اس جگہ ایک مسجد بنی ہوئی ہے وہاں حاضر ہو کر اس قصہ کا تصوّر کرنا نور ایمان کا تازہ کرنا ہے اور صحیح یہ ہے کہ بیعت عقبہ اولیٰ میں صرف چھ آدمی تھے۔ سعد بن زرارہ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم بھی ان ہی میں سے ہیں۔ اس کے بعد جب یہ جماعت مدینہ کو واپس ہوئی تو انہوں نے خبر رسالت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قوم میں پہنچائی۔ مدینہ کی کوئی مجلس ایسی نہ تھی جس میں ذکر مبارک حضرت علیہ السلام نہ ہو۔ دوسرے سال بارہ آدمی ان چھ آدمیوں کے ساتھ مل کر مکہ شریف چلے جن میں سے عبادہ بن صامت و عویم بن ساعدہ بھی ان میں سے تھے بشرف بیعت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے اس زمانہ میں اسلام کے فرائض صرف توحید اور نماز ہی تھے اور کوئی چیز واجب نہ ہوئی تھی۔ اب ان کی التماس کے موجب آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، کو قرآن و فقہ دین کی تعلیم دے۔ تعلیم و جماعت قائم کرنے کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا۔ حضرت مصعبؓ نے مدینہ پہنچ کر ان بارہ آدمیوں کے ساتھ ایک قول میں چالیس آدمیوں کے ساتھ اسعد بن زرارہ کی امداد سے جمعہ قائم کیا یہ اوّل جمعہ تھا جو مدینہ منورہ میں قائم ہوا اس کے بعد وہ احکام شریعت فاش کرنے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ ایک دن ایک باغ میں بنی عبدالاشہل کے حضرت مصعب ایک جماعت کو قرآن سناتے تھے اور حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تھے کہ خبر سعد بن معاذ کو پہنچی وہ نیزہ ہاتھ میں لے کر باغ کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور وعدہ اور وعید جو رئیسوں کا رسم ہے ادا کر کے کہا کہ یہ مسافر مطرود کے بیوقوفوں کو بے ارادہ کرتا ہے ہمارے دروازے پر کیوں آئے اور وہ باتیں جو کسی نے کبھی نہ سنی ہوں کیوں سناتے ہیں۔ اگر آج کے بعد یہاں آئے گا تو اپنی سزا پائے گا۔ اس کہنے سے وہ جماعت منتظمہ برہم ہو گئی۔ دوسرے دن پھر حضرت مصعب بن عمیر حضرت اسعد بن زرارہ کے ساتھ اس جگہ کے قریب ایک جگہ پر دعوت اسلام و تلاوت

قرآن کے لئے پھر آئے یہ خبر سعد بن معاذ کو پہنچی۔ سعد بن معاذ آج بھی بصورت منکر آئے مگر اتنی گرمی سے نہیں آئے تھے جتنی پہلے۔ اسعد بن زرارہ ان کو کچھ نرم پا کر کہنے لگے اے میرے خالہ کے بیٹے پہلے تو سن یہ مرد کیا کہتا ہے، اگر کوئی بری بات کہتا ہے تو یہ مردوں کو گمراہ کرتا ہے تو تو اس سے بہتر اور سیدھی راہ ہمیں دکھا اور اگر اچھی بات کہتا ہے تو اس کو برا نہ کہہ اور اس کے بیان کو غنیمت جان اس نے کہا یہ کیا کہتا ہے تو مصعب بن عمیر نے یہ سورۃ پڑھی۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ حٰمٓ وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ وَاِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ۝ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡرِفِیۡنَ ۝ وَکَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ۝ فَاَہۡلَکۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ بَطۡشًا وَّمَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ ۝ یعنی اس واضح کتاب کی قسم ہے ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اس لئے بھیجا تاکہ تم سمجھ سکو یہ بڑی کتاب ہے کہ ہم نے اس کو اونچا اور محکم کیا تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو پھیر دیں کیونکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو اور ہم نے کتنے نبی اگلوں میں بھیجے اور ان کے پاس جو بھی نبی آیا اس کی ہنسی اڑائی۔ تو ہم نے وہ ہلاک کر دیئے جو ان سے پکڑ میں سخت تھے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے۔

حضرت سعد بن معاذ نے جب یہ کلمات عظیم البرکات سنے تو اٹھا اور عبرت حاصل کی اپنی قوم کی طرف لوٹا اور تمام بنی عبدالاشہل کو بلایا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا اور ان کو بھی اس اسلام کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ جس چھوٹے یا بڑے کو اس امر میں شک ہو تو بسم اللہ اس سے زیادہ چیز لا دکھا دے تاکہ ہم دیکھیں کہ کیا لاتا ہے۔ خدا کی قسم یہ جان قربان کر دینے اور سر دے دینے کے قابل امر ہے اور کہا اے بنی عبدالاشہل تم لوگ میرا قوم میں کیا رتبہ رکھتے ہو۔ عقل اور فراست کے اعتبار سے مجھے کس مقام کا سمجھتے ہو انہوں نے کہا اَنۡتَ سَیِّدُنَا وَ اَفۡضَلُنَا یعنی تم ہمارے سردار اور افضل انسان ہو۔ اس نے کہا تم مردوں کو عورتوں سے میرے لئے کلام کرنا حرام ہے جب تک تم خدا اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان نہ لاؤ۔

اسلام نے اس قدر ترقی کی کہ انصار میں کوئی ایسا گھر باقی نہ رہا جو نور اسلام سے مشرف نہ ہوا ہو۔ اشرف قبائل و اکابرین قوم سب ایمان لے آئے انہوں نے بتوں کو توڑ ڈالا اسلام اور توحید کی منادی دی۔ والحمد للہ علیٰ ذلک!

فصل

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ انصار مدینہ کو احکامِ شرعیہ تعلیم فرما کر موسم حج میں انصار کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حضور کی بیعت اور شرف زیارت حاصل کرنے کے شوق میں حجاج مشرکین کے قافلے میں مکّہ معظمہ پہنچے اور جناب سیّد کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضور علیہ السّلام کو ایام تشریق کی راتوں کے درمیان اکٹھے ہونے کا وعدہ دیا جب وعدہ کی رات آئی تو تہائی رات گذرنے کے بعد تہتر آدمی مشرکوں سے آنکھ چرا کر عُقبہ کے پاس والی پہاڑ کی گھاس میں جمع ہو کر طلوعِ آفتاب عالم تاب جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے منتظر تھے اتنی دیر میں جناب سیّد المرسلین الاوّلین والآخرین علیہ الصلوٰت والتسلیمات اپنے چچا حضرت عبّاس بن عبد المطلب کو ساتھ لے کر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت عبّاس ابھی تک اسلام نہ لائے تھے کہنے لگے تم جانتے ہو کہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم میں کتنی عزّت اور شرف کے مالک ہیں ہم نے جس قدر انہیں منع کیا مگر یہ ہماری بات نہیں سنتے اور تم لوگوں کو جمع کرنے سے باز نہیں آتے اگر تم ہیں عہد کے وفا کرنے کا ارادہ مصمّم ہے تو فبہا۔ نہیں تو ابھی کہہ دو بعد میں پریشان نہ ہوؤ اور ہم کو بھی مفت میں اپنا دشمن نہ بناؤ۔ وہ بولے اے عبّاس جو کچھ تم کہتے ہو ہم نے سُن لیا اور جان لیا۔ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اب کیا فرماتے ہیں جو عہد آپ ہم سے اپنے خدا اور اپنی ذات کے لئے لینا چاہیں لے لیں، بسم اللہ!

حضرت سیّد الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے قرآن کی چند ایک آیتیں تلاوت فرمائیں اور دین اسلام کی طرف رغبت دلائی اور فرمایا کہ خدا کا یہ عہد ہے کہ اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ۔ میرا عہد یہ ہے کہ خدا کے احکام پہنچانے میں میری اعانت و نصرت کرو اور جو شخص اس میں رکاوٹ ڈالے اس کے خلاف جہاد کرنے سے باز نہ رہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ جانتے ہیں کہ باپ دادا کے وقت سے ہم لوگوں کا پیشہ جنگ و جدل اور قتل ہے لیکن ہمارے اور یہود کے درمیان قسما قسمی عہد اور مواعید ہیں آپ ہم ان سب سے قطع کرتے ہیں مبادا نہ ہو کہ آپ پھر اپنی قوم کی طرف رجوع کر لیں اور ہم اکیلے رہ جائیں۔ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تبسّم فرمایا اور ارشاد فرمایا ایسا ہرگز نہ ہو گا میں تم سے اور تم مجھ سے اب ایسے ہو گئے ہو کہ جان ساتھ جان کے اور بدن ساتھ بدن کے۔ میری زندگی اب تمہارے ساتھ ہو گی اور میری

موت بھی تمہارے ساتھ۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اب ہم آپ کی محبت میں مارے جائیں اور اپنا جان و مال سب آپ پر فدا کر دیں تو اس کی جزا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی باغ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں انہوں نے کہا رَبِحَ الْبَیْعُ بِسْمِ اللّٰہِ اس بیع میں نفع ہو اور قسم ہے اللہ کی اُبْسُطْ یَدَكَ فَقَدْ بَایَعْنَاكَ ہاتھ بڑھایئے تحقیق ہم نے آپ سے بیعت کی۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ کبریٰ کہتے ہیں۔ بعض ارباب سیر اس کا نام عقبہ ثانیہ رکھتے ہیں مگر سیاق کلام سید علیہ الرحمۃ جیسا کہ مذکور ہوا ہے اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کا نام عقبہ ثالثہ رکھا جائے۔ واللہ اعلم۔ جب انصار نے بیعت مستحکم کر لی تو یہ آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جانیں اور مال جنت کے بدلے خرید کر لی ہیں نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ان تہتر آدمیوں کے بارہ فرقے بنائے اور ہر فرقہ پہ ایک ایک محافظ اور نقیب ٹھہرایا جو ان کے احوال کی نگرانی کرتا رہے تاکہ ان کے امور دینی اور دنیوی سب ٹھیک ہو جائیں اور یہ بارہ نقیب رؤسائے انصار ہیں۔ ان کے صفات اور احوال کتب اسماء الرجال میں مذکور ہیں۔ اب درمیان میں ایک انصاری نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ فرمائیں تو آج ہی ہم مشرکین کو جو منیٰ میں جمع ہیں سب کو مار ڈالیں اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے لَمْ اُؤْمَرْ بِذٰلِكَ یعنی مجھے اس بات کا حکم نہیں فرمایا گیا کہ میں تلوار کھینچوں اور مشرکین سے قتال کروں۔ اس کے بعد گروہ انصار اپنی جگہ پہ قرار پکڑ گئے اور حضور سے التماس رخصت عرض کی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں اور ہمارے ملک کو سرفراز فرمائیں تو زہے قسمت! ہم ہر طرح سے تابعداری کریں گے جو حکم ہو گا اس کی تعمیل کریں گے کسی طرح کا عذر نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا مجھے ابھی تک مکہ سے جانے کا حکم نہیں ملا اور کوئی جگہ ہجرت کے لئے متعین نہیں ہوئی جس وقت اللہ تعالیٰ جانے کا حکم فرمائیں گے چلا جاؤں گا۔ یہ فرما کر انصار کو وداع کیا۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَاَشْیَاعِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

پانچواں باب

ہجرت سیّد المرسلین خاتم النبیّین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

جب انصار عہد و پیمان کر کے اپنے دیار کو روانہ ہوئے تو حضرت سیّد الکائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دربارہ اختیار ہجرت وتعیّن مقام جناب احدیّت کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضور کو پہلے ایک مقام دکھلایا گیا کہ اس کے صفات دو تین شہروں پر منطبق تھے ایک ہجر بلاد بحرین دوسرا قنسرین زمین شام تیسرا یثرب زمین حجاز۔ اس کے بعد مدینہ کی تعین خوب ظاہر ہوئی لیکن وقت کے تعیّن میں اب تک توقف رہا۔ پھر بمقتضائے وحی آسمانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے بعض اصحاب کو مدینہ کی طرف رخصت فرما دیا پھر چند روز کے بعد اکثر صحابہ کرام مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ مثل عمر بن الخطّاب مع اپنے بھائی زید بن الخطّاب۔ حمزہ بن عبد المطّلب و عبد الرحمن بن عوف و طلحہ بن عبد اللہ و عثمان بن عفّان و زید بن حارثہ و صہیب رضوان اللہ عنہم اجمعین۔ صحابہ میں سے سوائے سیّدنا حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہٗ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس باقی کوئی نہ رہا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اعیان و اکابر صحابہ سے سوائے حضرت صدّیق اکبر و حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ باقی کوئی بڑا صحابی نہ رہا۔ ویسے تو روایات سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ السّلام کا مکّہ واپس آنے کے بعد ابوسفیان اور سارے مشرکان نے ضعیف صحابہ کرام کو جو ہجرت نہ کر سکتے تھے مار پیٹ جھڑکی اور قسما قسم کی سزائیں دیں۔ القصہ جب مشرکین قریش آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے علو مرتبہ وظہور شان کو دیکھتے تو نہایت ہی جلتے اور حسد کرتے اور ان اشرار کی عداوت حضور علیہ السّلام اور صحابہ اخیار کی نسبت بلند تر ہوئی جاتی تھی صحابہ کے مدینہ منورہ چلے جانے سے یہ استدلال کرتے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی آج کل چلے جائیں گے۔ آخر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ ان کا سرگروہ ابوجہل ملعون اور ابلیس لعین بھی صدارت میں تھا بعض نے کہا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو عذاب دے کر نکال دیا

جائے۔ بعض نے حبس اور قید میں رکھنے کا مشورہ دیا ابوجہل لعین نے کہا کہ پانچ قبیلوں سے پانچ آدمیوں کو چھانٹ کر ان کے ہاتھوں میں تلواریں دے دی جائیں اور وہ یک بار حملہ کر کے آپ کے دشمنوں کو تمام کر ڈالیں بنی ہاشم اکیلے اتنے قبیلوں سے قصاص نہ لے سکیں گے ابھی ان کے مشورے ہو رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر پہنچا کر کفار کے مشوروں سے مطلع کر دیا۔ اِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ یعنی جب کافر فریب بنانے لگے کہ تم کو بٹھادیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کرتا تھا۔ اللہ کا حال سب سے بہتر ہے۔ حضور علیہ السلام پر مطلع ہوئے اور ہجرت کرنے پہ مستعد ہو گئے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت کا اذن اختیارِ ہجرت میں اس آیت سے تھا قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًاo کہ اے رب بٹھا مجھ کو سچا بٹھانا اور نکال مجھ کو اچھا نکالنا اور بنا دے مجھ کو اپنے پاس سے ایک حکومت کی مدد۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ رات ہماری خواب گاہ پہ لیٹیں تاکہ مشرکین دھوکہ کھا کر جلدی حال پہ مطلع نہ ہوں اور اصل باعث امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے چھوڑنے کا یہ تھا کہ کفار قریش کی امانتیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بااعتقاد و دیانت و امانت سے سونپا کرتے تھے انہیں پھیر دیں۔ اس کے بعد حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر قصہ ہجرت سے ان کو خبردار کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر بھی غلامی کرتا چلے فرمایا ہاں! ان دنوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دو اونٹ تھے جنہیں آپ نے چار مہینے سے گھاس دانہ دے کر خوب موٹا کر رکھا تھا حضرت کے سامنے لا کھڑے کئے اس وجہ سے کہ ایک پہ حضور سوار ہوں اور دوسرے پہ ابوبکر۔ مگر حضور نے باوجود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کمال محبت اور مودت رکھنے کے بھی اس کی بیع فرمائی آٹھ سو درہم میں وہ ناقہ خریدی شاید ناقہ کے خریدنے کی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام راہِ خدا میں کسی اور سے سوائے خدا کے مدد کے خواہاں نہ تھے چنانچہ خلاصہ وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًاo اس طرف ناظر ہے۔ قول صحیح کے مطابق اس اونٹنی کا نام قصویٰ تھا اور ایک کے مطابق جدعا تھا۔ اس کے بعد بنی دیل کے ایک شخص کو جس کا نام عبداللہ بن اریقطہ تھا جو سب لوگوں میں واقفیت راہ اور حفظ اور اسرار میں مشہور

تھا باجرت مقرر کرکے فرمایا کہ تین دن کے بعد دونوں اونٹوں کو جبلِ ثور پہ حاضر کرے اور ابن اریقطہ بھی دین کفار میں تھا۔ نووی کہتے ہیں کہ اس کے اسلام لانے کا حال معلوم نہیں ہوا۔ واللہ اعلم! پھر حضرت سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ دولت سرا پہ آ کھڑے ہوئے اور وہ چاہتے تھے کہ وہ سب کے سب شقاوتِ ابدی میں پھنس جائیں حضرت رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چادر مبارک منہ مبارک پہ ڈال کر برآمد ہوئے ابوجہل لعین نے ہنس کر کہا کہ یہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں جو کہتے تھے کہ اگر تم لوگ میرے تابع ہو جاؤ تو عرب و عجم شاد ہو اور بہشتِ بریں تمہاری جگہ ہو اگر تم تابع نہ ہوئے تو میرے ہاتھ سے قتل کئے جاؤ گے اور آخرت میں ہاویہ دوزخ کے حقدار ہوں گے۔ سرورِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ ہاں! یہی کہتا ہوں اور یہی ہوگا اور تو بھی انہیں دوزخیوں میں سے ہوگا۔ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ایک مٹھی بھر خاک ان پہ پھینکی اور اوّل سورہ یٰسین سے فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ اور آیہ کریمہ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پہ ایمان نہیں لاتے پردہ ڈال دیتے ہیں۔ پڑھ کر ان کے سامنے سے ہوتے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جا کر کھڑکی کی طرف سے برآمد ہو کر جبلِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے جماعتِ کفار سے پوچھا تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ اور کس کا انتظار کر رہے ہو۔ وہ بولے کہ ہم صبح کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو شہید کر دیں۔ اس نے کہا واہ! ابھی محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تمہارے سامنے سے گذر گئے ہیں۔ ابوجہل اور سارے ملعون خاکِ ندامت اپنے سروں پہ ڈال کر چلے گئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عصمت میں کام کرتی رہی۔ جب صبح کو انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو کہنے لگے تیرا صاحب کہاں گیا؟ انہوں نے کہا وَاللہُ اَعْلَمُ بِحَالِ رَسُوْلِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حال مبارک کو خوب جانتا ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مکہ معظمہ سے ہجرت کا واقعہ بیعت عقبہ سے اڑھائی ماہ بعد یکم ربیع الاوّل بروز پنجشنبہ واقع ہوا۔ اور اصح یہ ہے کہ روز دوشنبہ تھا اور وجہ جمع بین الروایتین یہ ہو سکتی ہے کہ مکّہ سے برآمد ہونا پنجشنبہ کو ہوا اور غار سے نکلنا دوشنبہ کو ہو

اس کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا. سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہلِ بیت اور حضرت
ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے کسی کو خبر ہجرت نہ تھی۔ مواہب لدنّیہ میں ہے کہ اسماء بنت ابی بکر
رضی اللہ عنہا ہر روز حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے واسطے کھانا پہاڑ پہ لے جاتیں اور محمّد بن
ابی بکر رضی اللہ عنہما کفار کی روزانہ خبریں پہنچاتے۔ ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کی اشہر روایات سے
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اقامت مکّہ شریف میں تیرہ برس ہے ایک دوسری روایت میں
پندرہ برس ہے اور ان معجزات کی تفصیل جو مکّے سے برآمد ہونے کے وقت سے مدینہ منورہ کے
پہنچنے تک ظاہر ہوئے مثلاً غار پہ مکڑی کا تانا بنانا کبوتروں کا انڈا دینا کفّار کا اس غار میں حضرت
کو تلاشش کرنا اور نہ پاسکنا اور سراقہ کے گھوڑے کا پاؤں زمین میں دھس جانا۔ امِ معبد کے ہاں
آپ کا تشریف لاکر دُبلی بکری کا جس کا دُودھ خشک ہوگیا تھا دُودھ دُہنا۔ قریش کا جبل ابوقبیس کی
طرف سے غیب کی آوازیں سننا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صحت سلامت اور صفات کمال پہ
دلالت کرتی ہیں۔ یہ تمام کتب احادیث سے تمہیں معلوم کرنا چاہیئں، کیونکہ میرا مقصود اس کتاب
میں مدینہ کا احوال ذکر کرنا ہے۔ اس لئے بعض روایات اور اکثر حکایات جو قصہ ہجرت میں منقول ہیں
ساقط کرنے کا اتفاق ہو رہا ہے۔ ابوسلیمان خطابی نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلّم بریدہ اسلمی ستّر آدمیوں کے ساتھ باشارہ کفار معاذ اللہ حضرت کی گرفتاری کو نکلے تھا
اور اس سے سو اونٹوں کا وعدہ تھا۔ آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے فرمایا تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا
ہے؟ وہ بولا میرا نام بریدہ ہے۔ آپ نے بطریق تفاول اس نام کے مادے سے کہ برودت ہے اور
سلامت اور جمعیّت کی خبر دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا قَدْ بَرَدَ اَمْرُنَا
وَصَلَحَ یعنی ہمارا کام ٹھنڈا اور درست ہوا پھر فرمایا تو کس قبیلے سے ہے وہ بولے اولاد اسلم
سے فرمایا اولاد سہم سے پھر فرمایا تم نے اپنا سہم یعنی اپنا حصّہ اسلام سے پایا۔ اس کے بعد بریدہ
نے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا میں محمّد ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ابن عبداللہ رسول اللہ۔ بریدہ
نامِ مبارک سنتے ہی ایمان لایا اور کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور ستّر آدمی بھی اس کے ساتھ تھے ایمان سے مشرف ہوئے پھر بریدہ
نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ میں داخل ہونے کے وقت آپ کے سامنے

ایک جھنڈا چاہیئے۔ اپنا عمامہ سر سے اٹھا کر نیزہ پہ باندھ کر حضرت کے آگے چلے اور پوچھا۔ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ کس نیک آدمی کے گھر کو سرفرازی بخشیں گے فرمایا یہ میری اونٹنی مامور ہے جہاں بیٹھ جائے گی وہیں اُتروں گا۔

رشتہ در گردنم افگند دوست　　　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

بخوردہ نیست در کوئے تو مشتاقانِ شیدا را

خم زلفت بقلاب محبّت می کشد مارا

حضور علیہ السّلام کے بعض اصحاب تجارت کی غرض سے شام کو گئے ہوئے تھے۔ وہ بھی آپ کو اس مقام پہ ملے انہوں نے سفید کپڑے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور سیدنا حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ کو بطور ہدیہ پیش کئے اور انصار بھی حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لئے انتظار میں تھے، اور ہر صبح کو بلند مقامات مدینہ منوّرہ پہ چڑھ کر طلوعِ آفتاب جمالِ محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی انتظار میں تھے پھر جب آفتاب گرم ہو جاتا تو اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ایک روز ایک یہودی اسی مقام پر کھڑا تھا اس کی نظر قدومِ محمّدی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پہ پڑی اس نے پہچان کر گروہ انصار سے جو اس کے نزدیک تھے پکار کر کہا کہ وہ تمہارا مقصود اور مقصد آگیا۔ غزل

اینک آں سروِ خراماں میرسد　　　　اینک آں گلبرگِ خنداں میرسد

شاد باش اے خستہ ہجران بلا!　　　　کز پئے دردِ تو درماں میرسد

شوق کن اے بلبلِ گلزارِ عشق!　　　　کاں گلے تو از گلستاں میرسد

در دلِ افسردہ روحی می دمد　　　　مردہ تن را مژدہ جاں میرسد

تازہ باش اے تشنۂ وادیٔ غم　　　　کز برایت آبِ حیواں میرسد

دور شو اے ظلمتِ شامِ فراق　　　　کافتابِ وصلِ جاناں میرسد

یہ خبر سن کر سب مسلمان ہتھیار باندھ کر حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے استقبال اور تعظیم کو باہر نکلے پہلے آں سرور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حوالی مسجد قبا منازل اولاد عمرو بن عوف میں دوشنبہ کے روز بارھویں تاریخ ربیع الاوّل کو پہلے سنہ میں نزول فرمایا

دوشنبہ کے فضائل میں ایک فضیلت یہ ہے کہ ولادت سرور انبیار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وابتداء بعثت وہجرت ومدینہ مبارک میں تشریف آوری وقبض روح پاک صاحب لولاک بھی روز دوشنبہ تھا کذا فی شرف المصطفٰے لابن جوزی۔ بعض اہلِ تاریخ، تاریخ لکھنے کی ابتدار بھی بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اسی روز بیان کرتے ہیں لیکن مشہور یہ ہے کہ تاریخ لکھنے کا قاعدہ زمان عدالت نشانِ حضرت عمرؓ بن الخطاب سے محرم کے مہینے سے بمشورہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ ہوا ایک روایت میں ہے کہ تین روز، دوسری میں ہے کہ چار روز تیسری روایت کے مطابق اس سے زیادہ روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیام فرما کر مسجد قبا کی بنیاد مستحکم فرمائی آپ مدت اقامت میں اسی جگہ نماز پڑھاتے رہے اور ان ہی ایام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مکہ معظمہ میں امانتیں پھیرنے کے بعد حضور سے ملاقات کی۔ صحیح خبر میں ہے کہ تشریف لانے کے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ لوگوں کی ملاقات میں مشغول رہے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بالکل خاموش تھے جب آفتاب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرہ مبارک کے سامنے آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اپنی چادر مبارک لے کر سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس دن بعض آدمیوں کو بسبب اژدہام اشتباہ ہوتا تھا کہ پیغمبر خدا شاید ابو بکر ہیں اور قرینہ یہ تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خاموش تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ لوگوں سے باتیں کرتے تھے۔ دوسرا سبب اشتباہ یہ تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی پوشاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوشاک جیسی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ رفع اشتباہ کی خاطر اپنی چادر لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

فصل سرور انبیار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس مقام پہ مدت مذکورہ کے قیام کے بعد روز جمعہ بعد ارتفاع آفتاب اندرون مدینہ منوّرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ گروہ انصار پیادہ وسوار ہتھیار باندھ کر آپ کے ہمراہ چلے۔ بنی عمرو بن عوف جو منازل قبا کے باشندے تھے۔ گھبرا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کی ہم سے شاید خدمت شریف سے کوتاہی ہوئی ہے جس کی خاطر آپ دوسری جگہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے قریہ اکالۃ القریٰ یعنی مدینہ میں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ جب آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مشرق قبا سے

طلوع فرمایا تو ہر انصاری نے یہی خواہش کی کہ سلطان کون و مکان حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر کو مشرف فرمائیں گے اور ہر شخص قدم قدم پر اپنے دروازے پر حاضر ہو کر عرض کرتا کہ شرف مہمانی اسے حاصل ہو۔ ہم آپ کی بڑی خدمت کریں گے۔ آپ نے یہی فرمایا یہ میری ناقہ مامور ہے جس جگہ یہ بیٹھ جائے گی وہی میری قرارگاہ ہے یہاں تک۔ کہ بطن وادی جو قبا کے قریب ہے قبیلہ بنی سالم کے نزدیک جب آپ پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ نے وہیں نماز جمعہ قائم کی اور ایک بلیغ خطبہ فرمایا۔ جس میں آپ نے لوگوں کے دلوں کو ترغیب و ترہیب کے نور سے بھر دیا۔ آج تک یہی جگہ مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہے اس کے بعد آپ سوار ہو کر متوجہ طیبہ طیبہ ہوئے۔ پھر انصار کے ہر گروہ والے ناقہ کی مہار تھام تھام کر تشریف آوری کا عرض کرتا آپ ہر ایک کے حق میں دعائے خیر فرماتے ہوئے چلے جا رہے تھے اور منتظر تھے کہ ناقہ کہاں بیٹھے۔ آخر مقام منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناقہ بیٹھ گئی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی وہی حالت پیش آئی جو وحی کے وقت پیش آتی تھی۔ ناقہ شریف اٹھ کر کھڑی ہوئی اور چند قدم کے بعد پھر اسی جگہ بیٹھ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ناقہ شریف ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھی۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسباب ناقہ سے اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جا رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ رَحْلِهٖ یعنی آدمی اپنے اسباب کے ساتھ ہوتا ہے پھر آپ نے ان کو گھر کو رونق بخشی ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ بیت

مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد

ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان وہی مکان ہے جیسے تبع نے یہود کے علماء سے حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری بہ مدینہ کی خبر سن کر آپ کے لئے یہ مکان بنوایا تھا اور ابن جوزی شرف المصطفٰے میں نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ مبارک ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھی تو کچھ بنی نجار کی لڑکیاں دف بجاتی اور گاتی نکلیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ   یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٍ

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، یہ کیا خوبی کی بات ہے کہ محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہمارے ہمسائے ہوں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا اے قبیلہ انصار کیا تم مجھے دوست رکھتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ حضور پُر نُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں بھی تمہیں دوست رکھتا ہوں۔ زرّیں جو علمائے حدیث میں اکابرین سے ہیں فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مدینہ تشریف لائے تو انصار کی پردہ دار عورتیں کوچہ و بازار میں نکل کر یہ کہتی تھیں۔ شعر

طَلَعَ اللّٰہُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوِدَاعْ   وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعْ

یعنی ثنیات الوداع سے ہم پر اللہ نے اپنا محبوب ظاہر فرمایا۔ ہم پر اللہ نے شکر واجب فرما دیا جس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا غرضیکہ غلام و آزاد۔ چھوٹا و بڑا۔ مرد یا عورت سب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تشریف آوری سے خوش تھے اور یہ کہتے تھے

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَجَاءَ نَبِیُّ اللّٰہِ

یعنی رسول اللہ و نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف فرما چکے ہیں حبشی لوگ اپنی عادت کے مطابق نیزہ بازی اور فرحت و سرور کا اظہار کرتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس دن حضور نبی آخر الزّمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تھے میں نو سالہ لڑکا تھا آپ کے نور سے مدینہ کی در و دیوار اس طرح روشن ہو گئی تھیں جس طرح طلوعِ آفتاب سے اور جس دن حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے رحلت فرمائی تھی مدینہ کی در و دیوار اس طرح تاریک تھیں جس طرح غروب آفتاب سے ظلمت ہو جاتی ہے۔ محمّد بن اسحاق بروایت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سرورِ انبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ہمارے گھر کو مشرف فرمایا تو ہم گھر کے اوپر کی منزل میں رہتے تھے اور آپ نچلے حصہ میں رونق افروز ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر قربان ہوں مجھے بالاخانہ میں رہنے کی کافی تکلیف ہے کہ سرورِ انبیاء مکان کے نچلے حصہ میں رہیں اور ہم لوگ اوپر کے حصہ میں چڑھ کر بیٹھیں یہ کمال بے ادبی اور گستاخی ہے۔ یا رسول اللہ آپ بالاخانہ میں رہائش اختیار فرمائیں

اور ہم لوگ نیچے کے مکان میں رہیں۔ فرمایا کہ نیچے کے مکان میں رہنا ہم کو زیادہ موزوں ہے کیونکہ لوگ ہمارے ساتھ ہیں اور کئی قسم کے لوگ کثرت سے ملاقات کو آتے ہیں۔ اس لئے تم اور تمہارے اہل کا اوپر رہنا زیادہ مناسب ہے۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن پانی کا کوزہ جس منزل پر ہم رہتے تھے ہم سے ٹوٹ گیا جس کے پانی کو جذب کرنے کے لئے ہم نے اپنے اوڑھنے کے لحاف ڈال کر فوراً خشک کر لیا تاکہ ملازمان سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس پانی سے تکلیف نہ پہنچے حالانکہ ہمارے پاس اور لحاف اوڑھنے کے لئے نہیں تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس امر کی بابت نہایت ہی عاجزی سے التماس کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکان کی بالائی منزل پر تشریف فرما ہوں۔ وہ ان کے اہل وعیال نچلے حصہ مکان میں رہیں اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ جن ایام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے گھر میں رونق افروز تھے۔ سعد بن عبادہ وسعد بن معاذ اور کئی اور انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے ملازمان خادمان کے لئے طعام پکوا کر بھجوایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے نہایت ہی پُر تکلف کھانے تیار کئے اور طعام میں کچھ لہسن و پیاز ڈالا۔ حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تناول نہ فرمایا اور مکروہ رکھا لیکن اپنے اصحاب سے اشارہ فرمایا کہ تم لوگ اسے کھاؤ میں تمہاری مثل نہیں ہوں میرا ایک مصاحب ہے جسے اس طعام کی خوشبو سے ایذا ہوتی ہے میں اپنے مصاحب کو ایذا دینا نہیں چاہتا اور ان ہی سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے طعام تیار کیا اور اس میں لہسن ڈالا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ نہ فرمائی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا لہسن کھانا حرام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ حرام نہیں مگر میں مناجات کرتا ہوں اور اپنے صاحب سے سرگوشیاں کرتا ہوں۔ اس لئے اس کے کھانے کو مکروہ جانتا ہوں۔ تم کھاؤ ہرج نہیں ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسری دفعہ میں نے نہ کھایا اور مکروہ سمجھا اس لئے کہ جس چیز کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکروہ رکھیں ہم کیوں کھائیں۔ صحیح روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر سات مہینے تشریف رکھی اور دوسری روایتوں میں اس سے زیادہ اور کم بھی آیا ہے غرضیکہ جب سلطانِ دارین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدینہ منورہ کے قیام کا تسکین کلی ہو گیا

تو آپ نے ابو رافع اور زید بن حارث کو پانسو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ معظمہ کو بھیجا کہ وہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا۔ حضرت ام کلثوم اور ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ام ایمن زوجہ حضرت زید رضی اللہ عنہا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لے آئیں اور ان کے ہمراہ عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی والدہ ماجدہ ام رومان اور اسماء بنت ابی بکر صدیق اور عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم عیال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لے آویں یہ اصحاب ثلثہ رضی اللہ عنہم جب حسب الحکم عالی ان حضرات علیہم الرضوان کو لے آئے تو حضرت سید الرسل ہادی سبل سلطان کون ومکان شفیع عاصیاں صلوات اللہ علیہ فراغ بال کے ساتھ دعوت دین اور ابلاغ رسالت رب العالمین میں مشغول ہوئے وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ یعنی اللہ کے سوا کوئی اور مددگار نہیں۔ مصرعہ

کجا حد است حسنت را ہنوز آغاز می بینم

بیت

باش تا پیش جمال تو بہارہ گر ست یک گل از صد شگفت ست گلستان ترا

جب یہ نعمت انصار باد فار کو حاصل ہوئی اور گمراہی اور کجروی ان کو نصیب ہوئی تو گمرہی اور کجروی ہدایت اور رشد سے مبدل ہو گئی تو یہود بے بہبود نے از روئے عداوت انصار حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی حسد پیدا کیا اور طرح طرح کی خباثتیں اور مفاسد کرنے لگے بعض نے عداوت ظاہری شروع کر دی۔ جتنا ان سے ہو سکا اپنی ہلاکت میں کوئی کمی نہ چھوڑی چنانچہ حیی ابن اخطب اور اس کا بھائی یاسر بن اخطب کہ سب یہودیوں سے عداوت میں بڑھ گئے اور کمال حسد میں گرفتار ہوئے۔ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کہ آخر کو فتح خیبر میں یہودیوں سے مخالفت کر کے اسلام لائی تھیں روایت کرتی ہیں کہ میں اپنے باپ اور چچا کے نزدیک محبوب ترین اولاد تھی جس دن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے تشریف لائے تو وہ دونوں آپ کو دیکھنے آئے اول صبح سے غروب تک آپ ہی کی خدمت میں رہے۔ بعد ازاں جب رات کو پھر آتے تو اس قدر تھکے تھے کہ آتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑتے میں حسب عادت ان کے پاس گئی ان کو اتنا غم تھا کہ کسی کو فرصت اور طاقت توجہ نہ تھی کہ مجھ سے ہم کلام ہوتے۔ اس اثنا

ہیں میرے چچا نے ابّا سے کہا اَھُوَ ھُوَ یعنی کیا یہ وہی نبی آخر الزّمان نبی ہیں جن کی نعت تورات میں پڑھی ہے باپ نے کہا نَعَمْ وَاللّٰہِ یعنی ہاں اللہ کی قسم یہ وہی ہیں۔ اس نے کہا تم اپنے نفس میں ان کی نسبت محبّت یا دشمنی رکھتے ہو اس نے کہا اَلْعَدَاوَۃُ وَاللّٰہِ یعنی خدا کی قسم دشمنی۔ جب تک میں زندہ ہوں ان کی عداوت میں کوشش کرتا رہوں گا پس وہ دونوں شقی ازلی علت حسد اور عداوت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں گرفتار ہو کر وبال ونکال ابدی لے کر مرے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا بعض یہود نے حیلہ ونفاق کو اپنی زندگی فانی اور مال جمع کرنے کا وسیلہ ٹھہرایا ان کے ساتھ ایک جماعت اوس خزرج بھی منفق ہو کر درکات جہنم میں پہنچے اور بعض احبار اور علمائے یہود کو حق تعالیٰ نے ازل سے سعادت ان کے نام لکھی تھی۔ حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھتے ہی اسلام لائے اور یقین لائے کہ جس کی تعریف ہم نے تورات میں پڑھی تھی یہی شخص ہے چنانچہ عبداللہ بن سلام اسی روز کہ حضرت سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف لائے اور ملازمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔

مدّتے بود کہ مشتاق نقابیت بودم لاجرم روئے ترا دیدم واز جا رفتم

ولیکن حضرت صلوات اللہ علیہ سے انہوں نے عرض کیا کہ یہودیوں کو میرے اسلام کی خبر پانے سے پہلے بلا کہ میرے حال کی بابت پوچھیں اور ان کی خباثت اور کذب کا امتحان فرمائیے دیکھیے وہ میرے حق میں کیا کہتے ہیں اور کس قدر اعتقاد رکھتے ہیں۔ حضور علیہ السّلام نے کچھ یہودیوں کو بلا کر فرمایا۔ اے گروہ یہود نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ تم مجھ پہ ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ تم مجھے خوب پہچانتے ہو اور یقین جانتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں اور حق سے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو نہیں پہچانتے اور اپنی کتاب میں آپ کا کوئی ذکر نہیں پاتے۔ فرمایا عبداللہ بن سلام کے حق میں کیا کہتے ہو وہ تمہاری قوم میں کس مرتبہ کا آدمی ہے انہوں نے کہا ھُوَ سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا یعنی وہ ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وہ بڑا عالم ہے اور بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا اگر وہ ایمان لے آئے اور میری صداقت کی شہادت دے تو تم قبول کرو گے یا نہ۔ انہوں نے کہا حَاشَا وَکَلَّا کہ وہ ایمان لائے اور آپ کے صدق کی شہادت دے آپ نے تین بار اس کلمہ کا تکرار فرمایا۔ انہوں نے بھی اسی طریقہ سے جواب دیا

آپ نے فرمایا کہ عبداللہ بن سلام کو کہو کہ باہر آئے۔ وہ باہر آیا اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا اے قوم جانتے ہو کہ یہ سچا رسول ہے حقیقت میں خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ تم کیوں منکر ہوا اور اپنے آپ کو شقاوت میں ڈالتے ہو۔ یہودیوں نے کہا تو جھوٹا ہے۔ ہم کہاں جانتے ہیں کہ یہ خدا کا رسول ہے اس کے بعد عبداللہ بن سلام کے حق میں یہ کہتے تھے هُوَ شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَاَجْهَلُنَا وَابْنُ اَجْهَلِنَا یعنی وہ بد بد ترین انسان ہے اور بد ترین انسان کا بیٹا ہے۔ وہ جاہل ترین انسان کا بیٹا ہے۔ یہود کے مکر وخباثت کی تفصیل کتب سیر اور تفاسیر سے معلوم ہو سکتی ہے فَوَاللّٰہِ مَا اخذلهم وَمَا اَشْقَالَهُمْ یعنی پس خدا کی قسم وہ کس قدر بُرے اور کتنے ہی شقی تھے۔ حالانکہ در حقیقت یہود سے زیادہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نبوت کے متعلق اس وقت جاننے والا اور کوئی نہ تھا کیونکہ وہ لوگ آسمانی کتابوں میں آپ کا حال پڑھ چکے تھے اور آپ کے نبی ہونے اور تشریف لانے کے منتظر تھے ہر ایک یہودی ایک دوسرے کو بشارت دیتا اور آپ کی خدمت سے سعادت حاصل کرنے کی وصیت کیا کرتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ یعنی یہی یہود حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اتنا اچھی طرح جانتے ہیں جس طرح وہ لوگ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ اسم ابناء ان کے لئے ہے، پدران علم پسران کے حق میں درجۂ علم شہودی کے حقدار ہیں۔ اس طرح یہود معرفت احوال و اوصاف سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے واقف تھے۔ اتنے علم کے باوجود بھی وہ لوگ شقاوت و نکال ابدی میں گرفتار ہو گئے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ یعنی ہم ایسے علم کی بابت بھی خدا سے پناہ مانگتے ہیں جو فائدہ نہ دے۔ وَقَلْبٍ لَا یَخْشَعُ اور اس دل سے ہی کنارہ چاہتے ہیں جو خدا سے نہ ڈرے

علمے کہ رہ حق ننماید جہالت ست

علمائے سیر و تواریخ نے متفقہ طور پر تحریر کیا ہے کہ مدت اقامت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ مبارکہ میں دس برس ہے اس عرصہ میں جتنے سوانح وقائع مثلاً غزوات، سریات، فتوحات فیوضات اور شرائع احکام اور عالم بھر کو نور ہدایت بخشنے اور اسرار حکمت سے منورہ فرمانے کے حالات سب کچھ سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں چونکہ ہمیں صرف ذکر احوال مدینہ طیبہ لازمی ہے اس لئے ان وقائع کو شرح اور بسط سے کسی ایک علیحدہ کتاب میں بیان کریں گے مگر اس کتاب

ہیں ذکر نہیں کرتے واللہ الموافق۔ لیکن اس کے باوجود کچھ ان وقائع وحوادث کو اجمالاً بیان کردیا جائے جو سنین ہجرت میں پیش آئے تھے تو بمصداق مَالَایُدرِكُ كُلُّهٗ لَايُترَكُ كُلُّهٗ مناسب ہے پھر چونکہ مقصود اختصار واجمال ہے اس لئے بیان روایات اور اختلافات کو جو تعیّن تاریخ وغیرہ میں واقع ہوئے ہیں ترک کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جاننا چاہیئے! کہ سرور انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہجرت کے سن اوّل میں مسجد قبا کی بنیاد کے بعد مسجد شریفہ کے عمارت مدینہ مطہرہ میں اور عہد مواخات مابین مہاجرین وانصار کے بحکم پروردگار تعالیٰ قتال کفار پر آمادہ ہوئے کہ عالم کو شر وفساد، کفر وجہالت سے پاک کرڈالیں اور جہان کو نور علم اور ایمان سے منوّرہ کریں پس گیارہ ماہ بعد دوئم ماہ صفر کو واسطے غزوہ آلوا جو مدینہ کے قریب ایک مقام ہے کی طرف ساٹھ آدمی طلب کفار قریش کے لئے بھیجے اور ابوا کے قریب ودان کے مقام پر ان لوگوں سے ملے لیکن بغیر قتال مدینہ مطہرہ کو واپس لوٹ آئے اور اسی سال حمزہ بن عبدالمطّلب رضی اللہ عنہٗ کو سفید جھنڈا دے کر تیس سوار مہاجرین کے ساتھ سیف البحرۃ کی طرف ابوجہل لعین کے قافلہ پر جو تین سو سواروں کے ساتھ ادھر سے گذر رہا تھا بھیجا پس عرب کے ایک گروہ نے درمیان پڑ کر صلح کرادی اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطّلب کو ساٹھ یا اسیؔ مہاجرین ساتھ کرکے ایک لواء ان کو دے کر ایک عظیم جماعت پر جس کا سردار ابوسفیان تھا بھیجا بعض کہتے ہیں اس لشکر کا سردار عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ بعض کہتے ہیں اسلام میں اوّل یہی لوار تھا جو درست کیا گیا تھا یہاں بھی لڑائی واقع نہ ہوسکی سوائے صرف اس بات کے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ نے کفّار کی طرف تیر پھینکا اور یہ پہلا تیر تھا جو راہِ خدا میں پھینکا گیا تھا۔ سعد بن ابی وقاص کے جملہ مناقب میں سے یہ بھی ہے۔ اسی سال حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہٗ اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی سال سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ داخل اسلام ہوئے۔ ان کی عمر مطابق ایک روایت ساڑھے تین سو برس اور دوسرے قول سے اڑھائی سو برس کی تھی اور اتنی مدت تک دین حق کی طلب اور شوق ملازمت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں پھرتے رہے وہ پہلے مجوسِ فارس سے تھے اور پھر دین نصاریٰ میں آئے پھر ایک عالم نصرانی کی وصیّت سے دین محمّدی حاصل کرنے کے شوق میں مدینہ منوّرہ پہنچے اور اتنی عمر میں دس جگہ سے زیادہ بیچے گئے اور غلام بنائے گئے اور آخر جب

ظہور نور نبوت ہوا مشرف بشرف اسلام ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اسی سال ایک بھیڑیے نے مدینہ کے باہر باتیں کیں اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نبوت مبارکہ کی شہادت و خبر دی اور اسی سال حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور دوسری صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن اور حضرت سودا بنت زمعہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کو مع عیال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ طلب فرمایا گیا اور اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بعد سات سال ہجرت سے زفاف فرمایا۔ ایک روایت میں زفاف عائشہ رضی اللہ عنہا ہجرت کے دوسرے سال ہے لیکن پہلا قول صحیح تر اور معتبر تر ہے۔ اسی سال بعد از ہجرت یک ماہ حضر میں نماز چہار گانی فرض ہوئی حضرت سے پہلے صرف دو رکعت تھی جس طرح اب سفر میں پڑھی جاتی ہے۔ اسی سال طریقہ اذان مشروع ہوا اور عاشورہ کے روزہ کا حکم فرمایا۔ بعد فرضیت روزہ رمضان شریف روزہ عاشورہ کا اہتمام اور مبالغہ رہا۔ فقط اس کا استحباب اب تک باقی ہے اور آپ نے آخر عمر شریف میں فرمایا کہ اگر سال آئندہ تک میں زندہ رہا تو نادیں تاریخ محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔

دوم سال سن ہجرت ماہ ربیع الاوّل میں غزوہ بواط کی خاطر اسّی صحابہ ساتھ لے کر قافلہ قریش سے کہ اسیر بن خلف ان میں تھا مقابل ہوئے لیکن قتال کی نوبت نہ آئی اور اسی طرح مدینہ منورہ کو رجوع فرمایا اور جمادی الاوّل میں غزوہ عشیرہ کے لئے چڑھائی فرمائی اور اولاد مدلج و اولاد ضمیرہ میں مصالحت فرما کر بغیر وقوع قتال رجوع فرمایا اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو آٹھ سو مہاجرین کے ساتھ بھیجا وہ بھی بغیر لڑائی کے واپس ہوئے۔ اس کے بعد کرز بن جابر فہری مواشی مدینہ لوٹ لے گیا حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کا تعاقب بدر تک کیا لیکن وہ ایسا بھاگا کہ ہاتھ نہ لگا۔ اس غزوہ کو بدر اولی کہتے ہیں۔ اسی اخیر جمادی الآخرہ میں عبداللہ جحش اسدی کو جو آپ کی پھوپھی کے بیٹے تھے آٹھ سوار ایک قول کے مطابق بارہ سوار کے ساتھ قریش کا قافلہ مارنے کو بھیجا۔ انہوں نے قافلہ قریش کے ساتھ جو تجارت شام سے واپس آرہا تھا مکہ مغظمہ میں بلا اوّل رجب میں اس گمان سے کہ سلخ جمادی الآخرہ ہی قتال کیا اور مال لوٹا یہ لوٹ غنائم اسلام میں پہلی غنیمت تصور ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لڑائی کے غنیمت کے مال کو اس وجہ قبول نہیں فرماتے تھے کہ رجب اشہر الحرام میں کی گئی ہے اور یہ خلاف مرضیٔ مبارک ہوئی۔ اس وقت

تک قبول نہ فرمایا جبکہ آیت وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ الخ نازل ہوئی پھر حضرت سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی جلّ شانہٗ سے غنیمت کو قبض فرما کر بانٹ دیا اور اس سریہ میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہٗ کو امیر المومنین لکھتے تھے۔

کہتے ہیں کہ امیر المومنین کا لقب سب سے پہلے امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہٗ نے حاصل کیا تھا۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ خلفائے اربعہ سے سب سے پہلے اس لقب کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاصل کیا تھا اور ان کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ اسی سال مہینہ صفر ایک روایت کے مطابق ماہِ رجب میں حضرت فاطمۃ الزہرا کو حضرت علی المرتضیٰ صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہما سے بیاہا گیا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اس وقت سترہ سال، ایک روایت ہے کہ اٹھارہ سال تھی اور سن شریف حضرت مرتضیٰ اکیس و پنج ماہ تھی اور اسی سال قبلہ بیت المقدس سے بجانب کعبہ تحویل و تبدیل ہوا اور ہجرت سے سترہ ماہ بعد اور دس سال ماہ شعبان فریضہ رمضان و صدقہ فطر مقرر و فرض ہوا اور مصلّے مدینہ منوّرہ میں نمازِ عید ادا کی گئی اور ہجرت سے بیس ماہ بعد عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے یہ پہلے مولود تھے جو بعد از ہجرت عالم وجود میں تشریف فرما ہوئے اور اسی سال غزوہ بدر کبریٰ جو مشہور ہے سترہ رمضان المبارک کو واقع ہوا جو کفر کی پستی اور اسلام کی بلندی کا باعث ہوا جس میں ابوجہل اور قریش کے ستّر رئیس مارے گئے اور ستّر آدمی ان میں سے قید کر لئے گئے عبّاس بن عبدالمطّلب و عقیل بن ابی طالب بھی ان میں سے تھے اور ابولہب بھاگ کر مکہ معظّمہ میں پہنچ کر مرض عطسہ میں گرفتار ہو کر سات دن کے بعد مر گیا اور لشکرِ اسلام میں آٹھ انصار اور پانچ مہاجر درجۂ شہادت کو پہنچے مسلمان اس غزوہ میں تین سو تیرہ تھے جن میں سے ستتر مہاجرین اور دو سو چھتیس انصار ستّر اونٹ دو گھوڑے آٹھ تلواریں چھ زرہیں تھیں اور مشرکین ساڑھے نو سو تھے جن کے سو گھوڑے اور ذوالفقار اسی غزوہ میں مسلمان کے ہاتھ لگی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اپنے ساتھ مخصوص کی تھی۔ اسی روز روم نے فارس پر فتح پائی تھی جو مسلمانوں کے لئے موجب زیادتی خوشی کا ہوا اور اس ہی ایام میں حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ کی زوجہ تھیں۔ مدینہ منوّرہ میں وفات پائی، حضرت اسامہ بن زید و عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما ان

کے دفن میں مشغول تھے کہ اس فتح عظیم کی بشارت پہنچی پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ میں صرف سات دن قیام فرما کر غزوہ بنی سلیم کے لئے تشریف لے گئے اور مقام کدر تک پہنچ کر تین دن کی رہائش کے بعد بے وقوع محاربہ ومقاتلہ واپس مدینہ منورہ ہوئے۔ اسی سال عصماء بنت مروان جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ایذا دیا کرتی تھی قتل کی گئی اور اسی سال روز شنبہ نصف شوال غزوہ بنی قینقاع جو یہود کے ایک قبیلہ کا نام ہے واقع ہوا۔ پندرہ روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا گیا آخر کو عبداللہ بن اُبیّ منافق کی سفارش سے ان کے قتل سے باز رہے لیکن جلاوطن کر دینے کا اتفاق ہوا اور اسی سال نماز عید الضحیٰ پڑھی گئی۔ اسی سال امیّہ بن الصلت شاعر جو زمانہ جاہلیت مشہور تھا مر گیا یہ متقدمہ کتب کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ دین نصاریٰ میں داخل ہوا۔ بتوں کی عبادت سے منحرف ہو گیا۔ اس نے علمائے اہل کتاب سے نبیؐ آخر الزّمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بابت خبر تشریف آوری سنی تھی اور اس نور کے ظہور کا منتظر تھا مگر ساتھ ہی اپنی ذات میں فضائل دیکھ کر ہوائے نبوّت و رسالت کا خیال سر میں رکھتا تھا اور جب خبر ظہور نور نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سنی علّت حسد و حقد میں گرفتار ہو کر عذاب آخرت کا حقدار بنا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کے اشعار سن کر فرمایا کرتے تھے کہ اٰمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ یعنی اس کی زبان ایمان لائی اور اس کا دِل کافر ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے اٰمَنَ شِعْرُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ یعنی اس کے شعر ایمان لائے اور اس کا دِل کفر میں رہا۔ وَاللّٰہُ الْھَادِیْ وَھُوَ الْمُضِلُّ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الضَّلَال۔

اور سن تین ہجری میں بتاریخ ۵ ذی الحجہ کو غزوہ سویق واقع ہوا کہ ابوسفیان نے غزوہ بدر کے بعد قسم کھائی اور اپنے اوپر تیل وغسل جنابت حرام کیا تاکہ وہ جب تک حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کشتگان بدر کا بدلہ نہ لے گا اپنی جگہ پر نہیں بیٹھے گا۔ پس دو سو سواروں سے مدینہ پر چڑھائی کر دی اور مدینہ سے تین میل کے قریب ایک انصاری کو شہید کر ڈالا اور اس کے اردگرد کے تھوڑے سے گھروں کو لوٹ کر بھاگ نکلا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دو سو سواروں سے اس کا تعاقب کیا۔ اس کی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خوف سے ستوؤں کے تھیلے جو اپنے زادِ راہ کے لئے ساتھ لائے تھے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق ہے۔ پانچ روز بعد حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مدینہ منوّرہ کو واپس ہوئے اور بقیّہ ایّام ذوالحجّہ قیام فرما کر اس کے بعد

غزوہ نجد کے لئے تیاری فرمائی اور ماہ صفر تک وہیں تشریف رکھی اور بغیر مقاتلہ و محاربہ واپسی فرمائی
اور ربیع الاوّل کے اکثر ایام مدینہ منورہ میں تشریف رکھی۔ اس کے بعد قریش کی طلب سے بجانب بحران
توجہ فرمائی۔ ربیع الآخر اور جمادی الاوّل تک وہیں قیام فرمایا اس جگہ سے بھی بغیر وقوع کسی واقعہ
کے مدینہ طیبہ کو واپس ہوئے پھر شوال میں زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو ذی قرد پہ بھیجا وہ قافلہ
قریش کو جس میں ابوسفیان بھی تھا غارت کر کے بہت سی چاندی لوٹ لائے اور اسی سال محمد بن مسلمہ
نے چار دوسرے آدمیوں کے ہمراہ ہو کر کعب بن الاشرف یہودی جو اکثر مسلمانوں کی ہجو کیا کرتا تھا اور
کشتگان بدر پہ رو رو کر مشرکان مکہ کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا کرتا تھا۔ قتل کر کے واصل جہنم کیا اور
اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح
کیا اور شعبان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بی بی حفصہ بنت عمران رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو
پہلے حبیش بن حذیفہ بدری کے نکاح میں تھیں وہ مدینہ میں انتقال کر گئے تھے اور رمضان میں حضرت
زینب بنت حزیمہ جو مساکین کو کثرت سے طعام کھلاتی تھیں۔ ام المساکین کا خطاب عطا فرمایا اور اپنے
نکاح میں لائے جو بعد نکاح اٹھارہ اور ایک قول کے مطابق تین ماہ بعد وفات پا گئیں۔ اسی سال
امام المومنین حسن بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہما نصف رمضان المبارک میں پیدا ہوئے اور
ولادت امام شہید حسین بن علی سلام اللہ علیہما کی چوتھے سن میں چوتھی یا پانچویں شعبان کو ہوئی۔ اسی
سال میں چوتھی شوال کو غزوہ احد واقع ہوا جس میں دندان مبارک شہید اور لب شریف زخمی ہوئے اور
سید الشہداء سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب مع ستر صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم شرف شہادت
کو پہنچے۔ بائیس مشرک واصل جہنم ہوئے اور مشرکوں کا سردار ابوسفیان تھا۔ غزوہ احد کے بعد غزوہ
حمراء الاسد واقع ہوا۔ آپ نے احد سے واپسی پر اس کے دوسرے دن سولھویں شوال کو اسی حالت
میں انہی لوگوں کو ساتھ لے کر جو جنگ احد میں حاضر تھے دشمنان دین کا تعاقب کیا تاکہ وہ نہ جانیں کہ
مردان دین نے ضعف اور شکستگی لے لی ہے۔ مدینہ سے باہر آٹھ میل تشریف لے جا کر تین روز وہیں
اقامت فرما کر رجوع فرمایا اور اسی سال ولادت امام حسن علیہ السلام سے پچاس دن بعد سیدنا
حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پیٹ مبارک میں تشریف فرما
ہوئے۔ ہجرت کے چوتھے سال سریہ بیر معونہ واقع ہوا۔ ستر انصاری نوجوان قرار شہید ہوئے

اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چالیس روز تک صبح کے قنوت میں ان کے قاتلین کے حق میں دعائے بد کی، اور اسی سال سریہ رجیع واقع ہوا کہ ایک گروہ مشرکین نے آکر بیعت اسلام کی اور ایک جماعت کو صحابہ کرام تعلیم احکام دین کا بہانہ کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اجازت لے کر اپنے ہمراہ لے گئے اور مقام رجیع میں پہنچ کر نقض عہد کر کے قبیلا بنی ہذیل کے ساتھ مل کر بعض صحابہ کو شہید کر ڈالا اور بعض کو گرفتار کر کے کفار مکہ کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تاکہ وہ ان سے کشتگان بدر کا انتقام لیں جماعہ شہیدان میں سے ایک عاصم بن ثابت ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے مطابق ان کے بدن کو کفار کے مس سے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ نے ایک لشکر بھڑوں کا بھیجا جس نے ان کے بدن کو گھیر لیا کہ کوئی کافر ان کے پاس نہ آسکے جب رات ہوئی تو سیل کے ذریعہ ان کی لاش بہہ کر کہیں گم ہو گئی۔ اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں غزوہ بنی نضیر واقع ہوا بنی نضیر قبائل یہود سے ایک قبیلہ تھا چھ روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا آخر کو وہ لوگ شام کی طرف جلاوطنی پر راضی ہو کر نکل گئے اور اسی سال ذیقعدہ میں شروع بدر صغریٰ واقع ہوا کیونکہ ابوسفیان نے جنگ احد سے پھرتے وقت منادی کی تھی کہ ہم اور تم ہر سال بدر میں آکر محاربہ اور قتال کیا کریں گے جب وعدہ کے دن نزدیک پہنچے تو ابوسفیان نے ڈر کر نعیم بن مسعود کو بیس فراسنہ زر دینے کا وعدہ کیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لوگوں کو لڑائی کے واسطے باہر نکلنے سے ڈرائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ہزار پانچ سو صحابیوں کو اپنے ساتھ لے کر برآمد ہوئے پھر سلامتی اور مال غنیمت سے مدینہ منورہ کو واپسی فرمائی۔ شان نزول آیہ کریمہ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ یعنی جن کو لوگوں نے کہا کہ انہوں نے تمہارے مقابلہ کے لئے اسباب جمع کیا ہے پس تم ان سے خطرہ کرو، کا اشارہ بھی اسی قضیہ کی طرف ہے اور اسی سال زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے خط اور کتابت یہود کی تعلیم حاصل کی۔ تاکہ ان کے مخفی حال اور اسرار دریافت ہو سکیں اور اسی سال ذیقعدہ میں قضیہ رجم یہودی اور یہودیہ واقع ہوا اور اسی سال وقت محاصرہ بنی نضیر میں آیت حرمت شراب نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ تحریم خمر تیسرے سال واقع ہوئی اور تحقیق یہ ہے کہ تحریم خمر چند بار ہوئی لیکن آخر کو اسی سال میں ایک قول کے مطابق چھٹے سال میں، جس میں واقعہ حدیبیہ واقع ہوا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ

وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ یعنی اے ایمان والو بیشک شراب، جوا بت اور پانسے گندے شیطانی کام ہیں ان سے بچو۔ نازل ہوئی اور حرمت شراب علی الاطلاق قطعی ہوگئی اور اسی سال شوال کے مہینے میں اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اپنے نکاح میں لائے ان کے پہلے زوج ابوسلمہ تھے اور اسی سال زینب بنت خزیمہ ام المومنین اور فاطمہ بنت اسد والدہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے انتقال فرمایا۔

پانچویں سن کے مہینہ ربیع الاوّل میں غزوہ دومۃ الجندل واقع ہوا اس میں کوئی مقاتلہ ومقابلہ نہیں ہوا۔ محرم شریف میں غزوہ ذات الرقاع واقع ہوا اور اسی میں صلوٰۃ خوف مشروع ہوئی۔ اس غزوہ کے ذات الرقاع کہلانے کی بابت چند ایک اقوال ہیں اور صحیح ترین قول بخاری شریف والا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پیادہ اور ننگے پاؤں ہونے کی وجہ سے پاؤں پہ چیتھڑے لپیٹ لیے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ذات الرقاع ایک درخت کا نام ہے یا ایک جگہ کا نام ہے اور بعض حصہ زمین اس کا سیاہ ہے اور بعض سفید

اسی سال شعبان کی دوسری تاریخ کو غزوہ مریسیع واقع ہوا۔ مریسیع ایک پانی کا نام ہے جو بنی خزاعہ کی طرف منسوب ہے اور اس کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں اور جویریہ بنت الحارث کہ اس کا اصلی نام برّہ ہے اسی غزوہ میں گرفتار ہوکر آئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد فرماکر اپنے نکاح میں لائے اور اسی سال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگائی گئی۔

اور اسی سال میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے ہوا اور آیت تیمّم مطابق ایک روایت کے اسی سال نازل ہوئی۔

اسی سال ذیقعدہ کے مہینے میں غزوہ خندق جس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں واقع ہوا۔ اسی غزوہ میں حضرت سیدالابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شمشیر ذوالفقار جناب حیدر کرار علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ کی کمر شریف پہ باندھی اور نعیم بن مسعود حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس حاضر ہو کر اسلام لائے اور آپ کے حکم سے انہوں نے قبائل یہود اور کفار قریش اور ان کے سردار ابوسفیان کے درمیان لطائف الحیل سے تفرقہ اور مخالفت ڈال دی تاکہ ان کا ہر ایک مخذول

ہوا۔ اور اس غزوہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے اور تین کافر مارے گئے۔ کفار کے لشکروں پر ایسی ہوا مسلط ہوئی کہ پھر قریش مدینہ کے گرد نہ ٹھہر سکے۔ جناب سید الانس والجان علیہ آلاف الصلوٰۃ والسلام من الملک المنان جس وقت اس غزوہ سے فارغ ہوئے اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور غزوہ بنی قریظہ کا حکم لائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العالمین کے حکم کے مطابق کفار کو محصور کیا اور پچیس روز محاصرہ میں رکھا پھر ان نزول اور رضائے کے مطابق بحکم سعد بن معاذ ان تمام کو قتل کر دیا گیا جس میں حیی بن اخطب یہودی بھی نار جہنم کو واصل ہوا۔

اور اسی سال میں صلوٰۃ خسوف شروع ہوئی اور اسی سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھوڑے پر سے گرے اور ران مبارک میں صدمہ پہنچا۔ جس کی وجہ سے پانچ روز تک آپ نے دولت سرائے کے اندر بیٹھ کر نماز ادا کی۔

اسی سال قول اصح کے مطابق اور بقول جمہور چھٹے سال ایک جماعت علماء کے قول کے مطابق نویں سال فرضیت حج نازل ہوئی۔

چھٹے سال غزوہ بنی لحیان واقع ہوا کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سو سوار سے رجیع والوں کی تلاش میں جنہوں نے بیر معونہ پر قراء کو شہید کیا تھا چلے اور وادی غطفان کے قریب نزول فرمایا بنو لحیان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ڈر سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور اسی غزوہ آپ والدہ شریفہ کی قبر پر تشریف لا کر روئے اور صحابہ کرام بھی آپ کے رونے سے روئے جیسا کہ مشہور ہے۔ اور اسی سال غزوہ غابہ بھی واقع ہوا کہ غطفان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں لوٹ کر لے گئے اور سلمہ بن اکوع ان لوگوں کو دوڑ مار کر اونٹنیاں چھین لائے اور اسی سال قضیہ نماز استسقاء واقع ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا و برکت سے سات روز پانی لگاتار برسا اور اسی سال ماہ شوال میں قضیہ نیین واقع ہوا۔ ایک قول کے مطابق غزوہ بنی مصطلق اور جویریہ بنت الحارث کا گرفتار ہونا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگنا اسی سال میں تھا۔

خاتم شریف (انگوٹھی شریف) کا بنوانا شاہان دنیا کی طرف قاصدوں کو پیغام اسلام کے لئے بھیجنا۔ مقوقس اسکندریہ کے بادشاہ کا ماریہ قبطیہ اور اپنی بہن سیرین اور حمار یعفور

اور بغلہ دلدل کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں بطورِ ہدیہ بھیجنا اسی سال واقع ہوا۔ حضرت سیدالرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ماریہ قبطیہ کو اپنے واسطے اختیار فرمانا اور سیرین کو حسان بن وہب کو بخشنا اور یعفور کا حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت مرجانا اور دلدل کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے وقت تک زندہ رہنا وغیرہ وغیرہ۔

اسی سال کسوف آفتاب (سورج گرہن) ہوا اور نمازِ کسوف مشروع ہوئی۔ اسی سال خولہ نے اپنے شوہر کے ظہار سے شکایت کی اور آیت قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا۔ یعنی سن لی اللہ نے اس عورت کی بات جو جھگڑتی تھی اپنے خاوند کی بابت تجھ سے) نازل ہوئی۔

اسی سال ام رومان والدہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی والدہ فوت ہوئیں۔

اسی سال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ دوس کے ہمراہ مدینہ منوّرہ میں آنا اور خواہش اسلام کا ظاہر کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خیبر میں ہونے کی خبر پاکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا خیبر جاکر شامل غزوہ خیبر ہونا اسی سال تھا

سال ۷ھ میں غزوہ خیبر واقع ہوا۔ اس غزوہ میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ مبارک سے ڈھال گر گئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دروازہ خیبر کو کہ جس کو سات بقول چالیس آدمی کمال قوّت سے بھی نہ پھیر سکتے تھے، اکھیڑ کر ڈھال کی جگہ تا وقتِ فتح استعمال فرمایا۔ اس غزوہ میں غازیانِ اسلام سے گیارہ آدمی شہید ہوئے اور یہودیوں کے ترانوے آدمی جہنم رسید ہوئے اور صفیّہ بنت حیی جو حضرت ہارون علیہ السّلام کی اولاد سے ہیں۔ اسی غزوہ میں قید ہوکر آئی تھیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے انہیں آزاد فرماکر انہیں اپنے نکاح کا شرف بخشا اور یہود نے بھی اسی غزوہ میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے طعامِ مبارک میں زہر ملائی تھی۔

آفتاب بھی بعد غروب لغرض ادائیگی نماز قضا سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی غزوہ میں تھا جب کہ سر مبارک جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حالتِ وحی ان کی گود میں تھا۔

اسی غزوہ میں حمارہ اہلی کا کھانا اور داڑھ دندان دار جانوروں کا کھانا اور مالِ غنیمت کا تقسیم سے پہلے بیچ ڈالنا اور لونڈیوں کا استبرار کے قبل ممنوع ہوا۔ اسی غزوہ میں نکاح متعہ حرام

ہوا جو ابتدائے اسلام سے اس وقت تک حلال تھا۔ اس کے بعد روز غزوہ اوطاس بعد از فتح مکہ معظمہ یہ مباح ہوا اور تین دن کے بعد پھر حرام قطعی ہوا۔ جمیع علمائے امت کا تا قیام قیامت اس بات پہ اتفاق ہے۔ اس کا مخالف سوائے روافض کے کوئی بھی نہیں۔

قضیہ لیلۃ العریس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نیند میں رہ جانا نماز صبح کا قضا ہو جانا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قضا نماز کا اذان، اقامت و جماعت سے ادا فرمانا بھی رجوع غزوہ خیبر کے وقت واقع ہوا تھا اور اسی سال میں تھا۔

اسی سال ام حبیبہ بنت ابی سفیان جو اپنے شوہر کے ہمراہ حبش گئی تھیں۔ وہاں ان کے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ نجاشی بادشاہ حبشہ نے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تزویج کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا بعض قول کے مطابق یہ نکاح چھٹے سال میں ہوا۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو ہزار ایک سو سواروں کے ساتھ عمرہ قضا ادا فرمایا اور واپسی پہ میمونہ بنت الحارث کو مقام شرف جو مکہ معظمہ کے قریب ہے شرف نکاح سے سرفراز فرمایا اور اسی جگہ اس سے خلوت کی اور ان کا انتقال اسی مقام پہ ترلیسٹھ سن ہجری میں ہوا۔ اب بھی ان کی قبر شریف اسی جگہ ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سب بیبیوں سے بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آئیں اور سب سے بعد میں انتقال ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ واللہ اعلم!

پسال ۸ھ ماہ صفر میں عمرو بن العاص و خالد بن ولید و عثمان بن ابی طلحہ مدینہ شریف ہجرت کی غرض سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے بعض کے نزدیک ان کا اسلام اخیر سال ۵ھ میں واقع ہوا ہے اور ذی الحجہ میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ آپ نے ان کی پیدائش کی خوشخبری پہنچانے والے کو ایک غلام بخشا اور اسی سال مسجد نبوی میں منبر بنایا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ منبر کا اتخاذ سال ہفتم میں تھا۔ اسی سال سریہ موتہ واقع ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے حارث بن عمیر کو ملک بصرہ کی طرف نامہ مبارک دے کر بھیجا۔ شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین ہزار آدمی زید بن حارثہ کی قیادت میں دے کر اس کی سرکوبی کے لئے بھیجے۔ شرجیل نے ایک لاکھ سے زیادہ

آدمی جمع کر کے سخت مقابلہ کیا۔ اسلام کا جھنڈا زید بن حارثہ کے ہاتھ میں تھا جب وہ شہید ہو کر گر پڑے تو حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، نے لیا۔ جب وہ بھی شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ نے لیا چنانچہ حضرت عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک اشارہ ان کی طرف کیا تھا اور آخر یہ فتح خالد بن ولید کے ہاتھوں ہوئی اور اسی غزوہ میں انہیں **سیف اللہ** کا خطاب ملا اور جعفر بن ابی طالب نے لقب طیّار حاصل کیا۔

اور اسی سال سریہ حبط واقع ہوا کہ ابو عبیدہ بن الجراح قافلہ قریش کی تلاش میں نکلے جب ان کا سارا سامان خوراک ختم ہو گیا۔ دابہ عنبر جو بہت بڑا تھا جس کے متعلق کتب سیر میں مذکور ہے دریا نے ان کے لئے اس جانور کو باہر پھینک دیا جس کو صحابہ نے آدھے مہینے تک اور بقول بعض ایک ماہ تک کھاتا۔

اسی سال مکہ معظمہ فتح ہوا۔ دس ماہ رمضان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دس ہزار بہادران سے مدینہ منوّرہ سے باہر تشریف لائے اور عبّاس بن عبدالمطلب اپنے عیال کے ساتھ ہجرت کر کے مقام جحفہ جو مکّہ اور مدینہ کے درمیان ہے آ رہے ہوئے تھے آنحضرت سے ملاقات کی۔ اس سے پہلے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے سقایا زمزم پہ رہائش پذیر تھے۔ اسلام معاویہ وابوسفیان اور ان کی زوجہ ہندہ و عکرمہ بن ابوجہل و دیگر ہمچو ایں بھی اسی سال میں واقع ہوا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بعد فتح مکّہ کے عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم دیا تھا۔ آخر ان کی بی بی حکمیہ بنت الحارث اسلام لا کر عکرمہ کی طرف سے امان مانگ کر حضور حضرت رسالت میں لائیں۔ عکرمہ بھی حاضر ہوتے ہی مسلمان ہوئے اور حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، کی خلافت میں اجنادین کے روز شہید ہوئے جب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسجد الحرام میں داخل ہوئے، تو حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے باپ ابوقحافہ کو آپ کے حضور میں لائے۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کو بٹھایا۔ ان کے سینہ پہ دستِ مبارک پھیرا۔ آپؐ کے دستِ مبارک کی برکت سے ابوقحافہ مسلمان ہوئے اور جس وقت حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوقحافہ کو خدمتِ اقدس میں لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی۔ ہم ان کے پاس خود آ جاتے۔ فتح مبارک بیس رمضان المبارک کو واقع ہوئی۔ حضرت سرورِ دین و دنیا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم نے مکہ شریف میں پندرہ دن اقامت فرمائی۔ اتنے دن ہر روز حوالی مکہ میں سرایت بھیجا کرتے رہے۔ خدا کے فضل سے ہر طرف فتح نمایاں حاصل ہوتی رہی۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید کو عزیٰ اور عمرو بن العاص کو سواع پر اور سعد بن فیروز کو منات پر تعینات فرما کر ان کے توڑنے کا حکم دیا اور شرک وفساد کا نام ونشان دنیا سے بالکل مٹا دیا۔

اس کے بعد دس ماہ شوال کو دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار مکیوں کو لے کر آپ حنین کی طرف برآمد ہوئے۔ بعض صحابہ کو اپنے لشکر کی شوکت وعظمت پر نظر پڑی تو کہنے لگے کہ اب ہم ہرگز شکست نہ کھائیں گے۔ غیرت خداوندی مقتضی امتحان اور ابتلا ہوئی گو لشکر اسلام میں ہزیمت پیدا نہ ہوئی مگر اس حالت میں بعض نو مسلموں نے جن کے سینے ابھی تک نجاست حسد اور کینہ سے خوب پاک نہ ہوئے تھے اپنے خبث باطن کو ظاہر کر ہی دیا۔

کسی نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اصحاب ایسے بھاگے کہ کنارہ دریا تک بھی نہ ٹھہریں گے دوسرے نے کہا کہ آج وہ دن ہے کہ سحر سامری باطل ہو جائیگا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حق تعالیٰ سے فتح اور نصرت مانگ کر تھوڑے سنگریزے اٹھا کر کفار کی طرف پھینکے کہ لشکر کفار کو شکست فاش ہوئی۔ اس غزوہ میں چار مسلمان شہید ہوئے اور ستّر کافر جہنم رسید ہوئے۔ پھر ابو عامر اشعری چچا ابو موسیٰ اشعری کو ایک صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اوطاس کی طرف روانہ فرمایا وہاں کافی مال غنیمت ہاتھ لگا۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار آدمی گرفتار ہوئے۔ منجملہ اسیران کے سیما بنت الحارث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی بہن تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں عزت واکرام سے اپنے اہل وعیال کو واپس فرما دیا۔

اس کے بعد آپ طائف کی طرف تشریف فرما ہوئے ان لوگوں کو اٹھارہ روز محاصرہ میں رکھا پھر منادی کا حکم دیا کہ جو باہر نکل آئے آزاد ہے۔ دس آدمیوں سے زیادہ باہر نکل آئے۔ ابوبکرہ بھی انہیں میں سے ہیں جنہوں نے قلعہ سے اپنے آپ کو ایک کمند کے ذریعہ باہر کیا تھا۔ اس غزوہ میں صحابہ کرام سے دس آدمی درجۂ شہادت کو پہنچے تھے اور طائف کو بغیر فتح اور نصرت کے واپسی کا ارادہ فرمایا اور مقام جعرانہ سے احرام باندھ کر چھ ذی القعدہ کو عمرہ ادا کیا اور اسی

مقام پر مالِ غنیمت تقسیم فرمایا اور اہالیانِ ہوازن کے چند ایک قبائل نے حاضر ہو کر اظہارِ ایمان کیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کے اموال اور قیدیوں کو ان کے حوالہ کر دیا۔ ان کے بعد اس قوم کا سردار مالک بن عوف آ کر مسلمان ہوا۔ آپ نے اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے اور اس کے اہل و عیال اسے واپس دے دیئے۔ اس کو طائف کا عامل مقرر کیا۔ اسی مقام پر بعض نادانوں نے طلبِ غنائم اور تقسیم اموال میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے غلبہ کیا اور جناب سیّد الانس والجانّ کو ایک درخت کے نیچے گھیرا اور چادر مبارک اتار لی اور بعض جوانانِ انصار نے بھی دربارۂ غنیمت کچھ کلام کیا۔ حضرت سیّد الرسل ہادی سُبل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے متاعِ دنیا کی تحقیر اور تصغیر فرما کر ثوابِ خاص آخرت اور عنایات مخصوصہ اپنے سے انہیں بشارت دی اور ارشاد فرمایا کہ یہ متاعِ دنیا سہل ہے۔ یہ لوگ میری قوم سے ہیں اور نادان ہیں اور ضعیف الایمان ہیں۔ ان کے اموال اور اشیاء لٹ گئے اور بلاد اور املاک ان کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ میں نے چاہا تھا کہ ان کے اموال پھیر دوں تاکہ ان کے ایمانوں میں تزلزل نہ آوے۔ اس کے بعد عتاب بن اسید و معاذ کو مکہ معظمہ میں خلیفہ کر کے آپ نے مدینہ منوّرہ کو مراجعت فرمائی اور اسی سال کعب بن زہیر نے قصیدہ بانت سعاد پیشِ بارگاہِ نبوّت کر کے امن و سلامتی پائی۔ اسی سال حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت امّ المؤمنین سودہ بنتِ ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طلاق کا ارادہ فرمایا۔ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخشی اور ازواج مطہرات کے سلسلہ میں شامل رہیں۔

اور اسی سال حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضور نبی آخر الزّمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بڑی صاحبزادی ہیں اور زوجہ ابوالعاص تھیں وفات فرمائی رضی اللہ عنہا!

سنہ ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عیینہ بن حصین کو پچاس سوار دے کر دشمنان گرفتاری کے لئے بھیجا وہ قریباً پچاس کافروں کو گرفتار کر کے پیش کئے پس اقرع بن حابس اور ایک جماعت نے درِ اطہر پر حاضر ہو کر حضرت سیّد الرّسل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو دروازے کے باہر ندا دی اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ الخ نازل فرمائی۔ آپ نے ولید بن عقبہ کو وصولی صدقات کے لئے قوم خزاعہ کی طرف بھیجا قوم خزاعہ جب ان کی پیشوائی کے لئے

باہر آئی تو ولید بن عقبہ نے سمجھا کہ یہ لوگ مقاتلہ کو نکلے ہیں وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے اور دربار رسالت میں شکایت پیش کی تو آیہ کریمہ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا الخ نازل ہوئی۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے الگ رہے۔ اسی سال غزوہ تبوک واقع ہوا۔ آپ نے حضرت امیرالمومنین علی سلام اللہ علیہ کو مدینہ منورہ میں اپنے اہل وعیال پر خلیفہ مقرر فرمایا اور جناب ولایت مآب رضی اللہ عنہ نے بسبب مفارقت حضرت کے منافقین کے طعن سے رہائش مدینہ منورہ پر اظہار رنج و اذیت کیا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارشاد اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی یعنی تو میرے لئے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ علیہ السلام سے فرما کر ان کی تسلی و تشفی فرما دی اور اس رتبہ عالی سے ان کو مخصوص فرمایا اور اسی غزوہ تبوک میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تجہیز جیش عسرت کرنا اور تین صحابہ کا رک جانا جس سے آیہ کریمہ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا الخ واقع ہوا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو مہینے تک وہاں اقامت فرمائی اور پھر بغیر وقوع قتال و جدال کے مراجعت فرمائی اور یہیں قبیلہ ایلہ و اہل حمیان وارنج کے لوگ حضور میں پیش ہوئے اور جزیہ دینا قبول کیا اور پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو سوار دے کر اکیدر جو دومۃ الجندل کا علاقہ تھا پر بھیجا۔ انہوں نے اس کو گرفتار کیا اور اس کے بھائی کو قتل کر ڈالا اس نے بھی جزیہ قبول کر کے رہائی پائی۔ اس سفر کی واپسی پر مسجد ضرار پر عبور فرمایا جو منافقوں نے اہل قبا کی علت حسد پر بنائی تھی کہ موجب تقلیل جماعت مسجد تقویٰ اساس ہو۔ اس کو مطابق وحی الٰہی جلا دیا اور خراب و برباد فرمایا چنانچہ قرآن مجید اس کی خبر دیتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الخ اور رمضان المبارک میں مدینہ منورہ واپس تشریف فرما ہوئے پھر وفد ثقیف آئے اور اسلام لائے اور یہ شرط پیش کی کہ وہ کچھ مدت تک تولات اور طاغیہ کو نہ توڑیں گے اور نہ برا کہیں گے اور نماز بھی نہیں پڑھیں گے۔ اس کے بعد وہ مکمل اسلام لائیں گے مگر آپ نے اس شرط فاسد کو قبول نہ فرمایا اور ان کو واپس بھیج دیا۔ آیہ کریمہ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ الخ یعنی اگر ہم تم کو نہ ٹھہراتے تو تم ان کی طرف جھکنے لگ جاتے۔ عثمان بن ابی العاص کو ان لوگوں کا امیر بنایا اور ان کے پیچھے ابو سفیان بن حرب و مغیرہ رضی اللہ عنہما کو طاغیہ کے توڑنے کو بھیجا اور اسی سال ملوک حمیر

کا خط اور قاصد آیا اور ان کے اسلام لانے کی خبر لایا۔

اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے حج کے لئے روانہ فرمایا اور ان کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ سورۃ برأت پڑھیں اور مشرکوں کا نقض عہد کرنے انہیں ننگے طواف سے روکیں اور کسی مشرک کو حج نہ کرنے دیں اور ساتھ ہی اعلان کریں کہ بہشت میں سوائے مومن کے کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا۔

اسی سال زانیہ غامدیہ کو رجم کیا اور عویمر بن حارث نے اپنی بیوی کے ساتھ لعان لیا۔

اسی سال ماہِ رجب کے مہینے میں نجاشی نے حبشہ میں وفات پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اس پہ نماز جنازہ پڑھی۔ شافعیہ اس عمل مبارک سے نماز جنازہ غیب کو جائز سمجھ کر یہی واقعہ دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے لئے خاص تھا چونکہ جنازہ نجاشی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ ظاہر ہوا تھا پس در حقیقت نماز حاضر پہ پڑھی گئی تھی نہ غائب پہ اسی سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اسی سال ذیقعدہ میں عبداللہ بن ابی منافق جہنم کو سدھارا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایفائے عہد اور قوم کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے کہ شاید وہ ایمان قبول کریں اپنا پیراہن شریف پہنایا۔ جب اس کی قوم نے دیکھا کہ یہ مرتے وقت پیراہن شریف کے ذریعہ شفاعت طلب کرتا ہے تو ہزار آدمی ایمان لائے۔

اسی سال ہر طرف سے عرب کے وفد خدمت شریف میں حاضر ہوئے اسی وجہ سے اس سال کو عام الوفود کہتے ہیں۔ کیونکہ سارے عرب قبائل نے اپنے اسلام لانے کو فتح مکہ پہ محمول کیا ہوا تھا جب انہوں نے دیکھا کہ قریش جو امام یا پیشوائے عرب ہیں اور اہل بیت اللہ ہیں اطاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبول کی ہے تو قبیلہ ثقیف بھی ایمان لائے اور انہوں نے جان لیا کہ اب کسی میں طاقت مقابلہ اور مقاومت نہیں ہے۔ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہے اور بتوں کا دین باطل ہے بمصداق جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ یعنی سچ آیا اور جھوٹ بھاگ نکلا بیشک جھوٹ بھاگ نکلنے والا ہے تو لوگ ہر طرف سے بھاگ کر اسلام میں داخل ہونے لگے چنانچہ قرآن پاک بیان کرتا ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ

فِی دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا یعنی حبیب اللہ تعالیٰ کی امداد اور فتح آئی لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج بفوج داخل ہوتے ہوئے دیکھے گا۔ الحمد للہ علیٰ دین الاسلام!

سال سنہ ۱۰ھ۔ ماہ ربیع الاول میں آپ نے قبیلہ بنی الحارث پر لشکر بھیجا اور انہیں شرف اسلام سے مشرف فرمایا۔

اسی سال وفد سلمان وغسان وعامرہ و وفد زبیدہ حاضر ہوئے ان میں عمرو بن معدی کرب بھی تھا جو اسلام لایا اور بعد وفات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتد ہو گیا اور پھر اسلام لایا۔

اسی سال عبد القیس واشعث وفد بنی حنیفہ حاضر ہوئے ان میں مسیلمہ کذاب تھا کہ مرتد ہو گیا اور اس نے دعویٰ کیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنا شریک کر لیا ہے۔

اسی سال نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کا واقعہ پیش آیا اور اسی سال حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ اسلام لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ذوالحلیفہ کی طرف بُت شکنی کے لئے بھیجا۔ اسی سال قضیۂ جام بھی واقع ہوا جسے تمیم داری اور وعدی نصرانی نے چرایا تھا۔ اسی سال حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا۔ اسی سال حجۃ الوداع واقع ہوا کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے اس حج کے اور کوئی حج نہیں کیا مگر قبل ہجرت اور قبل نبوت و بعد اس کے بھی آپ نے کتنے حج کئے لیکن علماء ان کی تعداد کے متعلق کچھ بیان نہیں کرتے کیونکہ ان کے حیطۂ ضبط میں نہیں آئے۔ آپ نے ہجرت کے بعد چار عمرے کئے ہیں بالاتفاق!

اسی سال بروز حجۃ الوداع اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ نازل ہوئی۔ اسی حج کی واپسی کے وقت منزل غدیر خُم پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو تخصیص مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ سے مخصوص فرمایا۔

اسی سال حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ اسی سال ضمام بن ثعلبہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر شرائع دین دریافت کر کے اور اپنی قوم میں جا کر قوم کو مسلمان کیا۔

اسی سال بنی طے جو حاتم طئی کا قبیلہ ہے گرفتار کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں

پیش کیا گیا اور ان میں حاتم کی بیٹی بھی تھی لیکن حاتم کا فرزند شام کی طرف بھاگ گیا پس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس کو رہا فرما دیا اور خلعت عنایت کی پھر وہ اپنے بھائی کے پاس گئی اور اسے بھی ساتھ لائی اور دونوں اسلام لائے۔ ایک قول کے مطابق قضیہ حاتم سال ۹ھ میں واقع ہوا۔

اسی سال خالد رضی اللہ عنہ کو بنی حارث پہ کہ نجران میں رہتے تھے بھیجا وہ ایمان لاکر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں حاضر ہوئے نظر مبارک اس گروہ پہ پڑی تو فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ گویا ہند کے آدمی ہیں۔

اسی سال باذان والیٔ یمن نے وفات پائی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن اور حضر موت کی طرف بھیجا اور ان کی رکاب میں سلطان زمان و زمن پیادہ باہر تشریف لائے اور ان کو شرف رخصت سے مشرف فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ شاید اس سال کے بعد تو مجھ کو نہ پاوے اور یہ ملاقات ہماری تمہاری آخری ہو۔ پس معاذ رضی اللہ عنہ یہ سن کر روئے پھر ان کو وداع فرمایا۔

اسی سال جریر بن عبداللہ کو ذی الکلاع بن ناکور پہ بھیجا وہ اپنے امراء سمیت مسلمان ہو گیا۔

اسی سال فروہ بن الجذامی کہ بادشاہ روم کی طرف سے عامل تھا مسلمان ہو گیا اور ملک روم نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اس کو مرتد ہو جانے کی ترغیب دی۔ اس نے کہا تو خود جانتا ہے کہ یہ وہی رسول ہے کہ عیسٰی علیہ السلام نے اس کے ظاہر ہونے کی بشارت دی تھی لیکن تو اپنی مملکت کے سوال سے ڈرتا ہے اور سعادت اسلام سے مشرف کیوں نہیں ہوتا پس فروہ کو بادشاہ روم نے قید کر کے قتل کر ڈالا۔

سال ۱۱ھ۔ اس سال حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل بقیع کے حق میں استغفار کیا اور فرمایا اے اہل بقیع کیا اچھا تمہارا وقت تھا کہ تم رخصت ہو گئے یہاں اب فتنے آنے کو ہیں جو شب تاریک سے زیادہ ہیں۔

اسی سال روز دوشنبہ چھبیس تاریخ صفر کو اسامہ بن زید کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ اُبنی (دیار روم میں ایک روم ہے جہاں اُسامہ کے والد زید شہید ہوئے تھے) پہ بھیجا اور چہار شنبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بخار اور درد سر شروع ہوا۔ پنجشنبہ کے دن جھنڈا دست مبارک سے درست فرما کر اسامہ کو عنایت فرمایا۔ وہ وہاں سے رخصت ہو کر باہر مقام جرف (مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے) ٹھہرے۔ حضور نے کبار مہاجرین و انصار کو مثلاً ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق اعظم۔

سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، جیسے لوگوں کو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ بعض لوگوں کو اسامہ کے امیر بنانے میں ذرا قیل و قال واقع ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام حضرت اسامہ اور ان کے باپ زید کی تعریف میں ایک نہایت ہی بلیغ خطبہ دیا اور فرمایا اس کا باپ امارت اور ریاست کے لائق تھا اور یہ بھی اپنے باپ کی طرح اسی کا سزاوار ہے پھر دس ماہ ربیع الاوّل کے شنبے کے روز دولت سرائے میں تشریف لائے روز یکشنبہ کو مرض نے شدت اختیار کی اور خبر ظہور مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی لعنہما اللہ اسی حالت میں ملی آپ نے بوحی الٰہی اسود کے مارے جانے کی خبر لوگوں کو دی چنانچہ ویسا ہی ہوا اس نے صنعائے یمن میں خروج کیا اور شہر بن باذان کو مار کر اس کی بیوی کو جو فیروز کے چچا کی بیٹی تھی (اور فیروز خود نجاشی کا بھانجہ تھا) سے عقد کر لیا۔ فیروز نے حیلہ سے اسی محل میں نقب لگا کر اندر گھس کر اس کو قتل کیا۔ اس ملعون کے حلق سے مرتے وقت ایک آواز بلند نکلی گاؤں کے پاسبان یہ آواز سن کر گھبرا گئے۔ پوچھا یہ کیسی آواز نکلی ہے۔ اس عورت نے کہا کہ وہ بھی اس کے قتل میں شریک تھی دربانوں اور پاسبانوں سے کہا کہ تم لوگ بالکل نہ ڈرو یہ آواز تمہارے پیغمبر کی وحی کی ہے۔

اس اسود ملعون کا نام عبہلہ بن کعب تھا اور اس کو ذوالحمار بھی کہتے تھے یہ کاہن تھا لوگوں کو عجائب و غرائب دکھاتا تھا۔ اس کا خروج اوّل بعد حجۃ الوداع واقعہ ہوا۔ اور مسیلمہ کذّاب کو وحشی قاتل امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، نے قتل کیا۔ وحشی کہا کرتے تھے کہ میں بہترین اور بدترین آدمیوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ مسیلمہ کذّاب بہت بوڑھا آدمی تھا۔ وفد بنی حنیفہ میں شامل ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا تھا۔ پھر یمامہ جا کر مرتد ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک فی النبوہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے شراب اور زنا کو حلال کیا اور نماز فرض کو ساقط کر دیا تھا۔ فاسدین، فاسقین کا ایک گروہ اس کے تابع ہو گیا۔ اس ملعون نے بامطبوع قرآن مجید کے چند ایک فقرے مقابل قرآن کے گھڑ لیے جو عقلائے عالم کے مضحکہ کا باعث بنے چنانچہ سورہ والعادیات کے مقابل اس نے کہا۔

وَالزَّارِعَاتِ زَرْعًا وَالحَاصِدَاتِ حَصْدًا وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا وَالخَابِزَاتِ خُبْزًا وَالثَّارِدَاتِ ثَرْدًا یعنی قسم ہے کھیتی کرنے والوں کی کھیتی کرنے کی اور کھیتی کاٹنے والوں کی کھیتی کاٹنے کی پیسنے

والوں کو پیسنے کر اور روٹی پکانیوالوں کی روٹی پکانے کر اور بیابانوں میں روٹی توڑنے والوں کی پیالیں روٹی توڑنے کر اور کہا یَا ضِفْدَع بِنْتِ ضِفْدَعَیْنِ اِلٰی کَمْ تَنْقِیْنَ لَا الْمَاءُ تُکَدِّرِیْنَ وَلَا الشَّارِبِیْنَ تُمْنَعِیْنَ رَأْسُكَ فِی الْمَاءِ وَذَنْبُكَ فِی الطِّیْنِ یعنی اے مینڈک بڑے دو مینڈکوں کی بیٹی کب تک زندہ رہے گی تو نہ پانی کو تیرا کرتی ہے اور نہ پیاسوں کو منع کرتی ہے سر تیرا پانی میں ہے اور دم تیری مٹی میں ہے۔ اس نے اور کہا اَلْفِیْلُ مَا الْفِیْلُ لَهٗ خُرْطُوْمٌ طَوِیْلٌ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَلْقِ رَبِّنَا الْجَلِیْلِ یعنی ہاتھی کیا ہے اس کی سونڈھ دراز ہے۔ تحقیق کہ یہ مخلوق ہمارے رب بزرگ کی ہے کہتے ہیں کہ اس ملعون سے بعض خوارق اور استدراجات بھی ظاہر ہوتے تھے لیکن سب اس کے مدعا کے خلاف اور کسی کو درازی عمر کی دعا دیتا وہ فوراً مر جاتا۔ اگر کسی کی آنکھ کی روشنی کی دعا دیتا تو وہ اسی وقت اندھا ہو جاتا ایک دفعہ اس نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خط بھیجا جس کا عنوان یہ تھا۔ مِنْ مُسَیْلِمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی مُحَمَّدٍ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لَنَا نِصْفٌ وَلِلْقُرَیْشِ نِصْفٌ وَلٰكِنَّ الْقُرَیْشَ یَعْتَدُوْنَ۔ یعنی یہ خط مسیلمہ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ہے اما بعد تحقیق زمین آدھی ہماری اور آدھی قریش کی ہے لیکن قریش بے انصافی کرتے ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی مُسَیْلِمَةِ الْكَذَّابِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ یعنی یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف ہے مگر حمد کے بعد واضح ہو کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جس کو چاہے اس کا وارث بنائے اپنے بندوں سے اور انجام نیک متقیوں کے واسطے ہے۔

دوشنبہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ لوگوں نے کہا آج مزاج مبارک اور دنوں کی نسبت بہتر ہے۔ پس اسی روز دوپہر کو اور ایک قول کے مطابق چاشت کے وقت بارھویں تاریخ ربیع الاول کو حق تعالیٰ وتقدس کی ملاقات کی۔ اہل بیت کرام نے سہ شنبہ کے روز آپ کو غسل دیا اور سارا دن گروہ مسلمانوں کے نماز جنازہ شریف ادا کرتے رہے اور شب چہار شنبہ جسم مقدس کو اس عالم فانی سے پوشیدہ کیا۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلَادِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ وَاَہْلِ بَیْتِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

چھٹا باب

کیفیت بنائے مسجدِ نبوی و دیگر مقاماتِ مقدسہ

علمائے سیر و تاریخ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو منظور فرمائے لکھتے ہیں کہ جب ناقہ شریف سرورِ انبیاء صلوات اللہ علیہ دروازہ مسجد شریف پہ آکر بیٹھ گئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ھٰذَا الْمَنْزِل ان شاء اللہ تعالیٰ (یعنی یہی رہنے کی جگہ ہے اگر خدا چاہے) اور اس پہ سے اترے اور یہ آیہ کریمہ پڑھی رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔ اے اللہ مجھے مبارک اتارنا اتار تو بہتر اتارنے والوں کا ہے۔ اس زمانہ میں کھجوروں کا وہاں ایک باغ تھا۔ اس میں دو یتیم کھجوروں کو خشک کر کے تمر بناتے تھے اور یہ دونوں یتیم ایک انصاری کے ہاں پہ ورش پا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تشریف فرما ہونے سے قبل کچھ لوگ وہیں نماز بھی پڑھتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں یتیموں کو بلایا اور اس جگہ کو مول لینا چاہا۔ اگرچہ ان یتیموں نے بلا عوض اس قطعہ زمین کو نذر کرنے میں مبالغہ واصرار کیا مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبول نہ فرمایا اور بلا عوض لینے پہ رضامند نہ ہوئے۔ پہلے ان کو قیمت دی پھر مسجد کی بنیاد ڈالی اور بعض انصار نے مالکان زمین کو ایک درخت کھجور اور قیمت بھی زائد دی اور رضامند کیا۔ پھر اونچی نیچی زمین کو ہموار کیا گیا۔ موقعہ درختوں کو اکھیڑ کو بنیاد مستحکم کی گئی جنت البقیع میں بیر ایوب جو مسجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مشرق کو ہے ایک مقام سے وہاں سے اینٹیں لائی گئیں اور سردار دارین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بذاتِ خود اور اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تسلی اور تشفی کے لئے ندائے بشارت فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرِیْنَ۔ اے اللہ سوائے خیر آخرت کے خیر نہیں پس تو انصار اور مہاجرین پہ رحم کر) مسجد شریف کی چھت اور ستون کھجور کی لکڑی سے بنائے گئے۔ حدیث میں ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد شریف کی بنیاد ڈالنی چاہی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حق تعالیٰ کی طرف سے حکم لائے کہ موسیٰ کلیم اللہ کی عریش کی طرح ایک عریش بناؤ جس کی بلندی سات گز سے زیادہ نہ ہو۔ مزین

اور منقش کرنے میں تکلف نہ کرو چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ مبارک میں مسجد شریف کی چھت مینہ برستے وقت مٹی آدمیوں کے سروں پہ گراتی تھی۔ مسجد شریف کا طول پہلی بنا میں جانب قبلہ سے حد شمال تک چوّن گز تھا اور مشرقی جانب سے مغربی حد تک تریسٹھ گز تھا اور پھر فتح خیبر کے بعد سن سات ہجری میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے پھر نئے سرے سے بنوائی اور ہر طرف سے صد در صد گز رکھی۔ طبرانی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک انصاری سے سے جو مسجد شریف کے ہمسائے تھے مشورہ فرمایا کہ اگر تم سے ہو سکے تو تھوڑی زمین بعوض ایک مکان بہشت کے مسجد کے لئے ہمارے ہاتھ بیچ تا کہ ہماری مسجد بڑھ جائے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں ایک فقیر آدمی اور عیال دار ہوں میرے پاس سوائے اس زمین کے اور زمین نہیں ہے آپ نے ان کو معذور رکھا۔ پھر حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس زمین کو ان صحابی سے بعوض دس ہزار درہم خرید کر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس قطعہ زمین کو اُس بہشتی گھر کے عوض میں آپ مجھ سے مول لیجئے۔ آپ نے اُن سے اُسی عوض میں مول لے کر زمین کو داخل مسجد شریف فرمایا اور اپنے دست مبارک سے ایک اینٹ بنیاد میں رکھی۔ اس کے بعد بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت خلیفہ صدّیق اکبر رضی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بھی اسی اینٹ کے برابر ایک اور اینٹ رکھی۔ اسی طرح حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی آپ کے حکم سے اینٹیں رکھیں اور اسی طریقہ سے تعمیر مسجد قبا میں بھی واقع ہوا مگر اس بنا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہونے میں کلام ہے اس لئے کہ وہ زمان ہجرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں مدینہ منوّرہ میں حاضر نہ تھے اور ہجرت حبشہ تک تشریف نہیں لائے تھے واللہ اعلم!

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی ان کے ہمراہ شریک کار تھے۔ ایک دفعہ میری نگاہ پڑی تو دیکھا کہ آپ بہت سی اینٹیں شکم مبارک سے سینہ مبارک تک بھر کے اٹھائی ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ رہنے دیجیے میں اٹھائے چلوں، فرمایا۔ اینٹیں پڑی ہیں تم بھی اٹھا لاؤ یہ مجھے لے جانے دو اور ساتھ ہی فرمایا۔ یا اَبَا هُرَيْرَةَ

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ۔ اے اباہریرہ رضی اللہ عنہٗ عیش آخرت کے سوا کوئی عیش نہیں۔ یہ واقعہ دوسری بار بنائے مسجد میں واقع ہوا تھا کیونکہ ابوہریرہ سن سات واقعہ خیبر میں اسلام لائے تھے اور پہلی بار تعمیر مقدم ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ ہر ایک صحابی ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہٗ دو دو حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دیکھ کر فرمایا خدا عمار پہ رحم کرے کہ اس کو ایک فرقہ باغیوں کا قتل کرے گا۔ یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو آگ کی طرف بلائیں گے۔ پہلی بنا کے وقت سولہ یا سترہ مہینے تک قبلہ بیت المقدس کی طرف رہا۔ اس زمانہ میں مسجد کے تین دروازے تھے۔ ایک دروازہ بائیں طرف، جدھر اب قبلہ ہے۔ دوسرا دروازہ مغرب کی طرف جسے اب باب الرحمۃ کہتے ہیں۔ تیسرا دروازہ جدھر سے آپ تشریف لایا کرتے تھے وہ باب آل عثمان کہلاتا تھا جسے اب باب جبریل کہتے ہیں جو قریب محراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہے اس کو باب جبریل اس لئے نہیں کہتے کہ عوام الناس میں یہ اسی طرح مشہور ہے بلکہ بعد نزول قرآن بابت تحویل قبلہ جبریل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہاں پہنچ کہ کعبۃ اللہ تک جتنے حجاب درمیان میں تھے اٹھا دیئے اور اور آپ نے آنکھ مبارک سے دیکھ کر سمت میزاب کعبہ پہ درست فرمائی اور تحویل قبلہ کے بعد آپ پندرہ روز تک اسطوانہ مخلق کے پیچھے جسے اب اسطوانہ عائشہ کہتے ہیں نماز ادا کرتے رہے اس کے بعد جہاں اب محراب ہے آپ کا قیام متعین ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ میں علامت محراب جیسے اب مساجد میں مقرر ہے ایسی نہ تھی۔ ان کی ابتداء عمر بن عبدالعزیز کے وقت سے ہے جس وقت وہ ولید بن عبدالملک کی طرف امیر مدینہ منورہ تھے اور جس زمانہ میں نماز قبلۂ اول یعنی بیت المقدس کی طرف ادا کرتے تھے آپ کے کھڑے ہونے کی جگہ وہ تھی کہ اگر اسطوانہ مخلق کی طرف پیٹھ دے کر شام کی طرف متوجہ ہوں اور باب عثمانؓ کے محاذ میں کھڑے ہو جائیں تو باب عثمانؓ داہنی جانب کو واقع ہو یہی وہ مقام ہے جہاں سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر رکھنے سے پہلے پچھواڑے کی دیوار کے متصل کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطبہ عالیہ سے مشرف فرمایا کرتے تھے۔ اگر کبھی زیادہ کھڑے ہونے کی وجہ سے تھکاوٹ محسوس ہوتی تو آپ ایک لکڑی پہ جو اس جگہ نصب ہوتی تھی تکیہ فرماتے۔ ایک شخص بعض دیار عرب

سے مدینے آیا اور صحیح روایت میں ہے کہ وہ مدینہ کا باشندہ تھا ایک انصاریہ کا غلام تھا اس نے جناب رسالت مآب میں عرض کی کہ اگر آپ قبول فرمائیں تو آپ کے واسطے ایک منبر بناؤں جس پہ کھڑا ہونا اور بیٹھنا آسان ہو آپ نے اس کی التماس قبول فرمائی۔ اس نے ایک منبر تیار کیا جس کے تین درجے (سیڑھیاں) تھے۔ تیسرا درجہ بیٹھنے کا مقام تھا۔ اصح روایت سے ہے کہ جب منبر شریف رکھا گیا جہاں آج رکھا ہے اور مقام اول سے آپ نے تبدیلی مقام فرمائی تو وہ لکڑی جس پر کبھی کبھی آپ تکیہ فرماتے تھے۔ آپ کے فراق صحبت سے پھٹ گئی اور رونا شروع کر دیا اور اونٹنی کی طرح چلّانے لگی اور ایسی بے قرار ہوئی کہ تمام حاضرین مجلس اس کا حال دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے منبر سے اُتر کر اپنا دست شفقت اس پہ پھیر کر فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھ کو تیری جگہ چھوڑ دوں جس حالت میں تو تھی اور اگر تو چاہے تو تجھے بہشت بریں میں بٹھاؤں کہ جہاں کی نہروں اور چشموں سے تو سیراب ہو اور خدا کے دوست تیرا میوہ کھائیں۔ ایک لحظہ بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام صحابہ سے متوجہ ہوئے اور فرمایا اس نے دار الخلد اختیار کیا۔

روایت ہے کہ جب حسن بصری رضی اللہ عنہٗ یہ سنتے بہت روتے اور فرماتے اے بندگانِ خدا جب لکڑی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے فراق میں روئے اور فریاد کرے تو کیا تم لوگ اس بات کے لائق نہیں ہو۔

سنگے و نباتے کہ در وے خاصیتے ہست

بہ نہ آدمی کہ دراں معرفتے نیست!

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث جذع حنین مشہور ہے بلکہ حد تواتر تک پہنچ چکی ہے بہت صحابہ نے اُسے روایت کیا ہے وہ لکڑی بعض صحابہ کے پاس تھی آخر بسبب طولِ مدّت بوسیدہ ہوگئی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس کو اسی جگہ جہاں کھڑی تھی حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دفن کروا دیا قول صحیح پہ منبر کا طول دو گز عرض ایک گز تھا۔ ہر درجہ کا عرض ایک بالشت تھا۔ یہ منبر خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ تک اپنے حال پر رہا اور پہلے پہل جس نے جامہ نبطیہ سے اس کی پوشش بنائی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ

تھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی مسند خلافت کے چھ برس بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درجہ منبر سے نیچے کھڑا ہوا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درجۂ اوّل کے علاوہ کھڑے ہوتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے جس نے منبر شریف کی پوشش کی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اپنے زمانۂ امارت میں جس وقت ملکِ شام سے مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے چاہا کہ منبر شریف کو شام لے جائیں اُسے اپنی جگہ سے ہٹانا چاہا۔ اسی وقت آفتاب سیاہ ہوگیا اور آسمان پہ ستارے دکھائی دینے لگے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو یہ خیال ترک کر دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کے عذر میں کہنے لگے میرا مقصود اس کے ہلانے پہ یہ ہے کہ دیکھوں اسے زمین نے نہ کھا لیا ہو۔ اس کے بعد اس کے چھ درجے اور زیادہ کئے گئے اور منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر اس پہ رکھا۔ اس کے بعد اُن کے مہدی خلیفہ نے کہا کہ اتنے درجے اور بڑھا دے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے منع فرمایا اور جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بنایا ہوا منبر بھی ایک طویل مدت سے بوسیدہ ہوگیا تو بعض خلفائے بنو عباس نے پھر نئے سرے سے منبر بنوایا اور بقایا منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنگھیاں تبرکاً تیمناً بنوا کر رکھیں اور سن چھ سو چوّن کی آتش زدگی میں جو منبر جل گیا تھا وہ خلفائے بنو عباس کا بنوایا ہوا تھا۔ بعض اربابِ تاریخ لکھتے ہیں کہ وہ منبر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بنوایا ہوا تھا لیکن صحیح قول اوّل ہے واللہ اعلم! اس کے بعد تمام بادشاہان اسلام اس کو کچھ نہ کچھ تغیّر دیتے آئے ہیں چنانچہ سلطان روم مراد خان بن سلیم خان نے سن نوسو اٹھانوے میں منبر عالی سنگِ مرمر کا بنوایا تھا۔ اس کی قبر ہفت جوش میں ہے۔ اس کے بعد فضلائے روم نے مادہ تاریخ منبر شریف یوں نکالی ہے[1]۔ "منبر عمر سلطان مُراد" ۹۹۸ھ

---

[1] سلطان مراد خان کے بعد پھر کسی نے منبر شریف میں تغیر نہیں کیا بسوائے ترمیم کے چنانچہ ۱۲۷۳ھ میں سلطان عبدالمجید خان بن سلطان محمود خان نے مسجد شریف نبوی کو پھر نئے سرے سے بنوایا مگر منبر شریف اسی حالت میں باقی رکھا گیا اور ۱۳۷۰ھ میں شاہ ابن سعود دوم نے مسجد نبوی کی توسیع کی ہے جس میں پاکستان کے سفیر متعینہ عرب شریف نے بھی بطورِ مزدور کے کام کر کے سعادتِ اُخروی میں حصہ لیا۔

فصل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسطوانات (ستون) جن سے تبرک تیمّن مندوب و ماثور ہے. آٹھ ہیں. پہلا اسطوانہ وہ ہے جو محراب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متصل امام کے مقام سے داہنی طرف ہے جس پہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر بننے سے پہلے خطبہ شریف ادا فرماتے تھے وہ لکڑی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فراق میں روئی تھی. اسی جگہ تھی اور اکثر علماء کے نزدیک "اسطوانہ مخلق" اسی کا نام ہے. اُسے مخلق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کسی مکہ وہ چیز سے ملوّث ہوگیا تھا اور اس پہ خلوق (عرب کی مشہور خوشبو) ملوا دی گئی تھی. بعض اصحاب کامل نصاب آنجناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ کو نفل پڑھنے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے. دوسرا اسطوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا، جس کو اسطونۃ القرعۃ اور اسطونۃ المہاجرین بھی کہتے ہیں. مدینہ منورہ کے مورخ مطری کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخلق نام ہے اور یہ اسطوانہ حجرہ شریفہ اور منبر شریف کے درمیان تیسرا اسطوانہ ہے اور روضہ مطہرہ کے درمیان واقع ہے. سرور انبیاء صلوات اللہ علیہ وسلامہ تحویل قبلہ کے بعد ایک مدت تک اسی ستون ہی کی طرف نماز ادا فرمائی. اس کے بعد جہاں اب محراب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے نقل فرمایا. اکابر مہاجرین مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور امثال ان کے رضوان اللہ علیہم اجمعین اس ستون کی طرف نماز پڑھتے اور یہیں اجتماع فرماتے. طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ستون کے آگے میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے اگر آدمی اس کی خوبی جان لیں تو بغیر قرعہ ڈالے کسی کو اس جگہ نماز پڑھنا میسّر نہ ہو جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی تو ان کی اولاد (جماعت صحابہ) نے کہا کہ وہ جگہ کہاں ہے. حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس کی تعیین نہ فرمائی. یہ لوگ ان کی حضوری سے باہر آگئے اور عبداللہ بن زبیر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے وہیں حاضر رہے وہ جماعت اس امید پہ مسجد میں بیٹھ گئی کہ وہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے پوچھیں گے اور ہم کو بتلائیں گے. تھوڑی دیر کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، باہر آئے اور اسی اسطوانہ کے قریب داہنی طرف نماز پڑھنے لگے. لوگوں نے جان لیا کہ جس جگہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی یہ وہی جگہ ہے اور دعا اس اسطوانہ کے نزدیک مستجاب ہے.

تیسرا اسطوانہ توبہ ہے کہ منیفہ کی طرف سے دوسرا استون ہے اور منبر شریف کی طرف سے
چوتھا یہ اسطوانہ عائشہ کے حجرے کی طرف ہے کہتے ہیں کہ اس اسطوانہ اور قبر شریف کے بیس گز
کا فاصلہ ہے واللہ اعلم! اس کو اسطوانۂ ابی لبابہ بھی کہتے ہیں۔ بعض نقبائے انصار نے اپنے آپ
کو اس اسطوانہ سے باندھا تھا اور ان کی توبہ و عذر قبول ہوا تھا۔ اصل قصہ یہ ہے کہ ابولبابہ
رضی اللہ عنہ، قبیلہ بنی قریظہ کے صاحب عہد و پیمان تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گروہ
یہود کا محاصرہ کیا اور وہ بمشورہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ، نیچے اُترے تاکہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ، کے فرمودہ
کے مطابق عمل کریں، اس حال میں ان کی عورتیں، لڑکے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں پہ
گر کر گریہ زاری کی، گڑگڑائے کہ وہ ان سب کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
میں لے کر جاکہ ان کی طرف سے عذر خواہی کرے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ، نے قبول کیا کہ میں ایسا کروں گا
اور اپنی کلام کے درمیان میں ایک ایسی ادا چلی جس کا مفہوم یہی تھا کہ انجام کار تمہارا حضرت
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ذبح اور قتل ہے یعنی اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ یہ
بات ابولبابہ رضی اللہ عنہ، سے از راہ بشریت ان کی جزع فزع کو دیکھ کر سرزد ہوئی تھی۔ اس کے
بعد انہوں نے جان لیا کہ مجھ سے خدا اور رسول کے حق میں خیانت ہوئی ہے۔ اس عمل کی ندامت اور
اس تقصیر کے عذر کے واسطے انہوں نے اپنے آپ کو ایک لکڑی کے ساتھ جو اس اسطوانہ کی جگہ
پر تھی بھاری زنجیر سے باندھ دیا اور دس روز سے زیادہ عرصہ اسی حال میں رہے اور گریہ وزاری
کرتے رہے۔ ان کے بیٹے آکر ان کو صرف نماز اور قضا حاجت کے وقت کھول دیا کرتے تھے
شدت بھوک اور کثرت گریہ زاری سے ان کی قوت شنوائی جواب دے گئی اور قریب تھا کہ بینائی
بھی جاتی رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (اے ایمان
والو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوری نہ کرو) اسی شان میں نازل ہوئی۔ حضرت ابولبابہ
رضی اللہ عنہ، نے قسم کھائی تھی کہ میں اس قید سے ہرگز نہ نکلوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے اور کھانا پینا بھی کچھ نہ کھاؤں گا یا تو میں اس حالت میں
مر جاؤں گا یا میرا گناہ بخشا جائے گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر پہلے وہ میرے پاس آتا تو
میں اس کے واسطے شرطاً استغفار بجالاتا جب اس نے اپنے آپ کو خدا کے حضور میں باندھ دیا۔

تو جب تک خدا تعالیٰ کا حکم نہ آئے گا میں نہ کھولوں گا۔ یہاں تک کہ ایک صبح ان کے قبول توبہ کی آیت شریفہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نازل ہوئی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لاکر ان کو کھول دیا پھر انہوں نے عہد کیا کہ وہ پھر کبھی دار بنو قریظہ میں قدم نہ رکھیں گے۔ اس لئے کہ وہاں ان سے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں خیانت واقع ہوئی تھی۔ بعض روایات میں بعض صحابہ کا بعض تقصیرات سے بندھنا ثابت ہوتا ہے ابن زبالہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوافل اسطوانہ توبہ کے قریب ادا فرماتے تھے اور نماز صبح کے بعد بھی اسی جگہ تشریف فرما ہوتے اسی ستون کے گرد ضعفا مساکین اصحاب اور مؤلفۃ القلوب اصحاب صفہ مہماناں اور وہ لوگ جن کو سونے کے لئے سوائے اس مسجد کے کہیں جگہ نہ ملتی تھی یہیں بیٹھے رہا کرتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو کر فقرا اور مساکین کے درمیان جلوہ افروز ہوتے اور جس قدر قرآن رات کو نازل ہوتا ان لوگوں کو سُناتے اور احکام کی تعلیم دیتے ان لوگوں سے باتیں کرتے اور ان کی باتیں سنتے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ الَّذِیْ اَرْسَلْتَهٗ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ رَاحِمَ الْفُقَرَاۗءِ وَمُعِيْنًا لِّلضُّعَفَاۗءِ وَالْمَسَاكِيْنَ۔ اے اللہ رحمت نازل فرما اس نبی کریم پر جس کو تو نے سب جہانوں کے لئے رحمت کرنے والا بنا کر بھیجا جو فقیروں پر رحم فرماتے ہیں مسکینوں اور ضعیفوں کے مددگار ہیں، اور آفتاب نکلنے کے وقت اغنیاء صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر ہوتے مگر مجلس شریف میں بیٹھنے کی جگہ نہیں پاتے تھے تو تالیف قلوب کے قصد سے دل مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آنے والوں کی طرف بھی کھچتا تھا۔ فرمان آیا۔ اِصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (اپنی ذات کریم کو ان لوگوں کے ساتھ تھام رکھ جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے ہیں اور اس کے منہ کے طالب ہیں) اور کبھی اس اسطوانہ کے قریب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حالت اعتکاف میں سریر مبارک اور فرش شریف بچھا کر تکیہ فرماتے تھے۔ چوتھا اسطوانہ السریر ہے جو شباک شریف سے ملا ہوا ہے۔ اسطوانہ توبہ سے مشرق کی جانب ہے۔ شاید آپ کا سریر اور حصیر وغیرہ کبھی اسطوانہ کے پاس بچھتا تھا اور کبھی اسطوانہ سے دُور لیکن اسطوانہ السریر اب اسی اسطوانہ کو کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد شریف میں اعتکاف میں ہوتے تھے اور ہر روز حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سرِ مبارک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں کنگھی کرتی تھیں اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک خرما کے شاخوں کا ایک سریر تھا وہ کبھی جگہ اعتکاف پہ اور کبھی درمیان اسطوان اور قنادیل کے بچھتا تھا اور اکثر شب کو چٹائی پہ راحت فرماتے اور دن کو پا مبارک کے نیچے ڈال لیتے۔

پانچواں اسطوانہ محرس، اس کو اسطوانہ علیؓ ابن ابی طالب بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی نماز پڑھنے کی جگہ اکثر یہی ہوا کرتی تھی۔ نیز وہ راتوں کو اسی جگہ بیٹھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نگرانی و پاسبانی کرتے تھے۔ مطری کہتے ہیں کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ اس دروازہ کے مقابل ہے جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے مسجد شریف میں تشریف لاتے۔

چھٹا اسطوانہ الوفود ہے جو اسطوانہ المحرس کے پیچھے واقع ہے۔ وفود جمع وفد کی ہے۔ وفد اس گروہ کو کہتے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ آئیں جب کبھی وفودِ عرب گرد و نواح سے خدمت حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں اسلام لانے کے لئے آتے تو آپ اکثر اسی اسطوانہ کے پاس جلوہ فرما ہو کر اپنی زیارت سے ان کو مشرف فرماتے اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے گرداگرد بیٹھتے۔

ساتواں اسطوانہ مربعۃ البعیر ہے اس کو مقام جبریل بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ حضرت جبریل علیہ السّلام اکثر اسی جگہ وحی پہنچایا کرتے تھے۔ اس اسطوانہ اور اسطوانۂ وفود کے درمیان ایک اور اسطوانہ ہے جو شباک سے ملا ہوا ہے۔ دروازہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اسی جگہ تھا۔ حضورؐ حجرہ شریف سے برآمد ہونے کے وقت یہاں کھڑے ہوجاتے اور حضرت علی۔ حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السّلام کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ سید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اب اس اسطوانہ اور اسطوانہ السریر سے تبرک حاصل کرنے سے لوگ محروم ہیں۔ شاید مراد سید علیہ الرحمۃ گرداگرد نہ بیٹھ سکنا ہو ورنہ ظاہر ہے کہ نصف اسطوانہ السریر مغربی جانب سے داخل مسجد ہے جہاں نماز ادا کرنا اور بیٹھنا میسر ہے۔ اسطوانہ الوفود کا حال بھی یہی ہے وجہ تخصیص معلوم نہیں ہو سکی ف اتنی توجیہ تو ہو سکتی ہے کہ اعتکاف حضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

اسطوانہ السریر کے پاس اس جانب کو تھا جو داخل شباک شریف ہے تو گویا اس طرح سے تبرک حاصل کرنے کی محرومی ہے۔ واللہ اعلم!

آٹھواں اسطوانہ تہجد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محراب تہجد جو آج بھی متعین ہے اسی اسطوانہ میں ہے۔ یہ اسطوانہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حجرۂ مبارک کے پیچھے شمال کی طرف واقع ہے۔ روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات کو اس جگہ چٹائی بچھا کر نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کا اتباع کیا۔ آپ نے اجتماع اور کثرت و اژدھام کو ملاحظہ فرما کر حکم دیا کہ چٹائی لپیٹ کر اندر لے جاؤ۔ صبح کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ یہاں پر ہر شب نماز ادا فرماتے تھے ہم بھی آپ کا اتباع کرتے تھے اور اس سعادت سے شرف حاصل کرتے تھے۔ فرمایا کہ میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے بجالانے میں کوتاہی کرو۔ مسجد شریف سے ان سب اسطوانات کا حال ہے جو بقیہ سارے اسطوانات مسجد سے فضل اور شرف رکھتے ہیں ورنہ سارے ستون اور ساری مسجد متبرک ہے اور کوئی بھی اسطوانہ ایسا نہیں جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نماز نہ پڑھی ہو۔ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھتا تھا کہ وہ مغرب کے وقت ان میں سے ہر ایک ایک اسطوانہ سے مبادرت کرتا تھا اور رَوۡضَۃٌ مِّنۡ رِیَاضِ الۡجَنَّۃِ میں بعض اسطوانات پر ان کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اسطوانہ ابی بکر۔ عمر و عثمان و علی و اسطوانہ سعید بن زید بن عباس لیکن آخری دو اسطوانات کی بابت تاریخ سید علیہ الرحمۃ میں واقع کچھ نہیں ہوا۔ واللہ اعلم!

فصل صُفہ مسجد و اصحاب صُفہ کے متعلق قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صُفہ بضم صاد مہملہ و ادغام فا یہ ایک سایہ دار جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائنتی میں تھی۔ جہاں فقراء و مساکین صحابہ رہتے تھے ان حضرات کے پاس نہ مال و منال نہ اہل و عیال تھا۔ اس مکان کی نسبت سے انہیں اصحابِ صفہ کہتے ہیں۔ ذہبی نقل کرتے ہیں کہ تحویل سے قبل قبلہ مسجد شریف کے شمالی جانب تھا۔ جب تحویل ہو گئی احاطۂ قبلہ اوّل کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

تاکہ فقراء و مساکین رہائش رکھیں۔ اصحابِ صُفّہ کبھی بسبب خروج یا اختیارِ مسافرت کے کم اور کبھی زیادہ بھی ہو جاتے۔ حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں اصحابِ صفّہ کے سو سے زیادہ نام شمار کئے ہیں۔ یہ حضرات رات کو بھی اسی مسجد شریف میں سوتے تھے کیونکہ ان کے سوائے مسجد شریف کے سوا اور کوئی جگہ نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مطابق حکمِ الٰہی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الخ (یعنی محبوب اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ شامل رکھ جو اپنے ربّ کو پکارتے ہیں الخ) ان سے مجلس خاص اور محبّت مخصوص رکھتے تھے۔

دلا خوش باش کاں سلطانِ دیں را
بدرویشاں و مسکیناں سرے ہست

بسا اوقات یہ حضرات شدت بھوک کی وجہ سے در اطہر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پہ پڑ جاتے۔ آنے جانے والے لوگ خیال کرتے کہ یہ دیوانے ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کے پاس تشریف فرما کر تسلّی و تشفّی دیتے اور فرماتے کہ تم لوگ میرے ساتھ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے قدر و مرتبہ کو پہچانتے کہ تمہاری قدر کتنی ہے تو تم ضرور فقر و فاقہ کو دوست رکھتے اور کبھی ایک دو کو غنی صحابہ کے سپرد بھی فرما دیتے تاکہ وہ ان کے مہمان ہوں اور جو باقی بچتے۔ ان کو اپنے ساتھ شریک فرما لیتے اور صدقات سے جو کچھ حاصل ہوتا ان کے حوالے فرما دیتے اور ہدیوں میں بھی ان کے حصّے نکلتے تھے۔ ان کو مسلمانوں کے مہمان کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ کہ اصحابِ صفّہ سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے ستّر آدمی اصحابِ صُفّہ کے دیکھے کہ ان میں سے کسی کے پاس سوائے ایک ازار کے وہ بھی نصف پنڈلی تک پہنچتی تھی اور کچھ بھی پہننے کو نہ تھا۔ سجدہ کرتے وقت وہ اس کو سمیٹ لیتے تھے تاکہ کشف برہنگی نہ ہو۔ ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ شدّت بھوک کی وجہ سے مجھے پیٹ پہ پتھر بھی باندھنا پڑتا اور جگر کو زمین پہ ٹیکنا پڑتا یہاں تک کہ ایک دن میں راستہ میں بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ اس راہ سے گذرے۔ میں نے قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی تاکہ وہ توجّہ فرمائیں۔ انہوں نے التفات نہ فرمایا اور چل دیئے اس کے بعد ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم گذرے۔ جب آپ نے مجھے

اس حال میں دیکھا تو مسکرائے، فرمایا۔ ابا ہریرہ، مَیں نے کہا۔ لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمایا اِدھر آ۔ مَیں اُٹھ کھڑا ہوا اور آپ کے پیچھے حجرہ شریف تک گیا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ اقدس میں دُودھ کا ایک پیالہ ہدیہ کے طور پہ لایا گیا۔ آپ نے فرمایا جا اور اصحاب صُفّہ کو بُلا لا۔ مَیں دِل میں کہتا تھا کہ یہ دُودھ زیادہ تو نہیں ہے کہ اصحاب صفّہ کو دعوت دی جا رہی ہے۔ یہ تو مجھے دیدیا جائے تو مَیں ہی پی لوں اور کچھ وقت آرام سے گذر جا۔ خیر مَیں اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے چارہ نہیں تھا۔ مَیں اصحاب صُفّہ کے پاس گیا ان کو حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس لے آیا۔ سب کے سب لوگ آ گئے۔ بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں جہاں جہاں کسی کو جگہ مِلی بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ابو ہریرہ۔ مَیں نے کہا۔ لبیک یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ فرمایا۔ شیر کا پیالہ اٹھا کر دُودھ کو تقسیم کرو۔ مَیں نے پیالہ اٹھایا اور اصحاب صُفّہ کو دیا۔ سب نے سیر ہو کر پی بھی لیا اور دُودھ بھی کچھ کم نہ ہوا۔ اس کے بعد پیالہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے رکھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اب ہم اور تم باقی رہ گئے ہیں اور بس مَیں نے عرض کیا صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ پھر فرمایا بیٹھ جتنی تیری بھوک ہو۔ کھا۔ مَیں نے بھی جتنا پی سکتا تھا پیا اور باقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو واپس دیدیا آپؐ نے خطبۂ شکر حق تعالیٰ پڑھا اور باقی پیالے والا دُودھ نوش فرمایا۔ واقعہ تکثیر طعام بھی اصحاب صُفّہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں واقع ہوا جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، روایت فرماتے ہیں اور بھی کئی روایات میں آیا ہے ہر ایک انصاری اپنے درخت خرما سے ایک ایک خوشہ لاتے تھے اور سب خوشوں کو ایک رسّی سے باندھ کر مسجد شریف کے دو اسطوانوں کے درمیان لٹکوا دیئے اور ان کے نیچے اصحاب صُفّہ کو بیٹھا کر خوشوں کو لکڑی سے جھاڑتے تھے تاکہ بے تکلف ہو کر کھائیں۔ ایک روز ایک آدمی نے ایک خراب خوشہ لا کر لٹکا دیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ اگر اس صدقہ کا مالک اس سے اچھے خوشے لاتا تو ہو بھی سکتا تھا لیکن اس نے قیامت کے دن اچھے میوے کھانے پسند نہ کئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم ورضی اللہ تعالیٰ عن اصحابہ اجمعین۔

سیدِ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ نے بوقت بنائے مسجد شریف دو حجروں کی بھی بنیاد ڈالی تھی

فصل کیونکہ اس وقت ازواج مطہرات صرف دو ہی تھیں۔ ایک حضرت سودہ دوسری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس کے بعد جتنی ازواج مطہرات بڑھتی گئیں۔ ہر ایک کے لئے ایک ایک حجرہ تیار ہوتا گیا۔ حارث بن نعمان انصاری کا گھر مسجد شریف کے قریب تھا۔ کچھ ایام کے بعد اس نے تمام مکانات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نذر کر دیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اکثر مکانات دیارِ عرب کے رواج کے مطابق شاخہائے خرمہ اور بالوں کے بُنے ہوئے کپڑے سے تھے۔ دروازوں پہ بھی بالوں والے کپڑے لٹکے تھے۔ تمام مکانات مشرق اور شام کی جانب تھے اور مسجد شریف کی غربی جانب کوئی مکان نہ تھا۔ بعض کچی اینٹوں سے بھی بنے ہوئے ہوتے تھے۔ ہر مکان میں ایک حجرہ خرما کی شاخوں سے تھا جس پہ کہل کیا گیا تھا۔ اکثر مکانوں کے دروازے مسجد کی جانب ہوتے تھے۔ چھتوں کی بلندی ایک قدِ آدم اور ایک ہاتھ تھی اس سے زیادہ نہ تھی۔

فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا مکان اسی جگہ تھا جہاں اب ان کی قبر شریف ہے۔ ان کے مکان اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مکان شریف کے درمیان ایک کھڑکی تھی جس کو خوخہ کہتے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اکثر اوقات یہیں سے آتے جاتے تھے ہر دفعہ برآمد ہونے وقت خیر حضرت جناب ولایت مآب اور جناب سیدہ اور جناب حسنین سلام اللہ علیہم کی بابت پوچھتے تھے۔ ایک دفعہ آدھی رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرف سے آئیں ان کے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے درمیان اسی خوخہ کے متعلق کسی قسم کی گفتگو ہو گئی۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کر کے اس خوخہ کو بند کروا دیا۔

طبرانی ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد شریف میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ اس کے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے۔ ان کا حال پوچھتے اس کے بعد حجرات ازواج مطہرات میں رونق افزا ہوتے۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے آپکے واسطے کھانا تیار کیا۔ امِ ایمن نے ہمیں تھوڑا سا دودھ بھیجا تھا وہ بھی حاضر کیا۔ آپ نے طعام

نوش فرمایا اور دُودھ پیا۔ مَیں نے آپ کے دستِ مبارک دھلوائے۔ آپ نے دستِ مبارک چہرے اور محاسن شریف پر پھیرے اور دعا کی۔ اس کے بعد سجدہ میں چلے گئے اور رونا شروع کیا۔ ہم لوگ ہیبت سے کچھ دریافت نہ کر سکے۔ اتنے میں حسین علیہ السّلام آپ کی پشت پر گر کر رونے لگے آپ ان کا رونا ملاحظہ فرما کر اپنا رونا بھول گئے اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَاحُسَیْنُ یعنی اے حسین میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تم کیوں روتے ہو۔ انہوں نے عرض کی اباجان! ہم نے آپ کو ایسا روتے کبھی نہیں دیکھا۔ آج آپ کیوں روتے ہیں فرمایا اے فرزند میں آج تمہارے فرحت حال سے خوش ہوا ہوں کہ ایسا کبھی خوش نہیں ہوا۔ جبریل اللہ تعالیٰ سے پیغام لایا ہے کہ میری امّت تم کو غربت اور کربت کی حالت میں شہید کرے گی۔ یہ خبر سن کر مَیں نے دعا کی کہ دنیا میں یہ مصیبت اُن پر ہے تو ہو مگر آخرت ان کی بخیر کرنا۔

ابتدا میں بعض اصحاب کے گھروں کے دروازے اور راستے مسجد شریف کی طرف تھے۔

فصل آخر الامر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خدا کے حکم سے سوائے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے باقی سب دروازے بند کرا دیے۔ صحیح احادیث میں کئی طریقوں سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایامِ مرض میں کہ رحلت سے کئی ایک روز قبل منبر پر تشریف فرما ہو کر ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ حضرت ربّ العزت نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو دنیا میں رہے اور اگر چاہے جوارِ اقدس کی جانب نقل کرے۔ اس بندہ نے بھی مولا کے پاس جانا منظور کیا ہے جتنے اصحاب موجود تھے ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ آپ کس بندے کا ذکر فرماتے ہیں سوائے خلیفہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے یعنی ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ۔ یہ سنتے ہی فوراً رونے بیٹھ گئے اور سمجھ گئے کہ آپ اپنے حال کی خبر دے رہے ہیں آپ کا سفرِ آخرت قریب پہنچ چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ سب آدمیوں میں سے مجھ پر بذل اور مدد کرنے والا مال سے ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ ہے۔ اگر میں سوائے خدا کے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر صدّیق کو بناتا لیکن اخوّتِ اسلام باقی ہے۔ مسجد کی طرف جتنے دروازے ہیں سب سوائے دروازہ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے بند کر دو اور فرمایا سوائے ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے خوخہ کے کوئی خوخہ نہ چھوڑو۔ خوخہ وہ طاقچہ ہے جو

دیوار میں روشنی کے لئے رکھتے ہیں۔ اگر خوخہ پائنتی کو واقع ہو تو اس سے آمدورفت بند ہو سکتی ہے۔ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا خوخہ اسی طرح کا تھا کہ جس سے اکثر مسجد شریف میں آتے تھے۔ بعض احادیث میں اس پہ لفظ باب کا بھی واقع ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف واقع نہ تھا۔ علمائے اہل سنت والجماعت کو اس حدیث سے تمسک ہے اور فضل ابوبکر رضی اللہ عنہ پہ سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو میں اپنے گھر میں ایک سوراخ رکھوں تاکہ آپ کو برآمد ہوتے دولت سرا سے دیکھ لیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک سوئی کے ناکہ کے برابر چاہو تو بھی روا نہ رکھونگا۔ اسی اثنا میں بعض لوگوں نے کہا کہ اپنے دوست کا دروازہ کھول دیا اور سب کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے اپنی طرف سے نہیں کیا۔ اس میں نور دیکھتا ہوں مگر دوسروں کے دروازوں پہ ظلمت۔ بعض علماء نے تاویلاً دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر مراد نہیں ہے بلکہ باب سے مراد باب خلافت ہے اور دوسروں کے دروازوں کو بند کرا دینا یہ منع طلب خلافت سے کنایہ ہے۔ ورنہ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کوئی گھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے برابر نہ تھا۔ بلکہ ان کا ایک گھر تو عوالیِ مدینہ مبارک میں تھا اور دوسرا بقیع میں۔ یہ سخن شگفتگی کا نہیں۔ اس بات کے متعلق جو کہتے ہیں کہ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے مکانات ان کی بیویوں کی تعداد کے برابر تھے اور جس مکان کے دروازے کھلے رہنے کا حکم دیا گیا تھا وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قریب تھا اور باب السّلام اور باب الرحمۃ کے درمیان تھا۔ آپ نے کسی وقت اس مکان کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس چار ہزار درہم کو بیچ کر وہ رقم ایک قوم پہ خرچ کر دی جو آپ کے پاس کہیں سے آئی تھی۔ شیخ ابن حجر عسقلانی شرح صحیح بخاری میں نقل کرتے ہیں کہ اس بارہ میں اور احادیث بھی منقول ہیں جن کا ظاہر احادیث مذکورہ کا مخالف ہے۔ ازاں جملہ احادیث کے ایک حدیث سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سوائے دروازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سب دروازے بند کر دینے کا حکم فرمایا تھا۔ اس حدیث کو احمد ونسائی نے بیان کیا ہے اور اس کی اسناد قوی ہیں اور طبرانی اوسط میں ثقاتِ اسناد سے نقل کرتے ہیں کہ سارے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہو کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے سب دروازے بند کر دیئے مگر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دروازہ کھلا فرما دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نہ بند کیا ہے اور نہ میں نے کھولا ہے۔ خدا نے بند کیا ہے اور خدا نے کھولا ہے۔ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں سب دروازے سوائے دروازہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بند کرا دوں کہ ان کا دروازہ مسجد ہی میں تھا اور دوسری راہ نہ تھی یہاں تک کہ حالت جنابت کے بھی اسی راہ سے آتے جاتے تھے

امام احمد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے بہترین آدمی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھتے تھے۔

مواہب الدنیہ بخاری شریف سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانِ رحمت نشان سرور این جہاں وآں جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کو بہترینِ امت سمجھتے تھے اِن تین حضرات کے برابر ہم کسی کو نہیں سمجھتے تھے انتہیٰ، اور سید علیہ الرحمتہ نے فقط حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ذکر کیا ہے اور صرف اتنا زیادہ کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تین ایسی فضیلتیں دی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھ میں ہوتی تو میں اپنے آپ کو دنیا و مافیہا سے بہتر جانتا۔

۱۔ پہلی یہ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی ان کے نکاح میں دی اور ان سے اولاد ہوئی۔

۲۔ دوسری یہ کہ سب کے دروازے بند کرا دینے کا حکم ہوا سوائے اُن کے درِ اطہر کے۔

۳۔ تیسری یہ کہ جنگ خیبر کے دن جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا گیا اور امام نسائی بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے حق میں کیا کہتے ہو تو انہوں نے یہی کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق کچھ نہ پوچھو اور ان کو کسی پہ قیاس نہ کرو دیکھو ان کی قدر و منزلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کتنی ہے کہ ہم سب کے دروازے بند کر دینے کا حکم ہوا سوائے دروازہ علی رضی اللہ عنہ۔

شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان احادیث سے ہر ایک حجت اور قبول کے لائق ہے۔ علی الخصوص جبکہ بعض طریق کی بعض سے تائید اور تقویت ہوتی ہے اور یہ بھی ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو جو شان علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ میں وارد ہوتی ہے موضوعات میں لکھا ہے اور اس کے بعض طرق پر کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخالف اس حدیث صحیح کے ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باب میں وارد ہے۔ غالباً رافضیوں نے اس کو اس حدیث کے معاوضہ میں وضع کیا ہے۔ اور یہ بھی شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن جوزی سے اس باب میں خطائے شنیع ہوئی ہے کہ اس حدیث کو فقط توہم ہی سے بعارضہ وضع وافترا سے منسوب کیا ہے۔ اس حدیث کے بہت طرق ہیں بعض صحیح اور احسن کے درجے کو پہنچے ہیں اور یہ حدیث، حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معارض نہیں ہے۔ ان دونوں حدیثوں کے درمیان جمع اور توثیق ثابت ہے اور بزانہ اپنی مسند میں اس کو لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حدیث علی رضی اللہ عنہ اہل کوفہ سے ہے اور حدیث ابی بکر رضی اللہ عنہ روایات اہل مدینہ سے ہے اور حاصل وجہ توفیق یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدِ ابواب کا حکم دیا تو باب علی رضی اللہ عنہ کو اس سے مستثنیٰ کیا ہوگا۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ مسجد ہی کی طرف تھا اور اس کے سوا کوئی راہ آنے جانے کی نہیں تھی اور اس کا مؤید وہ حدیث ہے جو امام ترمذی حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی سلام اللہ علیہ سے فرمایا کہ حالت جنابت میں کوئی شخص اس مسجد میں نہ آوے سوائے میرے اور تیرے کے اس وقت سوائے باب علی رضی اللہ عنہ کے سارے دروازے بند کرا دیئے اور دوسرے وقت کھوخوں اور سوراخوں کے بند کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت سارے اصحاب میں ابی بکر رضی اللہ عنہ کا استثنار کیا۔ اس واسطے کہ ان کا کوئی ایسا دروازہ نہ تھا کہ جن کی راہ مسجد کی طرف ہو جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ ان کا فقط ایک دریچہ مسجد کی طرف تھا جیسا کہ علمائے سیر اور تاریخ نے تحقیق کی ہے اور طحاویؒ نے مشکل الآثار کلاآبادی نے معانی الاخبار میں اسی توجیہہ کے ساتھ توفیق دی انتہیٰ۔ سید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جو چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قضیہ فتح بابِ علی رضی اللہ علیہ مقدم ہے، یہ ہے کہ ابن زبالہ نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دروازوں کے

بند کرنے کا حکم دیا۔ سوائے دروازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تو سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ حضور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اپنے چچا کو باہر پھینکا اور چچا کے بیٹے کو اندر بلایا، تو آپ نے فرمایا۔ چچا میں مامور ہوں مجھے اس امر میں اختیار نہیں۔ اس روایت میں ذکر سید الشہدا رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضیہ فتح باب علی رضی اللہ عنہ پہلے ہے۔ اس لئے کہ قضیہ فتح خوخہ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض موت میں واقع ہے اور شہادت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں ہوئی۔ سید علیہ الرحمۃ نے فتح باب علی کو بہت احادیث سے کئی طرح سے ثابت کیا ہے اور ان سب احادیث میں سے ابن زبالہ اور یحیٰی ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد شریف میں بیٹھے تھے کہ یکایک منادی والے نے ندا دی یَآاَیُّھَا النَّاسُ سُدُّوْا اَبْوَابَکُمْ (اے لوگو اپنے دروازوں کو بند کردو) یہ منادی سن کر سب کے سب چونکنے ہو گئے لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ پھر دوسری ندا آئی یَآاَیُّھَا النَّاسُ سُدُّوْا اَبْوَابَکُمْ قَبْلَ اَنْ یَّنْزِلَ الْعَذَابُ (اے لوگو اپنے اپنے دروازوں کو بند کردو عذاب کے نازل ہونے سے پہلے) سب آدمی نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دوڑے۔ حضرت علی المرتضیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کھڑے ہو گئے تو آپ نے علی المرتضیٰ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تو کیوں کھڑا ہے جا اپنے گھر میں بیٹھ اور اپنے گھر کے دروازے کو بدستور رکھ۔ اس بات کے سننے سے لوگوں کے دلوں میں کچھ دریغ نہ گیا اور آپس میں کچھ گفتگو کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آیا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثناء الٰہی جل شانہ کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تو ایک مسجد بنا جو موصوف بصفت طہارت ہو اور اس میں سوا تیرے اور ہارون علیہ السلام اور ان کے دونوں بیٹوں کے کوئی نہ رہے جن کا نام شبر و شبیر ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ پہ وحی بھیجی کہ میں بھی ایک مسجد طاہر بناؤں اور اس میں سوائے میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ رہے اور علی کے دو بیٹوں حسن و حسین سلام اللہ علیہما ہیں۔ پس میں نے مدینہ آکر مسجد بنائی مجھ کو مدینے آنے اور

مسجد بنانے میں کچھ اختیار نہ تھا۔ مَیں وہی کام کرتا ہوں کہ جس کا مجھے حکم آتا ہے اور میں سوائے اللہ کے جتلائے اور کچھ نہیں جانتا پس میں ناقہ پہ سوار ہُوا اور باہر آیا اور قبائل انصار میرے آگے آئے تاکہ مَیں ان کے یہاں اُتروں۔ مَیں ان کے کہنے سے نہیں اُترا اور مَیں نے کہا میری ناقہ کو نہ روکو وہ مامور ہے جہاں بیٹھ جائے گی وہاں اتروں گا اور وہیں میرے رہنے کی جگہ ہوگی۔ خدا کی قسم ہے کہ دروازوں کو نہ مَیں نے بند کیا ہے اور نہ مَیں نے کھولا ہے اور علی رضی اللہ عنہ کو مَیں اندر نہیں لایا۔ اس کو خدا اندر لایا ہے مَیں اس میں کیا کروں ؟ اور حق یہ ہے کہ حدیثِ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، کو بہ سبب صحت کے قبول کرنا واجب ہے اور حدیثِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کثرت طرق سے انکار نہیں ہوسکتا۔ پس دونوں قضیئے حق ہیں اور وجہ توفیق وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی جیسا شیخ ابنِ حجرؒ نے علمائے حدیث سے نقل کیا ہے و باللہ التوفیق و بیدہٖ ازمۃ التحقیق۔

ساتواں باب

بیان اُن تغیّرات اور زیادات کا جو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد مسجدِ نبوی میں آئمہ اور اُمرا و سلاطین سے ظاہر ہوئے اور اُن کے اوضاع اور احوال کا اختصار اور اجمال!

بعد از زمان رحمت نشان سرورِ ایں جہاں وآں جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسجدِ نبویؐ شریف میں سب سے پہلے زیادتی اور توسیع حضرت امیر المومنین سیّدنا حضرتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، نے فرمائی۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، کو یا تو فرصت نہ ملی یا انہوں نے اس میں مصلحت نہ سمجھی کہ مسجد نبوی شریف کو تغیّر دیتے، ان کے وقت میں اتنی بات البتہ ضرور ہوئی کہ بعض گرے ہوئے ستونوں کو اسی جنس کی شاخوں سے تبدیل فرمایا۔ سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، چونکہ اس باب میں حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اشارہ پا چکے تھے

انہوں نے ۱۷ھ میں مسجد شریف کو قبلہ اور مغرب کی جانب بڑھایا مگر مشرقی جانب ویسے ہی رہنے دیا کیونکہ اس جانب حجرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن تھے۔ جانب قبلہ سے بطرف شام ایک سو چالیس گز اور شرقاً غرباً ایک سو بیس گز تک کی وسعت کی۔ سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، فرماتے تھے کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے نہ سنتا کہ مسجد کی وسعت کرنا تو میں مسجد کو ہرگز نہ بڑھاتا اگرچہ وہ لوگوں پر تنگ بھی کیوں نہ ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے بھی مسجد شریف کی تعمیر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعمیر کی طرح کچی اینٹوں اور خرما کی شاخوں اور لکڑی سے بنائی نقل ہے کہ مکان حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ، مسجد شریف کے پاس تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ، نے ان سے کہا کہ مسجد مسلمانوں پر تنگ ہے میں اسے وسیع کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے ایک طرف حجرات امہات المومنین ہیں اور دوسری جانب آپ کا مکان ہے۔ حجرات امہات المومنین کو اکھیڑنا میری مجال نہیں ہے۔ رہا آپ کا گھر یا آپ اس کو فروخت کر ڈالیں۔ اس کی جو قیمت آپ چاہیں بیتُ المال سے ادا کروں یا اس کے عوض جو مکان مدینہ میں جس جگہ آپ کو پسند ہو دلوا دُوں یا اس مکان کو مسلمانوں پر تصدق کر دیں۔ بہر حال ان تینوں میں سے ایک آپ کو ضرور پسند کرنی چاہیئے۔ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ، نے فرمایا لَا وَاللّٰہِ خدا کی قسم میں ایک بھی نہیں پسند کروں گا۔ کیونکہ یہ وہ مکان ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میرے واسطے جدا اور انتخاب فرمائی تھی ناچار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، کو انہوں نے رفع مخاصمت کے لئے حکم دیا انہوں نے ایک حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے سامنے پڑھی جو یہ ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السّلام پر وحی بھیجی کہ تو میرے لئے ایک ایسا گھر بنا جس میں لوگ میری یاد کریں۔ حضرت داؤد علیہ السّلام نے بیت المقدّس کی بنیاد ڈالی، ناگاہ بنائے عمارت مسجد شریف کے خط کی سیدھ میں ایک اسرائیلی کا گھر آتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السّلام نے صاحب خانہ سے کہا کہ تم اس گھر کو ہمارے ہاتھ پر بیچ ڈال اس نے بالکل قبول نہ کیا اور کسی قیمت پر نہ مانا۔ داؤد علیہ السّلام نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی کہ جس طرح بھی اس اسرائیلی سے یہ گھر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد علیہ السّلام میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ تو ایک ایسا گھر بنا کہ اس میں لوگ

میری عبادت کریں مگر تو آدمیوں کا گھر غضب کرنے لگا ہے۔ تیری عقوبت یہ ہے کہ تو اس گھر کو نہ بنا۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کی کہ خداوندا بھلا میری اولاد میں سے کسی کو توفیق دے کہ اس بنا کو تمام کرے۔ بسیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس بنا کو تمام کیا۔ جس وقت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پڑھی تو پھر حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس گھر کی بابت کچھ تعرض نہ کیا۔ بعد ازاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس مکان کو مسلمانوں پر تصدق کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مکان کو داخل مسجد کر دیا۔ ایک دوسرا مکان حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اسی گھر کے پاس تھا اس کا نصف حصہ ایک لاکھ درہم کو خرید کر مسجد شریف میں داخل کر دیا اور اس کا دوسرا نصف حصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت مسجد میں داخل ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کی پائنتی بجانب شرقی پر ایک چبوترا بنوایا جس کا نام بطحا رکھا تا کہ جس کا جی چاہے شعر پڑھے یا کوئی بلند آواز سے کوئی بات کرے تو وہاں جا کر انجام دے مگر مسجد شریف میں باتیں نہ کرے اور شعر بھی نہ پڑھے۔ ایک دن دو آدمی مسجد شریف میں بلند باتیں کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو تو یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ طائف کے لوگ ہیں۔ فرمایا اگر یہ لوگ غریب الوطن اور مسافر نہ ہوتے تو اپنی سزا کو پہنچتے کہ مسجد پیغمبر ہے اس میں آواز بلند کرنا جائز نہیں اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے گزرے وہ مسجد میں بیٹھے شعر پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف تیز نگاہ کی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم کیا دیکھتے ہو اے امیر المومنین! میں نے اس شخص کے سامنے شعر پڑھا ہے جو تم سے بہتر تھا یعنی سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حاضر تھے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ادھر منہ کر کے کہا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ حَسَّانًا بِرُوْحِ الْقُدُسِ (اے اللہ حسان کی تائید روح القدس سے کر) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اَللّٰھُمَّ نَعَمْ یعنی ہاں ایسے فرماتے تھے جیسا کہ تو کہتا ہے

فائدہ: مسجد میں ایسے شعر پڑھنا حرام ہے جو شعر جاہلیت اور اہل بطالت کے ہوں اور جو کذب زور پر مشتمل ہوں، وگرنہ ترمذی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر کفار کی ہجو بیان کریں اور کلام فیصل وضابطہ اس جگہ وہ حدیث ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا الشعر کلام حَسَنَۃٍ حَسَنٌ وَقَبِیحَۃٍ قَبِیحٌ (یعنی شعر اچھا کلام ہے اور بُرا در حقیقت بُرا ہے)

دوسری مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کو بڑھایا اور حضرت عمر کی زیادتی سے بھی اور زیادہ وسیع کی۔ آپ نے دیواریں اور ستون منقش پتھر کے اور چھت ساج کی لکڑی سے بنوائی اور پہلی بنا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ مبارک کی تھی اور حضرت عمر نے جو وسعت فرمائی تھی، دونوں کو گرا کر ستونوں کو لوہے اور سیسے سے عموداً مضبوط کرایا اور زیادہ تر زیادتی شامی جانب سے کرائی جو مسجد کا شمالی حصّہ ہے اور قبلہ اور مغرب کی جانب سے بہت کم مشرقی جانب سے حجرات مقدّسہ کی حرمت کی وجہ سے اسے اپنے حال پہ رہنے دیا۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عمارت مبارک کو ماہ ربیع الاوّل سن انتیس ہجری میں شروع ہوئی اور محرم سن تیس میں مکمّل ہوئی۔ پس مدّت عمارت دس ماہ ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ مدت عمارات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے سن خلافت کے اخیر سال تک تھی یعنی پینتالیس ہجری میں ختم ہوئی مگر مشہور قول اوّل ہے اور صحیح مسلّم میں آیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنائے مسجد شریف کا ارادہ ظاہر فرمایا تو لوگوں میں اس بات کا انکار شروع ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سنا ہے کہ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا لِلّٰہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بناوے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک گھر جنت میں بناتا ہے۔ غالباً لوگوں کا انکار بوجہ گرانے بنائے اوّل اور استعمال پتھر منقوشہ کے لئے تھا نہ در اصل زیادتی مسجد اور پر فضائی کے لئے تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے بھی ضرور یہ کیا تھا کیونکہ در اصل زیادت کا حکم اجازت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ہوا تھا۔
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا اگر

اس مسجد کو صنعا یمن تک بھی کیوں نہ بڑھایا جائے تو وہ مسجد ہی میری ہے۔

نقل ہے کہ جب ۲۴ھ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پہ متمکن ہوئے تو لوگوں نے مسجد کی اس تنگی کی شکایت کی جو جمعہ کے روز واقع ہوئی تھی۔ حضرت عثمان نے اس بارہ میں اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو اہل فتویٰ اور اصحاب رائے تھے مشورہ کیا، اجتماع منعقد ہوا۔ آپ نے منبر پہ چڑھ کر اس مضمون میں خطبہ پڑھا اور حدیث نبوی اور قول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور اجماع صحابہ سے تمسک کرتے ہوئے لوگوں کے ذہنوں سے شبہات کو زائل کیا۔ پھر عمال کو طلب کیا اور بنائے مسجد شروع کی۔ آپ خود بھی کام کرتے تھے باوجود صائم الدہر اور قائم اللیل ہونے کے بھی مسجد سے باہر نہ نکلتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نقل کرتے ہیں کہ کعب بن احبار رضی اللہ عنہ بنائے مسجد کے وقت کہتے تھے کہ کاش یہ عمارت تمام نہ ہو۔ ایک طرف سے یہ بنے اور دوسری طرف سے گر پڑے۔ لوگوں نے پوچھا ابا اسحاق تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو کیا تم نے یہ حدیث نہیں سنی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا دوسری مسجد کی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے انہوں نے کہا ہاں میں اب بھی اس عقیدے پہ ہوں مگر اس عمارت کی تکمیل پہ آسمان سے ایک فتنہ نازل ہوتا ہے کہ اس فتنے اور درمیان زمین کے ایک بالشت فرق باقی ہے اور اس فتنہ کا زمین پہ گرنا اس عمارت کی تکمیل پہ ہے۔ ادھر یہ عمارت تمام ہوگی ادھر فتنہ نازل ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا وہ فتنہ کیا ہے انہوں نے یہ کہا کہ اس شیخ ابھی قتل عثمان رضی اللہ عنہ واقع ہونا ہے ایک شخص نے پوچھا کہ عثمانؓ کا قتل مثل قتل عمرؓ ہے انہوں نے کہا نہیں بلکہ اس سے سو ہزار حصہ زیادہ ہے۔ اس کے بعد عدن سے روم تک قتل ہی قتل اور ہلاک ہی ہلاک ہوگا۔ شاید حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ نے اشارہ اس بات کی طرف فرمایا ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں پہلے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے کچھ عداوت تھی اور ہدم بنائے مسجد سے اور زیادہ ہوگئی اور وہ لوگ فتنہ انگیزی کرنے کو اتمام مسجد شریف کے منتظر تھے۔ اس کے بعد جیسا فتنہ انہوں نے اٹھایا ظاہر ہے اور آخر عہد امارت میں مردانیہ میں جو قتل و فساد اور قتال کشت و خون کثرت سے ظاہر ہوا۔ اس کا بھی سبب قوی قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و ارادہ انتقام تھا چنانچہ سیاق بیان واقعہ حرہ وغیرہ میں کچھ اشارہ بیان

ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم!

تیسری مرتبہ مسجد نبوی میں تغیر اور زیادتی ولید بن عبدالملک بن مروان نے کی اس سے پہلے کسی خلیفہ یا امراءِ زمان میں سے عمارت عثمانی میں دخل نہیں دیا۔ اس وقت ولید کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز عامل مدینہ مقرر تھے۔ ولید نے ان کو لکھا کہ مسجد شریف کے گرد جس کا گھر واقع ہو اس سے مول لے اور جو بیچنے سے انکار کرے اس کا گھر گرا دے اور اس کے بدلہ میں کچھ مال دے اگر مال بھی نہ دے تو گھر بھی چھین لے اور مال فقراء کو دیدے۔ حجرات ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مسجد میں داخل کر دے۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کے لکھنے کے موافق عمل کیا اور حجرات امّہات المؤمنین کو گرا کر مسجد شریف میں داخل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جس دن ولید کا یہ حکم مدینہ میں پہنچا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرات مبارکہ کو گرایا گیا۔ لوگوں میں ایک بڑی مصیبت رونما ہوئی مدینہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو اس حال پہ آنسو نہ بہاتا ہو۔ سعد بن المسیّب کہتے ہیں کاش! کہ حجرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حال پہ رہنے دیا جاتا تاکہ لوگ دیکھتے کہ کس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا دارِ فنا میں زندگانی بسر فرمائی۔

ابن زبالہ بعض اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ جب ولید بن عبدالملک حج پہ آیا۔ مناسک کے مکمل کرنے کے بعد مدینہ منوّرہ بھی آیا۔ ایک دن منبر پہ مسجد شریف میں خطبہ دے رہا تھا۔ اسی اثنا اس کی نظر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے جمال پہ پڑی جو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں آئینہ تھا جس میں اپنا جمالِ جہاں آرا دیکھ رہے تھے۔ جب وہ منبر سے نیچے آیا۔ عمر بن عبدالعزیز کو طلب کیا اور جھڑکی دے کر پوچھا کہ ان کو ابھی اسی جگہ پہ چھوڑ دیا ہے اور باہر کیوں نہیں کیا۔ میں ان کو اسی جگہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ مکان ان سے خرید اور مسجد شریف میں داخل کر دے فاطمہ بنت حسین و حسن بن حسن اور ان کی اولاد سلام اللہ علیہم اجمعین گھر میں تھے انہوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا۔ اس نے حکم دیا کہ وہ اگر باہر نہ آئیں تو مکان ان پہ گرا دو۔ ولیدیوں نے ان کی اجازت کے بغیر سامان گھر سے باہر نکالنا شروع کر دیا تو اہل بیت بحکم ضرورت باہر آئے اور روز روشن میں مخدرات (پردہ نشین عورتیں) اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ سے باہر چلی گئیں اور اپنی سکونت کے لئے ایک جگہ اختیار کی

بعض روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ولید کے آنے سے قبل صرف اس کے حکم ہی سے عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ سے واقع ہوا۔ ان کو گھر کے عوض سات ہزار دینار دیتے تھے۔ حسن بن حسن سلام اللہ علیہما نے قسم کھائی کہ وہ رقم ہرگز نہ لیں گے چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے یہ واقعہ ولید کو لکھا اس نے حکم بھیجا کہ بہتر ہے کہ وہ دینار نہ لیں، گھر ان سے چھین لو اور ان کو باہر نکال دو اور رقم بیت المال میں داخل کر دو۔ یہی نزاع حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی بابت واقع ہوا جس میں اولاد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ رہتی تھی۔ جب اولاد عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ ہم گھر نہیں چھوڑیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گھر کے عوض کچھ نہ لیں گے تو حجاج بن یوسف بھی اس وقت مدینہ منوّرہ میں تھا۔ اس نے حکم دیا کہ گھر ان پہ گرا دو لیکن اس معاملہ کو ولید نے سن کر عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ اولاد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ کی دلجوئی کر اور ان کو راضی رکھ اور ان کو مکان کی قیمت دے اور اگر نہ لیں تو ان کا اکرام کر اور کچھ تھوڑی سی زمین ان کے گھر کی ان کے قبضہ میں رہنے دے اور مسجد کی طرف ان کا دروازہ بھی باقی رکھ۔ زمانۂ ولید میں طولِ مسجد شریف دو سو گز اور عرض ایک سو سرسٹھ گز تھا۔ ولید نے مسجد کی عمارت میں نہایت تکلّف اور تصنّع کیا یہاں تک کہ چھتیں، دیواریں اور ستون مطلّا اور مُرصّع جواہرات سے بنائے اور انواع و اقسام کے نقش و نگار سے اس کو بھر دیا۔ اس نے قیصرِ روم کو حکم بھیجا کہ جتنے صنّاع اور کاریگر ہاتھ لگیں روانہ کرے۔ قیصرِ روم نے حسبُ الحکم چالیس کاریگر رومی اور چالیس قبطی مسجد شریف بنوانے کو بھیجے اور ساتھ ہی اسّی ہزار دینار اور نقرئی زنجیریں اور قندیلیں بھیجیں۔

ایک روایت میں ہے کہ چالیس ہزار مثقال طلا اور زنجیریں اور جواہرات سے مرصّع زحزب معجوب پیشکش کئے اور علامتِ محراب جواب تک مساجد میں متعارف ہے اسی سے ایجاد ہے اس سے پہلے بالکل نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ عمّالِ روم سے ایک شخص نے چاہا کہ معاذ اللہ حجرہ مُبارک پہ پیشاب کرے مجرد اس ارادہ کے وہ زمین پہ ایسا گرا کہ اس کا سر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ بعض ان میں سے اس حال کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ ان میں سے ایک دوسرے ملعون نے مسجد شریف کے قبلہ کی دیوار پہ سؤر کی تصویر کھینچ دی۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کی گردن مار دینے کا حکم دے دیا۔ کہتے ہیں کہ جو کوئی ان میں سے کسی درخت کی صورت یا کوئی اور نقش خوبصورت

کھینچتا تو تیس درہم اس کی اُجرت پر بطریق انعام کے اور زیادہ کئے جاتے۔ ابن زبالہ کہتے ہیں کہ جب ولید مدینہ میں آیا عمارت مسجد شریف تمام ہو چکی تھی۔ وہ ایک روز بغرض ملاحظہ عمارت مسجد میں ٹہلتا تھا اس کی نظر مسجد شریف کی چھت پر پڑی۔ اس کو دیکھ کر بہت پسند کیا اور تحسین و آفرین کر کے کہا کہ ساری مسجد کی چھت تم نے ایسی کیوں نہ بنوائی۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر ساری مسجد ایسی بنتی تو خرچ بہت ہوتا۔ اس نے کہا کیا حرج تھا۔ جتنے خرچ میں بنتی بنواتے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا یا امیرالمومنین آپ کو معلوم ہے کہ دیوار قبلہ پر کیا خرچ آیا ہے۔ اس کے فقط نقش و نگار پر سینتالیس ہزار دینار صرف ہوا ہے۔ ولید یہ بات سن کر بہت پشیمان ہوا اور کہنے لگا اتنا خرچ تم نے کیوں کیا! کیا تم نے اپنے باپ کا خزانہ سوچا تھا۔

یہ بھی منقول ہے کہ اثنائے تماشائے مسجد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے سے اس کی ملاقات ہوئی جس پر اس نے ان سے کہا کہ دیکھ تیرے باپ کی عمارت کیسی تھی اب ہماری عمارت کیسی ہے؟ اس صاحبزادے نے جواب دیا۔ ہاں میرے باپ کی عمارت مسجد تھی اور تمہاری عمارت کنائیس (گرجوں) یہود و نصاریٰ کی سی ہے۔ ابتدائے عمارت ولید سن اٹھاسی ۸۸ھ میں ہوئی اور اکانوے میں ختم ہوئی۔ اس پر تین سال صرف ہوئے۔ اس عمارت مسجد پر چاروں گوشوں پر چار مینار تھے لیکن جب سلیمان بن عبدالملک حج کو آیا تو اس نے منارہ قریب باب السلام کو کھدوا ڈالا اس کی وجہ یہ تھی کہ باب السلام کے قریب مروان کا گھر تھا اس کے صحن میں اس منارے کا سایہ پڑتا تھا اور کلام سمہودی سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ ولید کی عمارت سے پہلے منارے کی رسم نہ تھی۔ اسی نے اس کو ایجاد کیا۔ واللہ اعلم! ولید کے زمانہ میں نماز جنازہ مسجد شریف میں پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

چوتھی مرتبہ مہدی خلیفہ عباسی نے کچھ مسجد شریف میں اضافہ کیا۔ یہ ۱۶۱ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ مسجد شریف کے شمالی جانب اس کے کچھ ستون اور بڑھائے گئے اور رسم تکلف نہ حذف جو عمارت ولید میں تھی باقی رکھی گئی اور اس سے پہلے کسی شخص نے عمارت ولید پر زیادتی نہیں کی تھی اور مہدی کے بعد بھی کسی سے زیادتی منقول نہیں بعض نے لکھا ہے ۲۰۲ھ میں مامون خلیفہ نے کچھ زیادتیاں عمارت مہدی میں کی ہیں۔ واللہ اعلم!

فصل: حجرۂ مبارکہ کے بیان میں جو قبور شریف پر مشتمل ہے:

پہلے پہل یہ حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک میں شامل تھا یہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا اور یہ حضرت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دوسرے حجروں کی مانند تھا جس طرح معلوم ہو چکا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بحکم الٰہی جل شانہ، اسی میں دفن کیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں رہتی تھیں ان کے گھر اور قبر شریف کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا۔ آخر بسبب جرأت اور لوگوں کے بے تحاشا آنے جانے اور اس جگہ سے خاک پاک اٹھا کر لے جانے سے بی بی صاحبہ نے مکان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور درمیان میں ایک دیوار کھنچوا لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کے دفن ہونے کی مدّت تک عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس طرح بھی ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قبر مبارک اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کی قبر پہ جاتی تھیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے پھر وہ مکمّل پردہ کے بغیر اور کمال حجاب کے قبور شریفہ کی زیارت کو نہ آتیں۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی توسیع کی حجرہ شریفہ کو کچی اینٹوں سے بنوایا اور وہ حجرہ زمانہ عمارت ولید بن عبدالملک تک ظاہر رہا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ولید کے حکم سے اس کو گرا دیا اور منقّش پتھروں سے پھر بنایا اور اس کے باہر ایک خطیرہ دوسرا بنایا اور ان دونوں خطیروں میں سے کسی ایک میں دروازہ نہ رکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سمت شمالی میں ایک دروازہ تھا لیکن مسدود۔ اور پہلا قول محقق ہے۔ عُروہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اگر حجرہ شریف کو اپنی حالت پہ چھوڑ کر اس کے گرد عمارت بنوائی جائے تو بہتر ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ امیرالمؤمنین نے بھی مجھے اسی طرح حکم دیا ہے۔ مجھے سوائے امتثال کے چارہ نہیں۔ محمّد بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ حجرہ مبارک کی بنیاد کھودتے وقت ایک قدم ظاہر ہوا۔ اور تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ قدم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا جو تنگی جگہ کی وجہ سے حجرۂ شریفہ کی بنیاد میں آگیا۔ کیونکہ اصح قول سے ثابت ہے کہ قبور شریفہ کی وضع اس طریق پہ ہے کہ سر مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کا محاذی سینہ پاک جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے اور سر مبارک حضرت عمر خطّاب رضی اللہ عنہ، کا محاذی

سینۂ مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ہے۔ اس شکل سے صفت روضہ مطہرہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔

قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم

قبر صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

قبر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

پس اس طرح سے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے قدم مبارک دیوار حجرہ شریفہ کی بنیاد میں آجائیں تو امر تعجّب نہیں ہے اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعمیر کے بعد سے آج تک قبور شریفہ میں کوئی حجرہ داخلاً نہیں بنایا گیا سوائے اس کے کہ مشہور ہے کہ ۵۴۶ھ میں حجرہ شریفہ سے ایک آواز سنی گئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید کچھ عمارت گر پڑی ہے اس وقت مشائخ صوفیہ میں سے ایک بزرگ تھے جو طہارت نظافت و مجاہدت ریاضت میں موصوف تھے انہوں نے چند اور مزید خاص برائے حاضری زیادہ طہارت، نظافت اور ریاضت کی۔ انہیں رسیوں سے باندھ کر کھڑکی کی طرف سے جو چھت کی ایک طرف سے تھی۔ کے ذریعہ اندر بھیجا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ کچھ خاک چھت سے گر دی تھی۔ انہوں نے اس کو اپنی محاسن سے جاروب آشنا نہ ملک آشنائی کیا۔ اسی طرح ان ہی ایّام میں کسی مصلحت کے پیش نظر جو طہارت مکان مقدّس سے تعلق رکھتی تھی ایک خوجہ کو جو خدمت حجرہ شریفہ کی خدمت پہ مقرّر تھا متولّی عمارت کے ساتھ اندر اتارا گیا انہوں نے مکانِ قدس کی تنظیف (صفائی) کی۔ ۵۵۰ھ میں جمال الدّین اصفہانی جو ایک ماثر جمیلہ اور محامد جزیلہ کے مالک ہیں جن کی مدینہ طیّبہ میں خیرات مبرات کی دھوم ہے اور مسجد شریف کے خطیبوں کی زبانوں پہ جن کی تعریفیں جاری تھیں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

کی ہمسائیگی مشرقی شباک کو جس کو آج کل باب جبرئیل کہتے ہیں۔ اس کی غربی جانب ایک چھوٹی رباط جس کو رباط عجم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس نے ایک صندل کی جالی روضہ شریف کے گرد کھینچی۔ انہی دنوں میں ابن ابی الہیجار شریف نے جو ملوک مصر کے وزراء سے تھا جس کا نام مسجد فتح کی طرف بعض مساجد پہ لکھا ہے نے ایک غلاف سفید دیبائے کا بنوا کر بھیجا جس کے اوپر سرخ ریشمی پھول بنے تھے اور اس پر سورت یٰسین لکھی تھی۔ حجرہ شریف پہ ڈالنے کے لئے بھیجی۔ اس کے بعد اس نے خلیفہ مستضئی باللہ سے اجازت لے کر حجرہ شریفہ پہ پہنایا۔ اس وقت سے بادشاہوں کی عادت بن گئی کہ ابتدائے جلوس میں ایک غلاف حجرہ مبارک کے واسطے بھیجتے رہے ہیں چنانچہ اب تک سلاطین روم کا بھی طریقہ ہے۔ ۶۷۸ھ میں قلاون صالحی کی سلطنت میں قبہ سبز جو حظیرہ شریفہ کے اوپر ہے مسجد شریف کی چھت سے بھی زیادہ بلند ہے جس کی طرز اب بھی موجود ہے تانبے کی جالیوں سمیت بنایا اور اس سے پہلے قبہ شریف مسجد کی چھت سے آدھے قد آدم سے زیادہ اونچا نہ تھا۔ موجودہ مسجد شریف کی عمارت ۸۸۱ھ میں ملک قاتبائی کی بنی ہوئی ہے جو شاہان مصر سے تھا اور خادم حرمین شریفین تھا۔ ۸۸۸ھ میں اس کی ابتداء ہوئی۔ یہ قاتیبا ملوک شراکیہ سے تھا وقت کے سعادت مندوں سے اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کی عظمت کے آثار سے ہے کہ اس نے رباط قائم کی وظائف و اوقاف حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے خادموں کے لئے مقرر کئے ادائے مناسک حج میں اپنے وقت کے تمام بادشاہوں سے اور امتیاز لے گیا ہے۔ اس کی سلطنت بنیاد سلاطین روم سے تباہ ہوئی تھی۔ اس نے صحن روضہ شریف کو پتھر وغیرہ سے فرش اس غرض سے نہ بنایا کہ اس خاک پاک کو شرف اقدام سید انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حاصل ہے اس کی حالت سابقہ پہ اکتفا کیا۔ اس کے بعد وسط ۱۰۰۰ھ میں سلطان سلیمان رومی نے اس کے فرش سنگ رخام سے مضبوط کیا جو اب تک موجود ہے اس کے علاوہ دوسری تعمیر مثلاً تجدید دیوار روضہ مقدسہ اور امتیاز مقام تہجد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم زیادات عثمانیہ سے ہے۔ بنا جائے تہجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آثار سلیمان رومی سے ہے۔ واللہ اعلم!

نوٹ اس تعمیر کے بعد ۱۲۶۶ھ میں سلطان عبدالمجید خان رومی نے مسجد نبوی پھر نئے سرے سے بنوائی۔ نہایت تکلف اور تصنع سے کام انجام دیا کہ دنیا انگشت بدنداں

ہے۔ ساری مسجد شریف کو قبوں سے مزین کیا اور ہر قبہ کو سیسے کی چادروں سے منڈوایا۔ ہر قبہ باہر سے قسما قسم کے نقوش عجیبہ سے خوب صورت بنایا۔ روم سے صنعت کاروں و دست کاروں کو مدعو کیا۔ سارے ستون طلائی۔ سارے دروازے بطور خاص باب السلام کو سونے سے لاد دیا۔ روضہ مبارک اور ساری مسجد شریف کو سنگ مرمر کے فرش سے آراستہ کیا۔ حرم شریف کے قدیم چار دروازوں میں ایک پانچویں دروازے کا اضافہ کیا جو باب مجیدی کے نام سے موسوم ہے۔ پانچ قدیم میناروں میں سے چار کو تو قدیم طرز پہ رکھا۔ پانچویں کو طرز جدید سے مزین کیا کہ دیکھنے والے کا جی نہیں بھرتا۔ روضہ مقدسہ میں زیادت عثمانیہ رضی اللہ عنہ کے مقام کو ایک برجی بطور کٹہرے کے لگا کر امتیاز دیا۔ صحن مسجد سوائے باغ فاطمیہ رضی اللہ عنہا اس کے گرد ایک کٹہرا لگا کر باقی رکھا۔ مگر افسوس کہ سابق شاہ ابن سعود نے اسے گرا کر ختم کر دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ساری مسجد شریف میں قیمتی منقش یعمدہ پھولدار قالینوں سے سجایا۔ ساری مسجد میں نہایت ہی قیمتی جھاڑ نصب کر دیئے جن کی روشنی سے مسجد ایک بقعۂ نور معلوم ہوتی ہے مگر حجرہ شریف میں قسما قسم کی گلکاری کے اور کچھ زیادہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے۔

اس کے بعد سلطان ابن سعود ثانی نے مسجد نبوی کو کچھ توسیع دی ہے اور صحن شریف میں کشادگی اور دیگر تزئینات کا اضافہ کیا ہے جو آج ۱۳۷۸ھ تک ویسا ہی ہے۔ (ماخوذ ملخصاً) (مترجم)

فصل: حادثات عجیبہ جو درحقیقت منجملہ معجزات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں

واقعۂ نقب روضہ مبارکہ: یہ واقعہ ۵۵۷ھ میں واقع ہوا۔ کہتے ہیں کہ سلطان نور الدین سید محمود بن زنگی کہ جمال الدین اصفہانی جس کا وزیر تھا۔ اس نے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک رات تین دفعہ خواب میں دیکھا۔ آپ دو اشخاص جو وہاں کھڑے ہیں ان کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں کے شر سے خلاصی دے۔ سلطان نے فراست سے جان لیا کہ ہو نہ ہو آج مدینہ منورہ میں کوئی امر غریب پیدا ہوا ہے جس کو پہنچنا چاہیئے۔ سلطان اسی وقت آخر شب کو خفیہ طور پہ اپنے بیس خواص اور بہت کچھ مال و متاع ساتھ لے کر مدینہ طیبہ

کو روانہ ہو پڑا۔ سولہ دن کے عرصہ میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ ان دو ملعونوں کی کھوج میں آتے ہی لگ گیا۔ اس نے صدقات انعام واکرام کو ان کے حاضر ہونے کا وسیلہ بنایا اور حکم دیا کہ ہر خاص و عام اہل مدینہ میں سے اس سے انعام واکرام حاصل کریں مگر پھر بھی وہ دو نامطبوع اشکال دکھائی تک بھی سلطان کو نہ دیں جو بادشاہ نے خواب میں دیکھیں تھیں۔ سلطان نے آخر کار یہ پوچھا کہ آیا کوئی ایسا شخص بھی رہ گیا ہے کہ جس نے اس سے انعام واکرام حاصل نہ کیا ہو؟ لوگوں نے کہا رہا تو ایسا کوئی بھی نہیں مگر دو مغربی کہ نہایت صالح۔ سخی جواد اور عفیف ہیں جو شب و روز اپنی جگہ پہ عبادت کرتے رہتے ہیں اور کسی سے اختلاط نہیں رکھتے۔ اپنے حجرے سے بہت کم باہر نکلتے ہیں۔ سلطان نے ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ حسب الحکم وہ لوگ لائے گئے۔ سلطان دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی دو شخص ہیں جن کو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دکھایا ہے۔ پوچھا تم یہاں کہاں رہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ حجرہ شریف کے قریب ایک رباط میں۔ یہ مقام اب بھی روضہ مبارک کی غربی جانب واقع ہے اور ویران پڑی ہے۔ اس کی شباک دیوار مسجد میں رکھی ہے۔ سلطان انہیں وہیں چھوڑ کر اس مکان میں گھس گیا جس کا انہوں نے نشان دیا تھا۔ کہتے ہیں وہاں سلطان نے ایک قرآن پاک کو طاقچہ میں پڑا ہوا پایا۔ کچھ کتابیں وعظ و نصیحت کی کچھ مال ایک طرف ڈھیر لگا ہے جو فقراء مدینہ پر صرف کیا کرتے تھے اور ان کی خواب گاہ پہ ایک چٹائی پڑی ہے۔ سلطان شہید نے اس چٹائی کو اٹھایا تو ایک سرنگ حجرہ مبارک کی طرف کھدی ہوئی دیکھی اور ایک طرف کو ایک کنواں کھدا دیکھا جس میں سرنگ کی مٹی بھرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس چمڑے کے دو تھیلے تھے جن میں مٹی بھر کر بقیع کے ارد گرد رات کو ڈال آتے تھے۔ سخت جھڑکیوں اور کافی سزا کے بعد انہوں نے بتلایا کہ وہ نصرانی ہیں اور نصاریٰ نے انہیں مغربی حجاج کے لباس میں کافی مال دے کر بھیجا تھا کہ مدینہ طیبہ کو پہنچ کر حجرہ شریفہ میں داخل ہو کر جسم اطہر حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نعوذ باللہ گستاخی کریں۔ جب یہ نقب قبر شریف کے قریب پہنچی تھی کافی ابر و باراں بجلی کی کڑک و دھماکہ اور زلزلہ عظیم پیدا ہوا تھا۔ اسی رات کی صبح کو سلطان سعید پہنچ گیا تھا یہ سن کر سلطان پہ ایک عجیب حالت طاری ہوئی اور کافی وقت گریہ وزاری میں گذارا اور حجرہ شریف کی شباک کے نیچے ان ہر دو ناپاکوں کی

گردنیں مار ڈالیں اور شام کے قریب انہیں جلا دیا اور حریم حجرہ کے گرد ایک گہری خندق کھودی جو پانی تک پہنچ گئی اور سیسہ پگھلا کر اس میں بھر دیا تاکہ وجود شریف تک پھر کبھی کوئی بھی نہ پہنچ سکے۔

ابن النجار تاریخ بغداد میں بیان کرتے ہیں کہ بعض زندیقوں امرائے عبیدیہ سے جو
دوسرا واقعہ: حکام مصر میں سے تھے اور علاقہ حرمین شریفین ان دنوں ان کے تحت تھا۔ ان اشقیاء کا حال واقفان فن تاریخ پہ روشن ہے بعض زندیقوں نے صلاح و مشورہ کیا کہ اگر جسم مبارک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم و ابوبکر و عمر رضوان اللہ علیہم کو مصر میں نقل کر لائیں تو اہل مصر کے لئے منقبت عظیم کا موجب ہوگا اور دنیا بھر کے لوگ بقصد زیارت اس ملک کا قصد کریں گے۔ حاکم مصر نے اس خیال محال پہ ایک عظیم عمارت اور بڑا مقبرہ تیار کرایا اور ایک معتمد شخص کو جس کا نام ابوالفتوح تھا۔ نباشی (اکھیڑنے) قبور شریفہ کے لئے مدینہ طیبہ میں بھیجا۔ اہالیان و اکابرین بلدہ شریفہ کو اس کے آنے سے پہلے کیفیت حال کی اطلاع ہو گئی۔ پہلی مجلس میں ہی اس کو دیکھتے ہی ایک قاری قرآن نے آیہ اِنْ نَکَثُوْا اَیْمَانَھُمْ مِنْ بَعْدِ عَھْدِھِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَا اَیْمَانَ لَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَنْتَھُوْنَ ۝ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْا اَیْمَانَھُمْ وَھَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (یعنی اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں، تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے سرداروں کو قتل کر ڈالو اس لئے کہ وہ ایماندار نہیں ہیں۔ شاید وہ باز رہیں۔ تم ایسے لوگوں کو قتل کیوں نہیں کرتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے نکال دینے کا ارادہ کیا ہے اگر تم مومن ہو) پڑھی لوگوں میں کافی حرکت اور ہیجان پیدا ہو گیا۔ قریب تھا کہ ابوالفتوح کو اسی مجلس میں ہی مار ڈالیں مگر چونکہ بلاد شریفہ انہیں اشرار کے تصرف میں تھے اس کے قتل میں جلدی مناسب نہ سمجھی گئی۔ ابوالفتوح کو بھی ایک گونہ خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔ اس نے کہا واللہ اگر مجھے قتل بھی کر دیا گیا تو میں موضع شریف کو ہرگز ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ اس لئے اس نے دست تعرض موضع شریف کی جانب دراز نہ کیا۔ اسی رات ایسی آندھی و طوفان آیا کہ زمین ہلتی تھی یہاں تک کہ گھوڑوں اور اونٹوں کے پالان و زینیں زمین پہ گیندوں کی طرح لڑھکتے تھے۔ ابوالفتوح کو بھی مشاہدہ حال سے حیرت و خوف لاحق ہوا اور بادشاہ

کی طرف سے اُسے جو تمنا اور خواہش، انعام واکرام تھی نکال دی۔ آخر وہ صدق، ہمت سے صحیح سالم نکل بھاگا۔

تیسرا مرتبہ: خسفؔ بعض ملاحدہ کا ہے جس کو طبری "ریاض نظرہ" میں لکھتے ہیں کہ حلب کے رافضیوں کا ایک گروہ امیر مدینہ کے پاس آئے بہت سا مال اور ہدیہ اس کے پاس لائے اس غرض سے کہ روضہ مبارک میں دروازہ بنا کر اجساد مطہر سیدنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نکال ڈالیں۔ امیر مدینہ نے بھی بوجہ مذہبی اور لالچ کے قبول کر لیا اور اس نامطبوع و نامقبول فعل کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی دربانِ حرم شریف کو کہا کہ جس وقت یہ لوگ آئیں ان کے لئے حرم شریف کھول دیں اور یہ جو کچھ بھی وہاں کریں مانع نہ ہونا دربان کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے نماز عشاء پڑھ لی اور دروازے بند کرنے کا وقت آیا تو چالیس آدمی پھاوڑے کدالیں اور شمعیں ہاتھوں میں لئے باب السلام پر موجود تھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ مَیں نے امیر کے حکم کے مطابق ان کیلئے دروازہ کھول دیا۔ خود ایک گوشہ میں دبک کر بیٹھ کر گریہ شروع کر دیا اور سوچنے لگا کہ نامعلوم کیا قیامت برپا ہوگی سبحان اللہ! ابھی وہ منبر شریف تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ سب کے سب مع اسباب وآلات جو کچھ ہمراہ لائے تھے اس ستون کے ساتھ جو زیادت عثمان رضی اللہ عنہ، کے قریب واقع ہے زمین میں دھنس گئے۔ امیر مدینہ ان کا منتظر تھا جب بہت دیر ہوئی تو امیر نے مجھے بلا کر اس قوم کا حال پوچھا۔ مَیں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ امیر نے اس بات کو باور نہ کیا۔ کہا کہ تو دیوانہ ہے۔ مَیں نے کہا خود چل کر دیکھئے۔ اب تک خسفؔ کا اثر باقی ہے طبری اس حکایت کو ثقات کی طرف منسوب کرتے ہیں جو صدق و دیانت میں معروف ہیں اور بعض مؤرخان مدینہ نے بھی لکھا ہے چنانچہ تاریخ سمہودی میں بھی مذکور ہے۔ واللہ اعلم!

لہ زمین پھٹنے کو خسف کہتے ہیں۔

آٹھواں باب

مسجد شریف۔ روضۂ مبارک اور منبر شریف

کے فضائل و مناقب و خصوصیات

جملہ فضائل مسجد نبوی کی یہ حدیث جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ صَلٰوۃٌ فِی مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلٰوَاتٍ فِیْمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ مُسلم میں بھی اس قسم کی روایت ہے مگر اتنی زیادتی اس میں ہے فَاِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔ بیشک میں آخر انبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔ مدینہ مطہرہ کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا دیگر انبیاء علیہم السلام کی مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے (ایک ہزار نماز کے برابر ہے) مثل مسجد اقصیٰ کہ مسجد سلیمان علیہ السلام ہے اور دیگر مساجد مثلاً مسجد ابراہیم علیہ السلام وغیرہ چنانچہ اور احادیث میں بھی اس کی تصریح آئی ہے۔

طبرانی معجم کبیر میں ثقات راویوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ارقم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آئے تاکہ وہ وداع کر کے بیت المقدس جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ کس لئے جا رہے ہو؟ کیا تجارت کی غرض ہے؟ عرض کی نہیں تجارت کا قصد نہیں رکھتا لیکن میں اس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا اس جگہ کی ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے بعض احادیث میں آیا ہے کہ بیت المقدس میں ایک نماز ہزار نماز دوسری مساجد میں پڑھنے سے برابر ہے۔ پس مدینہ شریف کی مسجد میں ایک نماز کی فضیلت دوسری مساجد کی ہزار ہزار نماز کے برابر ہے۔ مسجد حرام کا استثناء کہ فرمایا اِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سوائے مسجد حرام کے۔ احتمال رکھتا ہے کہ یہ برائے بیان مساوات کے ہے۔ درمیان مسجد مکہ اور مدینہ کے یا مسجد مکہ کی زیادتی مسجد مدینہ پہ ہو یا اس کی کمی۔ یہ امر باعتبار عدد کے نہیں۔ بعض علماء نے احتمال اوّل کو ترجیح دی ہے یعنی مساوات حضرت امام مالک اور ان کی ایک جماعت نے

قول سوم کی طرف رجوع کیا ہے۔ بایں معنی کہ ایک نماز مسجد مدینہ کی دیگر تمام مساجد کی ہزار نماز کے برابر ہے مگر مسجد مکہ پر ہزار سے کم بعض علمائے مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ مسجد مدینہ کی ایک نماز سو نماز مسجد حرام کے برابر ہے۔ بعض نو سو نماز مسجد حرام کے برابر کہتے ہیں اور اور ہر ایک نے اپنے اپنے دعوٰی کو ایک طرح سے احادیث سے مستنبط کیا ہے۔ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ استثناء مذکور بیان مزیت مسجد حرام کے واسطے ہے۔ مسجد مدینہ پر زیادتی ثواب ہے اس واسطے وارد ہے کہ نماز مسجد مکہ" مسجد مدینہ پر سو درجہ زائد ہے اور مسجد مدینہ کی نماز ہزار درجہ زاید ہے اور مساجد کی نماز پر تو مسجد حرام کی نماز اور مساجد کی نماز پر سوائے مسجد مدینہ کے لاکھ درجہ زائد ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں شرح کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَۃِ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَالصَّلٰوۃُ فِی مَسْجِدِی بِاَلْفِ الصَّلٰوۃِ وَالصَّلٰوۃُ فِی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ بِخَمْسِ مِائَۃٍ (مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نماز کے برابر ہے اور میری مسجد میں ایک نماز ہزار رکعت کے برابر ہے۔ ایک نماز بیت المقدس میں پانسو رکعت کے برابر ہے) احادیث کے تتبع سے عدد میں زیادتی بعض مساجد کی بعض پر کا حال معلوم ہوتا ہے۔ باقی فرق و اختلاف بسبب زیادتی و نقصان مذکور ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ ورود بسبب اوقات مختلفہ وحی سماوی و کشف احوال اشیاء ہوگا اس لئے کہ عدد کا وقوع ناقص منافات نہیں۔ واللہ اعلم!

فضائل مدینہ منورہ میں کچھ نہ کچھ اشارۃً بیان کیا گیا ہے کہ زیادتی مذکور رجوع کرتی ہے کثرت اعداد اور زیادتی کمیت کی طرف ہوسکتا ہے کہ ایک اقل عدد باعتبار ثواب اور قبولیت پروردگار کے اکثر پر زائد ہو۔ چنانچہ اس نکتہ کو ہم نے بتفصیل اسی جگہ بیان کیا ہے اور جس چیز کی تنبیہہ واجب ہے۔ یہ ہے۔ حکم مضاعف مذکور آیا مسجد نبوی محدود بحد و زمان برکت نشان سرورِ جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ یا جو بعض خلفاء یا امراء کے زمانہ میں مسجد کی زیادتی ہوئی ہے اس کو بھی شامل ہے۔ مذہب مختار کہ موافق احادیث و عمل سلف و قول جمہور علماء کا یہی ہے کہ تمام مسجد معہ زیادات کو شامل ہے حدیث میں آیا ہے کہ لَوْ مُدَّ ھٰذَا الْمَسْجِدُ اِلَی صَفَا کَانَ مَسْجِدِی (اگر مسجد کو صفا

تک بڑھا دیا جائے تو بھی میری مسجد کہلائے گی) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے
لَوْمُدَّ مَسْجِدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی ذِیْ الْحُلَیْفَۃِ لَکَانَ مِنْہُ (اگر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلّم کی مسجد کہلائے گی) اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا محراب زیادت میں
کھڑا ہو کر نماز پڑھانا دلیل قاطع ہے مساوات اصل مسجد شریف پہ۔ ورنہ ترک اس فضیلت کا ان
حضرات سے متصوّر نہ تھا۔ اگرچہ افضلیت واعظمیت مقامِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم باقی
تمام مقامات کی نسبت باقی ہے۔ ابن تیمیہ کہتا ہے کہ سلف وخلف سے کسی ایک آدمی سے بھی
اختلاف ظاہر نہیں ہوا۔ شاید ابن تیمیہ کا مقصود مبالغہ اور تاکید قول مخالف کی نفی میں ہو ورنہ
اس بات میں کچھ شک نہیں کہ بعض علماء نے احکام کو اصل مسجد کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور
امام نووی کی بعض کتب میں اس بات میں خلاف مذکور ہے اگرچہ محب طبری نقل کرتے ہیں کہ
امام نووی نے اس قول سے رجوع کیا ہے۔" وَھُوَ الصَّوَابُ "۔

فائدہ - اکثر علماء کے نزدیک مضاعفت مذکورہ میں فرض ونفل دونوں برابر ہیں مگر بعض
علماء حنفیہ اور اکثر مالکیہ اس حکم کی تخصیص فرائض کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ اس حدیث کی
وجہ سے کہ فرمایا اَفْضَلُ صَلٰوۃِ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃِ ۔ آدمی کی بہتر نماز وہی ہے جو
گھر میں پڑھے سوائے فرض کے۔" لیکن واضح ہو چکا ہے کہ بغیر مضاعف کے بھی فضیلت
پائی جاسکتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ نماز نافلہ مکانات مکہ اور مدینہ میں مضاعف ہو ان نمازوں کی
نسبت جو اور ملکوں میں گھروں پہ ادا کی جاتی ہیں چنانچہ شیخ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے جس طرح
مضاعف نماز کا حال ہے۔ اسی طرح باقی ساری خیرات عبادات کا بھی یہی حکم ہے چنانچہ بیہقی
میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا اَلصَّلٰوۃُ
فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ مِمَّا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْجُمُعَۃُ فِیْ
مَسْجِدِیْ ھٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ جُمُعَۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ میری مسجد کا
رمضان دوسری جگہوں کے رمضان سے ہزار درجہ زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کے۔ جاننا چاہیئے
کہ مضاعف مذکورہ کے معنی یہ ہیں کہ ثواب کثیر حاصل ہوتا ہے نہ یہ کہ ایک نماز مسجد نبوی
میں یا مسجد الحرام میں پڑھنا ہزار نماز یا لاکھ نماز کے ساقط ہونے کا حامل ہے۔ ایک عالم نے

کہتا ہے کہ میں نے مسجد الحرام کی ایک نماز کا حساب کیا تو پچپن برس چھ مہینے بیس روز کی نماز کے برابر ہے۔ قطع نظر اس تضاعف سے جو مساجد ثلثہ کے سوا اور جگہ میں ایک نیکی کے دس لکھی جاتی ہیں اور جماعت و مسواک وغیرہ پہ مرتبہ تضاعف کو بھی نذر انداز کیا ہے ورنہ اس کی گنتی اس حد کو پہنچ جائے کہ شمار مشکل ہو جائے۔ فَسُبْحَانَ اللہِ ذِی الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَسُوْلِہِ الْکَبِیْرِ الْکَرِیْمِ۔ ازاں جملہ اس کے وہ حدیث ہے کہ احمد طبرانی نے بنقل ثقات حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مَنْ صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِیْ اَرْبَعِیْنَ صَلٰوۃً اور طبرانی نے یہ بھی زائد کیا ہے لَا تَفُوْتُہٗ صَلٰوۃٌ کُتِبَ لَہٗ بَرَاءَۃٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَۃٌ مِنَ الْعَذَابِ وَبَرَاءَۃٌ مِنَ النِّفَاقِ کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے بغیر اس کے کہ درمیان میں کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو تو اس کی جزا یہ ہے کہ دوزخ کی آگ سے عذاب آخرت اور علتِ نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

حکمت عدد چالیس کی تعیین میں یہ ہے کہ عدد مذکور موجب استقامت اور موجب کمال ہے اور منافق کو اس کا حصول ممکن نہیں بغیر صفت صدق و اخلاص کے اس کا متیسر ہونا ممکن و متیسر نہیں اور جب علتِ نفاق سے خلاصی حاصل ہو گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ برأت نار عذاب بھی یقینی ہے کیونکہ نفاق بدترین وصعب ترین امراض سے ہے۔ از انجملہ احادیث فضیلت مسجد شریف نبوی کے حدیث بیہقی بھی ہے جس کا مضمون کرامت مشحون یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے طہارت کر کے میری مسجد میں نماز پڑھنے کے قصد سے نکلے تو اس کے نامۂ اعمال میں حج کامل لکھا جاتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے جو شخص میری مسجد میں نیک بات سیکھنے یا نیک بات سکھانے کو آئے وہ شخص بمنزلہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے ہے اور جو شخص اس غرض سے نہ آئے بلکہ اس کی غرض صرف مصاحبت خلق اور قصہ کہانی ہو تو وہ شخص اس کے مانند ہے جو اپنے محبوب کو اوروں کے ہاتھ میں دیکھے۔

فصل: فضائل روضۂ مبارک و منبر شریف

صحیحین کی ایک حدیث میں آیا ہے مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ

رِيَاضِ الْجَنَّةِ یعنی میرے گھر اور منبر کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)
بعض روایات میں لفظ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ آیا ہے۔ بخاری نے لفظ "مِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ"
یعنی میرا منبر میرے حوض پہ ہے۔" اور بعض روایات میں ہے کہ اِنَّ مِنْبَرِیْ عَلٰی تُرْعَةٍ
مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ۔ ترع کے معنی کے نزدیک۔ دروازہ بعض درجے اور بعض کے نزدیک وہ
باغیچہ جو بلندی پہ واقع ہو۔

ایک روز حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر شریف پہ کھڑے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اس
وقت میرا قدم بہشت کے ترعوں میں سے ایک ترعہ پہ ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میرا
منبر حوض پر ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس وقت میں اپنے حوض کے عقر پہ کھڑا ہوں۔
عقر اس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں سے حوض میں پانی داخل ہو اور منبر کے پاس جھوٹی قسم کھانے
کی بابت سخت وعید آئی ہے۔ فرمایا جو شخص میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے تاکہ مسلمانوں
کا حق تلف کرے وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ فَعَلَیْهِ
لَعْنَةُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ جب یہ جگہ شریف درحقیقت بہشت سے ہوئی
توبموجب آیۂ کریمہ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا کِذّٰابًا۔ بہشت میں جھوٹ اور بے ہودہ باتیں
نہیں سنیں گے۔ اس جگہ جھوٹ، پایا جانا دارِ دنیا میں ممنوع و حرام ہے جس طرح آخرت میں معدوم
اور منتفی ہے۔ بعض حدیثوں میں ہے مَا بَیْنَ حُجْرَتِیْ وَمُصَلَّایَ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ
الْجَنَّةِ۔ یعنی میرے حجرے اور مصلّے کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)
بعض نے مصلّے سے مصلّیٰ مسجد نبوی مراد لیا ہے جو منبر شریف سے حجرہ تک ہے اور بعض
مصلّائے عید مراد لیتے ہیں، جو شہر پناہ مدینہ منورہ سے باہر مکہ معظمہ کی راہ پہ واقع ہے۔
حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ حدیث سن کر درمیان مسجد و مصلّائے عید کے اپنا گھر بنایا
تھا۔ اس روایت کے مطابق مسجد شریف معہ اپنی تمام زیادات کے جو جانب غرب واقع ہوئے
ہیں رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ۔ کہلائے گی۔ اور خصوصیت حجرے اور منبر کے درمیان والی
جگہ کی باقی نہ رہے گی۔ علماء نے ان احادیث کی تحقیق اور تاویل میں کئی وجوہ بیان کی ہیں
بعض کہتے ہیں کہ منبر شریف کا حوض پہ ہونے سے مراد یہ لیتے ہیں کہ اس سے تبرک حاصل

کیا جائے اور اس کے قریب اعمالِ صالحہ کئے جائیں جو سبب ورود حوض نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہے اور زلال جاں افزا کا موجب ہے بعض کہتے ہیں کہ جو منبر آپ کے زمانہ مبارک میں تھا۔ آپ
نے اسے مشرف فرمایا ہو قیامت کے دن بھی اس کا اعادہ کنارہ حوض کوثر پہ فرمائیں کیونکہ
ترعہ جنت اس کے معنی "قائم کرنا" بھی واقع ہوا ہے تَعۡظِیۡمًا لِنَبِیِّہٖ وَتَنۡوِیۡمًا لِشَانِہٖ
بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس منبر کے متعلق فرمایا ہے جو قیامت
کے دن حوض کوثر پر آپ کے لئے رکھا جائیگا۔ اس منبر کے متعلق نہیں فرمایا جو مسجد شریف میں ہے
یہ قول شوق لفظ حدیث سے نہایت بعید ہے اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میرے حجرے اور
میرے منبر کے درمیان ایک روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پہ ہے۔ ظاہراً
اور متبادراً اس کلام سے وہی منبر مراد ہے نیز حدیث کے لفظ رَوۡضَۃٌ کی توجیہیں بھی بہت
آئی ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ مراد تشبیہہ روضہ شریفہ روضہ جنت پر بسبب نزول رحمت وحصول
سعادت میں روضہ جنت سے مشابہ ہے نہ یہ کہ در حقیقت روضہ جنت ہے چنانچہ تسمیہ مساجد
بریاض الجنت کی حدیث اِذَا مَرَرۡتُمۡ بِرِیَاضِ الۡجَنَّۃِ فَارۡتَعُوۡا جب تم ریاض جنت سے گذرو
تو اس کے میوے چنو (مساجد سے گزرو) کا اشارہ بھی اس طرف ہے خاص کر زمانہ مبارک آنسرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس جنت آثار سے لوگ ثمرات علوم اور انوار کی برکات حاصل کرتے تھے
بعض اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد بیان شرفِ عبادت ہے اور یہ مکانِ عظیم موصل روضۂ
رضوان ہے چنانچہ کہتے ہیں اَلۡجَنَّۃُ تَحۡتَ ظِلَالِ السُّیُوۡفِ وَالۡجَنَّۃُ تَحۡتَ اَقۡدَامِ
الۡاُمَّھَاتِ۔ یعنی جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے اور ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔
باعتبار اس کے کہ خدا کی راہ میں تلوار چلانا اور ماں کی خدمت بجا لانا ریاض الجنہ میں پہنچنا ہے
یہ دونوں اقوال نہایت ضعیف اور بعید ہیں اس لئے کہ ریاض جنت سے مشابہ ہونا۔ منزل رحمت
ٹھہرنا۔ روضہ جنت کا موصل ہونا تمام مساجد کو شامل ہے تو خصوصیت مسجد نبوی کی کہاں گئی اور
اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص پہ اور ایک روضہ خاص پہ جنت سے حمل کریں اور درمیان حجرہ شریف
اور منبر شریف کے حقیقت میں ایک روضہ ہے ریاض جنت سے اس معنیٰ کو قیامت کے دن اتنی زمین
کو جنت فردوس میں نقل کرے جائیں گے اور اس کو ساری کی طرح سے معدوم اور منتفی کریں گے جیسا

کہ ابن فرحون اور ابن جوزی نے امام مالک علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے اور اس بات پہ ایک جماعت علما کا اتفاق بھی ذکر کیا ہے اور شیخ حجر عسقلانی اور اکثر علماء حدیث نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ ابن ابی حمزہ کہ کبار علمائے مالکیہ سے ہیں فرماتے ہیں کہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا ٹکڑہ زمین پاک کا ریاضِ جنت سے دنیا میں بھیجا ہو جیسا کہ حجرِ اسود اور مقام ابراہیم کے شان میں واقع ہوا ہے اور بعد قیام قیامت کے پھر اس کو اپنے اصلی مقام پہ لے جائیں اور نزولِ رحمت اور استحقاق جنت اس مقام عظیم المرتبت کو لازم ہے۔ یہ معنیٰ حقیقت میں جامع ہے۔ ان تمام معانی سے جو لوگوں نے کہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں ایک راز بھی ظاہر ہوتا ہے جس کا ادراک اہلِ باطن۔ برگزیدہ اور مختص لوگوں کے لیے مخصوص ہے اور حدیث کو ظاہر پہ حمل کرنا بے ارتکاب تجوز و بے تاویل حفظ کمال مرتبہ شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے رتبہ خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر جنت سے عنایت کر کے امتیاز دیا ہے اگر حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطائے رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ سے خاص کیا ہو تو کیا عجب ہے۔ اگر بچشم ظاہر مثل دنیا کی اور زمینوں کی طرح معلوم ہو تو چنداں تعجب نہیں۔ کیونکہ آدمی ادراک حقائق اشیاء آخرت اس فانی جہان میں کثافت طبیعت کی وجہ سے جیسا کہ چاہیئے نہیں کر سکتا اور جنہوں نے اس کو فقط مزید ثواب اور فضیلت عبادت پر عمل کیا ہے۔ اس کی نفی ان احادیث سے باخوبی معلوم ہو سکتی ہے جو شانِ احد وغیرہ میں وارد ہیں کہ اُحد پہاڑ جنت سے ہے وغیرہ پہاڑ دوزخ سے ہیں۔ علمائے نے اس کا معنیٰ یہ کیا ہے کہ عبارت جوار اُحد میں موصل بجنات نعیم کا باعث ہے اور غیر کے قریب جانا درکات جہنم میں جانا ہے بلکہ آخرت میں اُحد جنت کے دروازہ پہ ہوگا اور یہ دوسرے کنارہ جہنم پہ۔ اگر تم کہو کہ جب اتنی زمین حقیقت میں روضۃ من ریاض الجنۃ ہے تو بھوک اور پیاس وغیرہ کہ لوازم دنیا سے ہے نہ لوازم جنت سے اس میں نہ ہو جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ لَكَ اَنْ لَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى کا جواب یہ ہے کہ جنت سے جدا ہونے کے بعد اس بقعہ شریفہ سے لوازم جنت منفک ہو گئے ہوں جیسا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم سے منفک ہو گئے ہیں کہ اب ان میں لوازم جنت نہیں پائے جاتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایسے امور بغیر سماع اور خبر

ثابت نہیں ہوتے۔ رکن و مقام کی شان میں تو دلائل وارد ہیں اس پہ بطور تعبد کے ہم کو ایمان لانا واجب ہے اور روضہ مبارکہ کے اخبار ایسے نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ دلیل تو خبر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہے پس جس طرح رکن اور مقام کی حقیقت خبر پیغمبر صادق سے معلوم ہوئی ہے اسی طرح روضہ شریف اور منبر شریف کا بھی حال ظاہر ہے۔ اگر کسی قسم کی تاویل کی جائے تو وہ تاویل دونوں جگہ ممکن ہے۔ اگر حقیقت پہ جائیں تو دونوں جگہ ثابت پس فرق کی کیا وجہ ہے۔ واللہ اعلم وبہ التوفیق وبیدہ ازمنۃ التحقیق وہو بافاضۃ العلوم علی من یشاء من عبادہ جدیرہ وحقیق!

نواں باب

ذکر بنائے مسجد قبا اور ان مساجد نبویّہ میں ماثور مظاہر انوار محمدیّہ ہیں صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مدینہ مبارک میں تشریف لانے اور اس کی رونق بخشی سے قبل تین روز علی اختلاف الروایات بنی عمرو بن عوف میں کہ ساکنانِ قبا تھے تشریف رکھی اور مسجدِ قبا کی بنیاد ڈالی۔ ایک روایت میں ہے کہ اہلِ قبا نے بھی التماس کی تھی کہ ان کے لئے مسجد شریف کی بنیاد ڈالی جائے۔ آپ نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی اس اونٹنی پہ سوار ہو کر اسے پھرائے۔ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور اونٹنی کی پیٹھ پہ سوار ہوئے۔ اونٹنی نہ اٹھی۔ ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی سوار ہوئے مگر پھر بھی اونٹنی نہ اٹھی۔ بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ اٹھے اور جونہی رکاب میں پاؤں رکھا اونٹنی اٹھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی مہار چھوڑ دو کیونکہ وہ مامور ہے۔ جہاں جائے آخر اس کی سیر کا مقام مسجد قبا ٹھہری اور آپ نے اہلِ قبا کو حکم دیا کہ پتھر جمع کریں۔

پس آپ نے "عنزہ" سے جو آپ کے ہاتھ اٹھایا اور بنیاد میں رکھا اور اصحاب کرام کو بھی حکم فرمایا کہ وہ ترتیب وار ایک ایک پتھر رکھیں اور جو بعض روایات میں آیا ہے کہ جبرائیل

امین آئے اور انہوں نے تعیین جہت قبلہ کی شاید یہ کسی دوسری مسجد کا واقعہ بعد تحویل قبلہ کے ہوگا وگرنہ ان دنوں قبلہ بجانب بیت المقدس تھا اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بذات خود پتھر اس مسجد شریف کی بنیاد کے لئے اٹھاتے تھے اور آیت قرآنی کا نزول مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ یعنی مسجد جس کی بنیاد پرہیز گاری پر پہلے دن سے رکھی گئی ہے) اکثر مفسرین کے نزدیک مسجد قبا کے شان میں نازل ہوئی ہے۔ اسلام میں پہلی مسجد قبا ہے اس مسجد شریف کے اہالیان کی شان میں آیہ شریفہ نازل ہوئی ہے فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَہَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ دوست رکھتے ہیں کہ پاکی کریں۔ اللہ پاکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) آپ نے فرمایا اے بنی عمرو! تم کونسا ایسا عمل کرتے ہو کہ جس سے ایسی کرامت اور بزرگی کے مستحق ہوتے ہو۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کوئی اور عمل تو نہیں کرتے مگر استنجا میں پتھروں کے استعمال کے بعد پانی سے پھر خوب طہارت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔ تمہاری منقبت کا باعث یہی ہے۔ اپنے اوپر اس عمل کو لازمی کرلو۔ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے اور بعض احادیث بھی اس کی تائید میں آئی ہیں مگر حق یہ ہے کہ مفہوم اس آیت کریمہ کا ہر دو مسجدوں پہ صادق آتا ہے پس ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں جس طرح بعض علمائے حدیث نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

امام احمد بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ روایت اس امر کی تائید کرتی ہے کہ مسجد تقویٰ مسجد قبا کا نام ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلْمَسْجِدُ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ ھُوَ مَسْجِدُ قُبَا قَالَ اللّٰہُ جَلَّ ثَنَاءُہٗ فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَہَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔ صحیحین کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سوار اور پیادہ مسجد قبا کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ صحیح بخاری کی دوسری ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہر ہفتہ کے روز سوار اور پیادہ مسجد قبا

کو تشریف لے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اتباعِ سنّت کی وجہ سے
یوں ہی کیا کرتے تھے اور ابن شیبہ دو شنبہ کے روز تشریف لے جانے کی روایت بھی بیان کرتے
ہیں اور محمد بن منکدر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ماہِ رمضان کی سترھویں کو
صبح کے وقت قبا کو تشریف لے جاتے تھے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت امیر المومنین عمر
مسجد قبا کی زیارت کو آئے اور کسی کو وہاں نہ دیکھا فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری
جان ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مَیں نے دیکھا کہ اس مسجد کو بناتے وقت آپ معہ صحابہ کرام
پتھر ڈھوتے تھے واللہ اگر یہ مسجد عالم کے کناروں میں سے کسی کنارے پہ ہوتی تو اس کی طلب
میں ہم کتنے اونٹوں کے جگر کیوں نہ پھاڑتے۔ پھر شاخ خرما کی طلب کر کے اس کی جھاڑو باندھ
کر خس و خاشاک جو مسجد میں پڑا ہوا تھا پاک کیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا امیر المومنین کیا ہم اس خدمت
کو کافی نہیں ہیں ہم کو ارشاد فرمایئے کہ جھاڑیں۔ فرمایا واللہ تم لوگ کافی نہیں ہو۔ ابنِ زبالہ زید بن
اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَرَّبَ مِنَّا قُبَاءً وَلَوْ کَانَ بِاُفُقٍ مِنَ
الْاٰفَاقِ لَضَرَبْنَا اِلَیْہِ اَکْبَادَ الْاِبِلِ۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسجد قبا کو ہم سے قریب
کیا۔ اگر ہوتی کناروں پہ کسی کنارے سے تو ہم مارتے اس کی طرف اونٹوں کے جگر اور اسناد صحیح
سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ دو رکعت نماز اس مسجد قبا میں ادا کرنی مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت دوبارہ زیارت بیت المقدس
کرنے سے اور فرمایا کہ اگر تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد میں کیا سر رکھا ہے تو کتنی سعی
اس کی زیارت میں نہ کرتے اور اسی طریقہ اسنادِ صحیحہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول
سے بھی ثابت ہوا ہے اور بھی کئی خبروں میں آیا ہے کہ مَنْ صَلّٰی فِی الْمَسَاجِدِ الْاَرْبَعَۃِ غُفِرَلَہٗ
ذُنُوْبُہٗ یعنی جو شخص چار مسجدوں میں سے کسی میں نماز ادا کرے اس کے گناہ بخشے جائیں گے
مساجد اربعہ سے مراد مسجدِ حرام۔ مسجدِ نبوی۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد قبا ہیں۔ حدیث ترمذی میں
ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا اَلصَّلٰوۃُ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ کَعُمْرَۃٍ۔ کہ مسجد قبا میں نماز
پڑھنا مثل عمرہ کے ہے اور عمرہ کے مثل ہونے میں کئی احادیث ہیں اور بعض احادیث میں
چار رکعت کی تصریح آئی ہے۔ صحن میں مسجد میں ایک چبوترہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ناقہ شریف یہیں

بلیٹھی تھی اور سمہودی کہتے ہیں کہ سوائے کلام ابن جبیر کے اس میں کچھ اصل نہیں ہے لیکن لوگوں میں مشہور ہے کہ طول وعرض مسجد شریف کا چھیاسٹھ گز۔ علماء کہتے ہیں کہ کچھ زمین منارے کی جانب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑھائی تھی اور عمر بن عبد العزیز نے مسجد نبوی کی بنار کے وقت اس مسجد کی بنا میں بھی تزئین اور تکلف کیا اور جب وہ کافی عرصہ گذرنے سے منہدم ہوگئی تو اس کے بعد دنیا کے امرا نے قرناً بعد قرنٍ اس کی تجدید کی اس مسجد شریف میں جس کا تبرکاً زیارت کرنا لازم ہے وہ سعد بن خثیمہ کا گھر ہے جو مسجد کے قبلہ میں تھا اور پہلے مسجد کا دروازہ بھی اس گھر کے صحن میں تھا جس کو بند کر دیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مصلیٰ تیسرے مصلّی کے نزدیک ہے اگر پہلے راستہ سے داخل ہوں اور مسجد کے مغربی کونے کے قبلہ میں ایک جگہ ہے۔ اس کا نام مسجد علی رضی اللہ عنہ ہے۔ سمہودی کہتے ہیں کہ شاید یہ مسجد وہی دار سعد بن خثیمہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وہیں آرام فرمایا۔ وضو کیا اور نماز ادا فرمائی ہے اور بیئر اریس بھی قریب مسجد قبا واقع ہے جس کا ذکر ا بارِ[1] متبرکہ میں ہوگا۔ ذکر مسجد قبا کے ساتھ مسجد ضرار کا بھی ذکر ضروری ہے جو ضد مسجد قبا ہے۔ چند ایک منافقوں نے جو جنس انصار سے تھے۔ کفر اور نفاق کے اصرار سے گرفتار تھے انہوں نے غرض فاسدہ سے مسجد قبا کے بالمقابل ایک مسجد بنوائی اور آیہ کریمہ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا الخ (اور ان لوگوں نے مسجد ضرار کو از روئے کفر تعمیر کیا ہے) بھی اس باب میں نازل ہوئی ہے۔ بیہقی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو عامر نے انہیں کہا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ حیلہ اور نفاق کرتے رہو اتنے میں میں قیصر روم کے پاس جا کر اس سے ایک لشکر عظیم لا کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اور ان کے اصحاب کو یہاں سے نکالوں گا جب مسجد کی فراغت ہوگی وہ منافقین سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم نے مسجد بنائی ہے اور ابھی ہم اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے ہیں۔ اگر آپ اپنے اصحابؓ کے ساتھ اس جگہ نماز ادا فرمائیں تو موجب

---

[1] آبار جمع بیئر بمعنی اکنواں ہے۔

برکت وسعادت اس بقعہ کے لئے ہوگا وحی آیا لَا تَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ الی قولہ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ان کے درمیان مت کھڑا ہو کیونکہ اس مسجد کی بنیاد پرہیزگاری پہ رکھی گئی ہے پہلے دن سے لائق ہے کہ کھڑا ہو تو اس کے بیچ الی قولہ اللہ قوم ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

بعض کہتے ہیں کہ جس جگہ مسجدِ قبا کی بنیاد رکھی گئی ہے ایک عورت کے مِلک تھی اس عورت کا نام لبینہ تھا۔ اس کا ایک گدھا تھا جس کو وہ اس مسجد کی جگہ باندھا کرتی تھی۔ اہل مسجد ضرار کہتے تھے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں گدھا بندھا جاتا تھا۔ ہم اپنے لئے ایک اور مسجد بناتے ہیں یہاں تک کہ ابوعامر بھی واپس آجائے گا اور ہمارا نام بنے گا۔ یہ ابوعامر ایک کافر تھا کہ خدا اور رسول سے بھاگا تھا اور اہل مکہ کے ساتھ سازباز کرکے شام کو گیا۔ وہاں جاکہ دین نصاریٰ اختیار کیا اور اسی دین پہ واصل جہنّم ہوا۔ آخر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم سے مسجد کو آگ لگائی گئی اور ویران کی گئی۔ طبریؔ نے ایک عالم سے نقل کیا ہے کہ میں نے مسجد ضرار کو زمانہ جعفر منصور کے زمانہ میں دیکھا کہ اس سے دھواں نکل رہا تھا۔ آج اس مسجد کا نام ونشان تک باقی نہیں کہ کہاں تھی۔ لیکن حوالی مسجد قبا میں تھی۔ واللہ اعلم

مسجد جمعہ اس کو مسجد وادی اور مسجد عاتکہ بھی کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تشریف آوری کے ذکر مبارک میں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ جب آپ روز جمعہ کو آپ قبا سے مدینہ مطہرہ کو متوجّہ ہوئے تھے۔ قبیلہ بنی سالم بن عوف میں پہنچتے ہی آپ کو وقت نماز جمعہ کا آگیا۔ آپ نے نماز جمعہ اسی جگہ ادا فرمائی۔ آپ کے مدینہ میں آنے کا پہلا جمعہ یہی تھا۔

اس مسجد کے قریب ایک وادی ہے جس کی غربی جانب بنی سالم بن عوف کے گھر تھے اور اب تک ان گھروں کے نشان باقی ہیں اور عتبان بن مالک کا گھر بھی اسی وادی میں تھا جس کا قصّہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوکہ عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری بصارت میں ضعف آگیا ہے اس وجہ سے بارش کے دنوں اور سیل کے دنوں میں مسجد شریف میں نماز باجماعت ادا نہیں کرسکتا آپ میرے گھر تشریف لائیے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائیے اور میں اسی جگہ نماز پڑھا کروں

بعض علمائے سیر نے لکھا ہے کہ بنی سالم کی دو مسجدیں تھیں اور مسجد جمعہ ان دونوں مسجدوں میں چھوٹی تھی شاید بڑی مسجد وہ ہوگی جس کا ذکر حدیث مذکور میں آچکا ہے۔ واللہ اعلم!

اس مسجد کی قدیم عمارت گر چکی ہے قریباً ۱۰۳۰ھ میں کسی عجمی نے اسے تعمیر کیا۔ اس کی چھت اور دیوار بھی۔ اس کا طول قبلہ سے شام کی جانب بیس گز ہے۔ اس کا عرض مشرق سے غرب کو ساڑھے سولہ گز ہے۔

مسجد فضیخ۔ اب لوگ اس کو مسجد شمس کہتے ہیں یہ مسجد قبا کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ مسجد قبا کے قریب پورب کی طرف اونچی زمین پر بغیر چھت کے مربع کالے پتھروں سے بنی ہوئی ہے اس کا طول اور عرض برابر ہے گیارہ گز۔ جس زمانہ میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا تھا۔ اسی مسجد کے قریب قبہ بنایا گیا تھا۔ اسی جگہ آپ نے چھ روز تک نماز پڑھی تھی۔ اس کے بعد اسی جگہ مسجد بنا دی گئی۔ ابن شیبہ اور ابن زبالہ کہتے ہیں کہ ابو ایوب اور انصار کی ایک جماعت اسی مسجد کی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور فضیخ ایک قسم کی مشروبات ہے استعمال کر رہے تھے۔ جب انہوں نے آیت حرمت خمر سنی تو مشکیزوں کے منہ کھول دیئے اور جتنی فضیخ تھی اسی جگہ انڈیل دی۔ اسی وجہ سے اسے مسجد فضیخ کہتے ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ شاید یہ قصہ مسجد کی تعمیر سے پہلے کا ہے یا نجاست خمر کا علم اس کے حاصل ہو۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ اسی جگہ سرور جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک کوزہ فضیخ کا لائے آپ نے اس کو نوش فرمایا۔ اسی وجہ سے اس کو مسجد فضیخ کہتے ہیں بعض علماء اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں واللہ اعلم! اور شیخ مجدالدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ اس مسجد کو مسجد شمس کہلانے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ سوائے اس کے کہ یہ بنسبت اور مکانوں کے جو اس کے قریب واقع ہیں اس کی سطح اونچی ہے اور طلوع شمس اس پر پہلے ہوتا ہے اور کہا ہے کہ یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے لئے سورج لوٹایا گیا تھا کیونکہ یہ واقعہ صہبا میں واقع ہوا تھا جو خیبر کے قریب واقع ہے قاضی عیاض نے اس کی تصریح کی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حدیث اعادہ شمس بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ،

باسناد حسن ثابت ہوئی ہے اور طرق متعدد سے اور طحاوی نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن جوزی اس کو موضوعات میں لاتے ہیں۔ شیخ ابن حجرؒ فتح الباری میں کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے خطا کی ہے کہ اس نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

مسجد قریظہ، یہ مسجد سارے باغوں کے انتہا پہ حرہ شرقیہ کے پاس مسجد شمس کے مشرق میں واقع ہے جس وقت آپ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تھا آپ اسی جگہ فروکش ہوئے تھے ایک روایت میں ہے کہ اس کے جوار میں ایک عورت کا گھر تھا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس میں نماز پڑھی تھی۔ ولید بن عبدالملک نے اس مسجد کی تعمیر کے وقت اس گھر کو بھی مسجد میں داخل کر دیا۔ وہ جگہ مسجد کے شمال کی طرف پچھان کے کونے پہ واقع ہے۔ عمارت قدیم میں اس جگہ ایک منارہ مسجد قبا کے منارہ کی وضع پہ تھا بعد طول زمان کے وہ منارہ گر گیا۔ سنہ ھ کے قریب اس کا کچھ نشان باقی تھا اس کے بعد اس جگہ ایک چبوترہ ڈیڑھ قدِ آدم کا اونچا بنا دیا گیا جو اب تک موجود ہے۔ اس مسجد کی قدیم عمارت مسجد قبا کی وضع پہ تھی یعنی اس کی چھت۔ ستون و منارہ وغیرہ تھے۔ اب صرف ایک چار دیواری قبلہ سے شام کی جانب چوالیس گز ہے بشرقاً غرباً بیناالیس گز۔

قصہ محاصرہ بنی قریظہ یہ ہے کہ جب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ خندق سے واپس ہوئے اور ابھی غسل خانہ میں تھے اور سر مبارک کی ایک طرف کا شانہ باقی تھا تاکہ غسل کامل فرما کر سفر کی کلفت اور مشقت سے استراحت حاصل فرمائیں ناگاہ جبرئیل علیہ السّلام ایک گھوڑے پر سوار زرہ لگائے ہوئے گرد آلودہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درِ مبارک پہ پہنچے اور کہا کہ ابھی ملائکہ نے ہتھیار نہیں اتارے اور اللہ تقدس وتعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ سوار ہو جائیے اور بنو قریظہ پہ حملہ فرمائیں اور میں ان پہ جا رہا ہوں کہ ان کو کاہل اور بیدل کروں۔ جبریل علیہ السّلام یہ خبر پہنچا کر پھر گئے۔

کہتے ہیں کہ ملائکہ کے گھوڑوں سے کوچہ و بازار میں غبار بلند ہو گیا تھا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے بلال مؤذن رضی اللہ عنہٗ کو منادی کرنے کا حکم دیا کہ جو شخص خداوند تعالیٰ کے حکم کا مطیع اور سامع ہے۔ نماز عصر کو بنی قریظہ میں ادا

کرے اور حضرت علی سلام اللہ علیہ کو اپنا جھنڈا خاص عنایت فرما کہ بطور مقدمۃ الجیش مقرر فرمایا۔ اس ناپاک قوم کو پچیس روز تک محاصرہ میں رکھا کہ وہ عاجز آ گئے اور ان کے دلوں میں رعب پڑ گیا۔ آخر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، کے حکم سے جو اس قوم کے حلیف تھے اُتر آئے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، جو حکم دے اس پر راضی رہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، کو غزوہ خندق میں ایک تیر لگا تھا جس کی وجہ سے اب تک زخم سے خون جاری تھا حضرت سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، کو بلایا اور جو خون جاری تھا بند ہو گیا۔ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مجلس شریف میں آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنو قریظہ سے فرمایا قُوۡمُوۡا اِلسَّیِّدِکُمۡ یعنی اپنے سردار کے لئے اٹھو۔ بعض علماء اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ قیام تعظیم کے لئے تھا کہ مسجد میں داخل ہونے والے کی تعظیم کریں اور محققین کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ، کی اتنی طاقت نہ تھی کہ آپ بغیر کسی اعانت سے سواری سے اتریں تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اٹھو اور اس کو اتار لاؤ۔ اسی سبب سے یہ حکم خاص اسی جماعت کی نسبت تھا نہ سارے حاضرین کو اور گویا یہ اسی بات کی تمہید تھی کہ جس بات، پر حکم سعد ہو اس کا انتثال ہو اس کے بعد فرمایا سعد بن معاذ بنی قریظہ کے متعلق کیا حکم ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کیجیئے اور ان کے اموال کو مسلمانوں پہ بانٹ دیں ان کی جورو اور لڑکی لڑکیوں کو لونڈی و غلام بنا لیجیئے۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، کی شان میں فرمایا کہ تحقیق سعد نے وہ حکم دیا ہے جو سات پردہ آسمان سے نازل ہوا ہے۔ پس چھ سو یہودیوں کی اور ایک روایت پہ کم اور زیادہ کی گردن مار دی گئی اور سر اَنَا الضَّحُوۡکُ الۡقَتُوۡلُ (یعنی میں ہنس مکھ کافروں کا قتال ہوں) سے تجلی اسمِ الٰہی یُحۡیِیۡ وَیُمِیۡتُ سے ظاہر ہوئی! نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ غَضَبِ اللّٰہِ!

مسجد مشربہ ام ابراہیم۔ یہ مسجد مسجد بنی قریظہ سے شمال کی طرف ہے۔ حرہ شرقیہ کے نزدیک نخلستان کے درمیان میں فقط ایک چار دیواری ہے۔ بے چھت کہ قبلہ سے شام کی طرف گیارہ گنہ ہے اور مشرق سے مغرب کی طرف چودہ گنہ۔ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہاں نماز پڑھی تھی اور مشربہ بستان (باغ) کو کہتے ہیں۔ ام سے مراد حضرت

ماریہ قبطیہ والدہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ ان کا ایک باغ یہاں تھا اور سیّدنا ابراہیم بھی یہیں پیدا ہوئے تھے اور یہاں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کچھ صدقات تھے کہ فقرا پہ وقف فرما دیئے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نہایت خوب صورت تھیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کو بہت چاہتے تھے۔ پہلے ان کو حارثہ بن نعمان کے گھر رکھا۔ آخر کو اس وجہ سے کہ مجھ کو ان کی نسبت ایک غیرت پیدا ہوئی ان کو عوالی مدینہ منورہ میں جہاں یہ مسجد ہے اٹھا لے گئے اور ان کے دیکھنے کے لئے کبھی کبھی وہیں تشریف لے جانے لگے۔ یہ بات مجھ پہ پہلے سے بھی زیادہ گراں گزری۔ آخر اللہ تعالی نے ان کو ایک لڑکا عطا فرمایا اور ہم اس نعمت سے محروم رہے اور قصہ حضرت ماریہ قبطیہ کا جو باعث نزول یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ (اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جس کو خدا نے آپ کے لئے حلال کیا ہے) مشہور ہے۔

مسجد بنی ظفر۔ یہ مسجد اب مسجد البغلہ کہلاتی ہے۔ عوام لوگ اس کو سفرہ پیغمبر کہتے ہیں یہ بقیع سے مشرق کی طرف واقع ہے اس قبہ کی وجہ سے جو قبہ حضرت فاطمہ بنت اسد ام امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر محلہ بنی ظفر میں تشریف لائی۔ نماز ادا فرمانے کے بعد ایک پتھر پہ جلوہ فرما ہوئے اور ایک قاری کو حکم دیا کہ قرآن پڑھے وہ قاری جب آیت فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا ﴿ پس کیا ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہی دینے والا لائیں گے اور آپ کو ان پہ گواہی دینے والا بنائیں گے) تک پہنچا تو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم رونے لگے اور فرمایا خداوندا میں گواہ ان لوگوں کا ہوں جن کے درمیان میں ہوں اور جن لوگوں کو میں نے نہیں دیکھا ان کو میں کیا جانوں بعض علمائے تاریخ لکھتے ہیں کہ جس عورت کو حمل نہ ہوتا ہو اس کو اس پتھر پہ بٹھا دیا جائے اللہ تعالی اس کی تاثیر سے قابلیت حاملہ ہونے کی عطا فرماتا ہے اس پتھر کی یہ خاصیت مذکورہ اہل مدینہ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک حد شہرت کو پہنچ چکی ہے۔

مطری کہتے ہیں کہ حرہ میں بہت سے پتھر ہیں کہ ان پہ آثار ہیں کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس پہ تکیہ لگایا تھا اور اپنی کہنی شریف اس پہ رکھی تھی اور

اور ایک پتھر پر کچھ انگلیوں کا سا نشان ہے۔ حُجّاج ان سب کی زیارت کرتے ہیں اور اسی محراب میں ایک پتھر ہے اس پہ لکھا ہے خَلّدَ اللّٰہُ مُلکَ الاِمَامِ اَبِی جعفر المنصور المستنصر بِاللّٰہِ اَمِیْرِ المؤمِنِیْنَ عمر ست ثلثین وستمائۃ۔

مسجد الاجابت۔ یہ مسجد بقیع کے شمال میں ایک اونچی جگہ پہ واقع ہے قبلہ سے شام کی جانب بیس گز کے قریب ہے اور مشرق سے مغرب کی طرف پچیس گز ہے۔ اس مسجد کا نام مسجد معاویہ بھی ہے۔ صحیح مسلم میں آیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف تشریف لائے تھے۔ آپ کا گذر اسی مسجد کی طرف ہُوا آپ نے اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور جتنے اصحاب ہمرکاب تھے انہوں نے بھی پڑھی۔ نماز کے بعد آپ نے دعا نہایت طویل کی جب وہاں سے پھرے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے پروردگار عالم سے تین دعائیں کیں ہیں ایک تو یہ کہ میری امّت کو قحط میں مبتلا کر کے نہ مار، دوسرا یہ کہ عذاب غرق ان پہ مسلّط نہ فرما۔ تیسرا یہ کہ میری امت آپس میں قتال نہ کرے۔ پہلی دو تو منظور فرمائی گئیں اور تیسری کی بابت مجھے منع کیا گیا اور فرمایا تیری امت کا ہلاک و فناہ تلوار سے ہوگا بوجہ اجابت دعوات بابرکات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کو مسجد الاجابت کہتے ہیں۔ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں بجائے ہلاک غرق کے یہ ہے میری امت پہ غلبہ کفّار کا نہ ہو مذکور ہے اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہٗ کی روایت میں ہے کہ نماز پڑھ کر آپ کھڑے ہو گئے اور دعا کی اور محمد بن طلحہ سے منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نماز پڑھنے کی جگہ محراب سے داہنی طرف دو گز کے فاصلہ پہ تھی۔ بڑے ذوق کی بات یہ ہے کہ جب مسجد سے عبادت دعا وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے باہر نکلو تو نظر قبہ مبارک پہ پڑتی ہے۔ اس کا مزہ اسی وقت کیساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ وقت حق سبحانہٗ تعالیٰ سے تعلق کا وقت بھی وہی ہے۔ فرقت اور مہجوری ان اوقات کی حمایت برکات کا موجب ہوتی ہے خدا کرے وہ لذّت و حالات کرامت پھر حاصل ہوں۔

اوقات خوش آں بود کہ با دوست بسر شد
باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود !

جو مسجد مشرق سے دائیں جانب ہے کہ جہاں جائے شہادت سیّد الشہداء امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہے وہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ امام بیہقی شعب الایمان میں عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی کے کونہ میں پڑا ہوا تھا ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متصل مقام سے برآمد ہوئے میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا۔ سواف باغ میں جب پہنچے آپ نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ سجدہ میں گئے اور سجدہ بہت لمبا ادا فرمایا۔ میں نے گمان کیا کہ شاید روح پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیین پہ پرواز کر گئی ہے۔ اس حالت کے مشاہدہ سے مجھے گریہ شروع ہوا۔ اس کے بعد آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا تجھے یہ کیا ہو گیا ہے کہ تو گریہ کر رہا ہے۔ میں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اتنا دراز سجدہ کیا کہ میں نے گمان کیا کہ آپ کی روح پاک آسمان پہ اٹھا لی گئی آپ نے فرمایا جبرئیل اللہ تعالیٰ سے وحی لائے اور کہا آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ جو شخص تجھ پہ درود بھیجتا ہے۔ میں بھی اس پہ درود بھیجتا ہوں اور جو تجھ پہ سلام بھیجے میں بھی اس پہ سلام بھیجتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی تجھ پہ درود بھیجتا ہے میں اس کے لئے دس نیکیاں رکھوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دس بار اس پہ صلوٰۃ بھیجتا ہوں۔ پس میں نے اپنے پروردگار کا اس نعمت پہ سجدۂ شکر بجا لایا۔ بیہقی حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور سجدۂ شکر والی حدیث تو زیادہ صحیح ہے۔ امام احمد حنبل نے بھی اس حدیث کو عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ذکر سجدۂ شکر بغیر نماز کے کیا ہے۔ یہ مسجد بالکل چھوٹی طول و عرض میں آٹھ گز ہے۔

مسجد البقیع۔ جب کوئی بقیع کے دروازے سے آئے داہنے ہاتھ کو مزار حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے پچھان کی طرف یہ واقع ہے۔ شاید بعض علماء کو اس مسجد کی بابت کوئی معتمد علیہ سند دستیاب نہیں ہوئی۔ اس لئے بعضوں نے کہا ہے کہ شاید یہ وہ جگہ ہے جو بقیع میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصلّٰی عید تھا اور سمہودی بعض دلائل پہ نظر کر کے کہتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مسجد ابی بن کعب کی

جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات تشریف لاکر نماز پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اگر لوگوں کے جماؤ کا خوف نہ ہوتا تو میں اکثر اوقات اس میں نماز پڑھا کرتا۔ واللہ اعلم! یہاں تک ان مساجد کا ذکر آتا ہے جو جانب غربی مدینہ مطہرہ میں جہت شمالی تک واقع ہیں۔ اب ان مساجد کا ذکر آتا ہے جو جانب غربی مدینہ مطہرہ میں جہت شمالی تک واقع ہیں۔ واللہ الموفق۔

مصلّی العیدؑ۔ یہ مصری دروازہ کے قریب مدینہ سے باہر جانب غربی میں اس راہ پر واقع ہے جو مکہ سے مدینہ طیبہ کو جاتا ہے۔ واقدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال پہلی عید یہیں پڑھی تھی۔ ابن زبالہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے پہل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عید فطر اور عید الضحیٰ اس جگہ ادا فرمائی تھی جو دار حکیم بن العدّاد سے قریب ہے۔ بعض ارباب تاریخ نقل کرتے ہیں وہ جگہ باب السّلام سے ہزار گز کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اب وہ ایک مسجد ہے جو مصلّی عید کے نام سے مشہور ہے۔ سمہودی نظر با دلائل و امارت سے کہتے ہیں کہ غالب یہ ہے کہ اس جگہ کو مسجدِ اعلیٰ کہتے ہیں پہلے زمانہ میں بازار مدینہ بھی اسی جگہ تھا اور دار حکیم بن العدّاد بھی اسی جگہ تھا واللہ اعلم!

اسی جگہ ایک اور مسجد ہے اس کو مسجدِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ گر گئی تھی۔ شیخ الحرام مدینہ نے اس کی تجدید کی نہایت ایک صاف اور ستھرا مکان بنایا اور اس کے گرد ایک رباط تعمیر کرایا اور ایک نہر بھی جاری کی۔ اس قدیم مسجد کے قریب ایک باغیچہ تھا قدیم زمانہ میں عریضہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کا اب تک کچھ نشان باقی ہے اس کو بعض عجمی لوگوں نے تجدید کی۔

ایک اور مسجد جس کا صحن بڑا ہے کہتے ہیں کہ زمان محاصرۂ سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت سرائے سے نکل کر اسی جگہ سکونت اختیار فرمائی تھی اور نماز عید بھی اسی جگہ ادا فرمائی تھی۔ سمہودی اسی مسجد کو مصلّی عید سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہتے ہیں کہ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عید اسی جگہ اتباعاً لسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا کی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

زمانہ شریف میں مصلائے عید میں کچھ عمارت نہ تھی بلکہ اس کی عمارت سے آپ نے منع فرمایا تھا اور آپ نے خطبۂ عید منبر پہ نہیں پڑھا پہلے جس نے خطبہ عید پڑھنے کو منبر رکھا وہ مروان بن حکم تھا۔ چنانچہ شیخ ابن حجر عسقلانی بعض احادیث سے استنباط کرتے ہیں اور ابن شیبہ نقل کرتے ہیں کہ پہلے جس نے منبر پہ خطبہ پڑھا وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور ترمذی کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز استسقاء مصلٰے میں تشریف لے جا کہ ادا فرمائی اور منبر پہ برآمد ہو کر خطبہ پڑھا اور بعض علما نے کہا ہے کہ اتفاق اتحاد منبر صلوٰۃ استسقا میں شاید اس واسطے ہوا ہو کہ حضرت کے افعال شریفہ کو مثل تحویل روا اور رفع یدین اور سوا اس کے جو نماز استسقا میں ہوا کرتا ہے سب آدمی دیکھیں اور احداث منبر خطبہ عید کے واسطے اس پہ قیاس کیا ہو۔ سید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ بنا ان تینوں مساجد کی عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں ہوئی اور مصلائے شریف کے فضائل میں اور اس مضمون میں کہ اس کے پاس دعا قبول ہوتی ہے بہت سے اخبار اور آثار وارد ہیں اور حدیث مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمُصَلَّایَ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ بھی اسی قبیل سے ہے اس واسطے کہ مابین ان دونوں مکانوں کی فضیلت یقینی ہے کیونکہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں اکثر رونق افزا ہوتے چنانچہ جب کبھی سفر سے تشریف لاتے مصلّے میں قدم رنجہ فرما کر مستقبل قبلہ ہو کر دعا فرماتے اور بروایت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ نجاشی کی اسی جگہ پڑھی ہے۔

مسجد فتح یہ مسجد اور جو مساجد کہ اس کے پاس اس جہت قبلہ پہ واقع ہیں سب کی سب مساجد فتح کہلاتی ہیں لیکن حقیقت میں مسجد فتح وہی ایک مسجد ہے جو کوہِ سلع سے پیچھے اونچی جگہ پہ واقع ہے اس کی مشرق اور شمال کی جانب سیڑھیاں ہیں۔ اس کو مسجد الاحزاب اور مسجد اعلیٰ بھی کہتے ہیں امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں بروایت ثقات حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، سے لاتے ہیں کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد فتح میں تین روز دعا کی دوشنبہ وسہ شنبہ و چہار شنبہ۔ پس چہار شنبہ کو بین الصلوٰتین اجابت دعا کی بشارت پائی۔ اس وجہ سے آثار فرحت و سرور آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہوئے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ جب کوئی مشکل مجھ کو درپیش آتی ہیں اسی وقت مسجد فتح میں جا کر دعا کی

اللہ تعالیٰ نے مجھے اجابت دعا کی بشارت پہنچائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس جگہ پہ جہاں مسجد فتح بنی ہے۔ تشریف لائے اور دستِ مبارک اٹھا کر کفّار قریش پہ جو خندق کے روز جمع ہو کر چڑھ آئے تھے بد دعا کی اور نماز بھی پڑھی ابن زبالہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے غزوہ احزاب کے دن مسجد فتح میں فقط دُعا کی اور خوف اعداء سے نماز ظہر۔ عصر۔ مغرب پڑھنے کی فرصت نہیں پائی۔ بعد مغرب کے سب نمازیں قضا کیں۔ جاننا چاہیئے کہ روز احزاب اور خندق ایک ہی ہے اس غزوہ کو غزوۂ خندق یا احزاب دونوں کہتے ہیں۔ اس غزوہ کے بعد پھر کبھی کفار کو مجال نہیں ہوئی کہ مدینہ پہ چڑھ کر اپنا زور جتلاتے اور اس دن جب مسلمانوں پہ کام سخت ہوُا تو حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کھڑے ہو کر دعا کی اللہ تعالیٰ نے تند ہوا بھیج کر کفار کو ہزیمت دی چنانچہ قرآن کریم کی سورہ احزاب میں یہ تفصیل بیان ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اس کے بعد قریش تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور تم پہ چڑھ کر کبھی نہیں آئیں گے اس وجہ سے اس مسجد کو مسجد فتح یا احزاب کہتے ہیں۔ آثار فتح و انوار قبولیت دعا اس مسجد میں اور اس کے گرد و پیش ظاہر ہوئے۔ اس کی داہنی طرف ایک وادی ہے اس کا نام "یسح" ہے اس میں کھجوروں کے درخت کثرت سے ہیں اور فضا بہت پُرانوار ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ اپنے آبائے کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسجد فتح میں داخل ہو کر ایک دو قدم چل کر کھڑے ہو گئے اور دونوں دست مبارک اٹھا کر دعا کی اور دستِ مبارک اتنے اٹھائے کہ رداء مبارک شانہ شریف سے زمین پہ گر پڑی اور آپ ویسے ہی دعا میں مشغول رہے اور روایات متعددہ سے ثابت ہے کہ اس مسجد میں آپ کا مقام دعا درمیان والا ستون ہے۔ سیّد علیہ الرّحمۃ کہتے ہیں چونکہ اب مسجد کی عمارت بدل چکی ہے اس لئے اب صحن مسجد میں محراب کے مقابل کھڑا ہونا چاہیئے لیکن اس کے ساتھ اور روایات کو شامل کر کے کہتے ہیں آپ کا مغرب کی طرف کھڑے ہونیکا مقام اقرب ہے اوپر تشریف لے جانا شمالی سیڑھیوں سے ہوُا تھا نہ مشرق کی طرف سے اسی جانب سے دو ہی قدم چل کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کھڑے ہونے کی جگہ ملتی ہے اور روا[illegible] ہے کہ اس مسجد شریف میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جو دُعا کی تھی یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَ

هَدَیْتَنِیْ مِنَ الضَّلَالَۃِ فَلَا مُکْرِمَ لِمَنْ اَھَنْتَ وَلَا مُھِیْنَ لِمَنْ اَکْرَمْتَ وَلَا مُعِزَّ لِمَنْ اَضْلَلْتَ وَلَا مُذِلَّ لِمَنْ اَعْزَزْتَ وَلَا نَاصِرَ لِمَنْ خَذَلْتَ وَلَا خَاذِلَ لِمَنْ نَصَرْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا رَازِقَ لِمَنْ حَرَمْتَ وَلَا حَارِمَ لِمَنْ رَزَقْتَ وَلَا رَافِعَ لِمَنْ خَفَضْتَ وَلَا خَافِضَ لِمَنْ رَفَعْتَ وَلَا خَارِقَ لِمَنْ سَتَرْتَ وَلَا سَاتِرَ لِمَنْ خَرَقْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَنْ بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَنْ قَرَّبْتَ یَا صَرِیْخَ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ الْمُضْطَرِّیْنَ اَکْشِفْ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ وَکَرْبِیْ فَقَدْ تَرٰی حَالِیْ وَحَالَ اَصْحَابِیْ

پس جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ پروردگار عالم و تقدس نے آپ کی دعا سن لی اور قبول فرمائی۔ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ہول دشمن سے محفوظ رکھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پیغام سنتے ہی دو زانو بیٹھ گئے اور دست مبارک پھیلایا اور چشمان مبارک نیچی کر کے جناب باری میں عرض کیا شُکْرًا لِمَا رَحِمْتَنِیْ وَرَحِمْتَ اَصْحَابِیْ تیرا شکر کہ تو نے مجھ پہ اور میرے اصحاب پہ رحم فرمایا۔ ابونعیم طریق شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے لاتے ہیں کہ دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ احزاب کے دن یہ تھی: شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ وَاَنَا اَشْھَدُ بِمَا شَھِدَ اللّٰہُ بِہٖ وَاَسْتَوْدِعُ ھٰذِہِ الشَّھَادَۃَ وَھِیَ وَدِیْعَۃٌ عِنْدَ اللّٰہِ یُؤَدِّیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ قُدْسِکَ وَعَظْمَۃِ طَھَارَتِکَ وَبَرَکَتِ جَلَالِکَ مِنْ کُلِّ آفَۃٍ وَعَاھَۃٍ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَطَارِقِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِلَّا طَارِقًا یَطْرُقُ بِخَیْرٍ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ غِیَاثِیْ فَبِکَ اَغُوْثُ وَاَنْتَ مَلَاذِیْ فَبِکَ اَلُوْذُ وَاَنْتَ عِیَاذِیْ فَبِکَ اَعُوْذُ بِجَلَالِ وَجْھِکَ وَکَرَمِ جَلَالِکَ مِنْ خِزْیِکَ وَکَشْفِ سَتْرِکَ وَنِسْیَانِ ذِکْرِکَ وَ الْاِنْصِرَافِ عَنْ شُکْرِکَ اَنَا فِیْ حِرْزِکَ وَکَنَفِکَ وَکَلَائِکَ فِیْ لَیْلِیْ وَنَھَارِیْ وَنَوْمِیْ وَقَرَارِیْ وَظَعْنِیْ اَسْفَارِیْ وَحَیَاتِیْ وَمَمَاتِیْ ذِکْرُکَ شِعَارِیْ وَثَنَائُکَ وَثَارِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ تَنْزِیْھًا لِاِسْمِکَ وَعَظْمَتِکَ وَتَکْرِیْمًا بِسُبُحَاتِ وَجْھِکَ اَجِرْنِیْ مِنْ خِزْیِکَ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِکَ وَاضْرِبْ عَلَیَّ سُرَادِقَاتِ حِفْظِکَ وَقِنِیْ سَیِّاٰتِ عَذَابِکَ وَحُدَّ عَلَیَّ وَعُذْنِیْ مِنْکَ بِخَیْرٍ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا

بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ الْکَرِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ الْمُرْتَضٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

نقل ہے کہ امام شافعی نے اس وقت میں جب ہارون رشید نے ان کے ساتھ کچھ برائی چاہی تھی یہ دُعا پڑھی اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے شر و آفت اعداء سے ان کو بچا دیا اور معاذ بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مسجد فتح اور جتنی مساجد اس کے نیچے واقع ہیں سب میں نماز پڑھی ہیں۔ پہلی مسجد جو جانب قبلہ میں قریب مسجد فتح کے واقع ہے مسجد سلیمان فارسی کہتے ہیں، اس کے پیچھے والی مسجد ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وجہ نسبت ان مساجد کی ان حضرات کی طرف خوب کھل کر نہیں معلوم ہوئی مگر ظاہر یہیں واللہ اعلم! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ احزاب کے دن یہ حضرت انہیں جگہوں میں مقیم ہوں گے اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رونق افروز ہو کر نماز پڑھی ہو گی پہلے ان مسجدوں کو عمرو بن عبدالعزیز نے بنایا بعد اس کے طول زمان کی وجہ سے یہ مساجد منہدم ہو گئیں۔ تو **یوسف الدّین** حسین ابن ابی الہیجا نے ۵۷۵ھ میں اوپر والی مسجد کی تجدید کی بعد اس کے ۵۷۷ھ میں دو مسجدیں اور بنائیں پھر بعد بنائے ابن الہیجا کے مسجد علی مرتضیٰ کو ۸۷۶ھ میں امیر مدینہ زین الدّین ضیغم منصور نے نئے سرے سے بنایا لیکن اس مسجد کی جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب تھی کسی نے مسجد مدینہ کی ویسی ہی خراب پڑی رہی آخر ۹۸۲ھ میں بعض آدمیوں کو اس کی تجدید کی توفیق عنایت ہوئی اور نصف راہ پر مسجد فتح کو جاتے ہوئے جبل سلیع کی گھاٹی میں مدینے سے جانے والے کے داہنے ہاتھ پر مسجد بنی حرام ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وہاں تشریف لا کر نماز پڑھی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کی تجدید کی تھی اور بنا بر سقف و استوانات بڑھائی تھی۔ اب فقط ایک چار دیواری باقی رہ گئی ہے اور اس گھاٹی کے قریب ایک غار ہے کہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایام غزوہ خندق میں اس کو رونق بخشی ہے بعض اوقات رات کو بھی رہے۔ طبرانی ابو قتادہ سے روایت لائے ہیں۔ ایک روز حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تلاش میں آئے آپ کو حجرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں نہ پایا ناچار اس کوچہ کی طرف جدھر اکثر اوقات آپ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ متوجہ ہوئے آخر لوگوں نے جبل ثواب کی طرف نشان دیا یہ جبل ثور پہ چڑھ گئے اور داہنے بائیں نگاہ

کرتے لگے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک غار کے اندر آپ سجدے میں ہیں معاذ ہیبت سے وہاں چڑھ نہ سکے نیچے اتر آئے پھر چڑھ کر دیکھا تو ابھی تک آپ نے سجدے سے سر مبارک نہیں اٹھایا تھا۔ ان کو گمان ہوا کہ شاید آپ نے اس جہان سے رحلت فرمائی پس آپؐ نے سجدے سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ جبریل امین علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ آپ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم کچھ جانتے ہو کہ ہم تمہاری امت کے ساتھ کیا سلوک کریں گے میں نے کہا یا اللہ تو عالم و توانا تر ہے میں کیا جانوں پھر جبرئیل علیہ السلام نے آکر بشارت دی کہ پروردگار عالم و تقدس فرماتا ہے کہ تم اپنا دل خوش رکھو کہ ہم تیری امت کے ساتھ ہرگز ایسا نہیں کریں گے کہ تجھے ناخوش آئے اور تیرے دل مبارک کے دکھ کا موجب بنے۔ پس میں نے سجدہ میں سر رکھا اور اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کروں۔ اے معاذ بندہ کو جو حالت اللہ تعالیٰ کے قریب تر کرتی ہے وہ صرف سجدہ ہی ہے۔

مسجد القبلتین یہ مسجد مساجد فتح سے غرب میں واقع ہے ایک میل کی مسافت پر یا اس سے کم۔ نزدیک وادی عقیق اور بیر رومہ محمد بن خمس سے روایت ہے ام بشر بنی سلمہ کی عورت تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے طعام مہیا کیا اثنائے تناول میں لوگوں نے ارواح کے احوال کے متعلق پوچھا۔ مواد حدیث بابت ارواح مومنین و کافران بھی اس مجلس سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی مجلس میں ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے قبیلہ بنی سلمہ کی مسجد میں نماز پڑھائی ابھی دو رکعت نماز پڑھی ہی تھی کہ وحی آئی کہ قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کو بدل دیا گیا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے اندر ہی پھر گئے اور رُخ مبارک کو کعبہ کی جانب کر دیا۔ اسی وجہ سے اسے مسجد القبلتین کہتے ہیں اور ابن زبالہ محمد بن جابر سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سلمہ کی ایک جماعت اپنی مسجد میں واقع نہیں ہوا۔ شیخ مجدالدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ اس اسم کی مستحق و اولیٰ مسجد قبا ہے کیونکہ صحیحین میں آیا ہے کہ تحویل قبلہ کا واقعہ اس میں واقع ہوا تھا بعض علماء قول اول کو ترجیح دیتے ہیں۔ واللہ اعلم!

مسجد الذباب۔ اب اس کو مسجد الرایہ کہتے ہیں۔ یہ مسجد مدینہ سے شام کو جانے والے کے لئے داہنی طرف کو پڑتی ہے۔ ایک پہاڑی پر جس کا نام ذباب ہے واقع ہے اس کی اصل

بنا عمر بن عبد العزیز سے تھی اس کے منہدم ہونے کے بعد ۸۴۵ھ یا ۸۴۶ھ میں بعض امرائے مدینہ نے اس کی تجدید کی اور اس مسجد اور مساجد فتح کے جبل سلیع فاصل ہے اس کے پچھان کو مساجد فتح واقع ہیں اور مشرق کی طرف یہ مسجد ایک اونچے مکان پر نہایت ہی مفرح اور مروح اور منوّرا واقع ہے۔ مدینہ منوّرہ اور قبہ مطہرہ حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی وہاں سے نظر آتا ہے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جبل ذباب پر نماز پڑھی ہے اور غزوہ تبوک کی واپسی پر آپ کا خیمہ بھی اس پر نصب ہوا تھا۔ حارث بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ مروان بن الحکم کا ایک عامل تھا یمن کی سرزمین پر جس کا نام ذباب تھا اس کو اس نے جبل ذباب پر سولی دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا کہ وائے تجھ پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نماز پڑھی وہاں تو نے اس شخص کو سولی دی۔ مروان کے بعد بعض امراء نے بھی ایسا کیا۔ آخر بعض سلف کے منع کرنے سے یہ بات ممتنع ہو گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خیمہ مبارک جبل ذباب پر ایام غزوہ خندق میں نصب ہوا تھا۔ خندق واقعہ احزاب میں غربی سلع کی طرف ہے اور خندق مصلائے عید تک اور مساجد فتح سے ذباب تک کھودی گئی تھی چنانچہ اس کی تفصیل کتب سیر اور تواریخ میں موجود ہے۔ اب خندق کا نشان باقی نہیں سوائے اتنی جگہ کے جس کی لوگ زیارت کو جاتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں بعض علماء اس مسجد کا ثنیۃ الوداع پر نشان دیتے ہیں شاید یہ امر اس وجہ سے ہو گا کہ ثنیۃ الوداع اس جگہ سے قریب ہے۔

مسجد فسح یہ مسجد سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہد مقدّس سے شمال کی طرف جبل اُحد کی جڑ میں واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ آیہ کریمہ یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اِنْ قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجَالِسِ الآیہ، اے ایمان والو اگر تم کو کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی کرو۔ اسی مسجد میں نازل ہوئی۔ مطری کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُحد کے دن بعد قتال کے نماز ظہر اور عصر اسی جگہ ادا فرمائی تھی۔ ابن شیبہ نے بھی اس کے مطابق نقل کیا ہے لیکن نماز خاص کی تعیین نہیں کی واللہ اعلم!

مسجد علینین۔ یہ مسجد مشہد سیّد الشہداء سے قبلہ کی طرف واقع ہے اور اس جبل کو الرمات کہتے ہیں کہ احد کے دن تیر انداز ان لشکرِ اسلام اس پر کھڑے ہوئے تھے۔ اب

یہ مسجد بہت کچھ گر گئی ہے کہتے ہیں کہ حضرت سیّد الشہداء رضی اللہ عنہ کو اسی جگہ برچھی لگی تھی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُحد کے دن نماز ظہر جبل عینین پہ پڑھی تھی اور ایک روایت یوں ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مع اصحاب کرام کے مسلّح وہاں نماز پڑھی تھی۔

مسجد الوادی- یہ مسجد جبل عینین کے شمالی کنارے پہ واقع ہے۔ مطری کہتے ہیں کہ حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جگہ یہی ہے اور برچھی کھا کر پہلی جگہ سے اٹھ کر یہیں گرے تھے۔ ابنِ شیبہ نقل کرتے ہیں کہ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جانے کے بعد بھی اسی جبل الرّمات پہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حکم سے ان کی لاش مبارک بطن وادی سے اٹھا کر جہاں ان کی قبر شریف ہے۔ لاکر دفن کر دیا۔ بعض علماء اس مسجد کو مسجد عسکری بھی کہتے ہیں واللہ اعلم!

مسجد السّقیا ایک کنواں کا نام ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عوض حدش بدر یہ مقام لیا اور اسی جگہ نماز ادا فرمائی اور اہلِ مدینہ کی برکت کی دُعا فرمائی۔ بعض علماء اس مسجد کا ذکر تک بھی نہیں کرتے۔ اس کے مقام کی تعیّن میں تردّد کا اظہار کرتے ہیں۔ سیّد سمہودی کہتے ہیں میں اس جگہ کی طلب یقین میں تھا۔ یہاں تک کہ زمین سے اس کی بنیاد ظاہر ہوئی اور بقدر نصف گز کے ہر جانب سے دیوار پیدا ہو گئی۔ پس لوگوں نے اس کی تجدید کی۔ اب مسجد سقیا اس مسجد کو کہتے ہیں جو سواد مدینہ کے راستے میں ہے حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت کو جانے والوں کے لئے پہلے اسی مسجد کی زیارت حاصل کرتے ہیں۔ یہ مسجد تقریباً سات گز چوڑی سات گز لمبی ہو گی۔ واللہ اعلم!

اب بائیس مساجد کا ذکر تمام ہو چکا ہے۔ خلق اللہ ان کی زیارت سے مشرّف ہوتی ہے۔ ان مساجد کے علاوہ اور بھی کئی ایک ہیں۔ غالباً چالیس سے زیادہ ہوں گی مگر ان میں سوائے سمت اور جانب کے کہ اس طرف واقع تھیں اور کچھ معلوم نہیں اور اگر بالفرض بعض مواضعات کی وجہ سے تعین بھی ہو جاتی ہے تو طالبین اور زائرین کو سوائے حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے ان کے ذکر سے تقصیر واقع ہو رہی ہے مگر سیّد سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کا ذکر

کیا ہے۔ واللہ الموافق۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ!

دسواں باب

اُن کنوؤں کے ذکر میں جن کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرف فرمایا اور مشہور و ماثور ہیں

مساجد کی طرح کنوئیں مبارک بھی بہت ہیں بعض ان میں سے گر گئے ہیں جن کے نشان تک باقی نہیں ہیں اور بعض آج تک موجود ہیں۔ سید علیہ الرحمۃ نے اپنی تاریخ میں بیس سے زاید شمار کئے ہیں لیکن اب قابل زیارت اور ان میں سے صرف سات ہیں۔ بعض علماء نے انہیں نظم میں تحریر کیا ہے

اذا رمت ابار النبی بطیبۃ فقد تہا سبعٌ مقالاً بلادھن

عریسٌ و غرس رومۃ وبضاعۃ کذا بُصّۃ قل بیرحاءٍ مع العھن

مدینہ میں جب تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کنوؤں کا قصد کرے۔ پس ان کا شمار سات بلاشبہ ہیں۔ بیر عریس۔ غرس۔ بیر رومہ اور بیر بضاعۃ۔ بیر بصہ اور بیر حاء اور بیر عہن۔ بوجہ تخصیص ان کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بیر اریس بروزن جلیس یہ ایک یہودی کی طرف منسوب ہے جس کا نام اریس تھا یہ مسجد قبا کے پچھواڑے واقع ہے اس کا پانی لطیف اور شیریں ہے۔ کافی روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا ہے۔ اسی وجہ سے اس میں مٹھاس اور نظافت پیدا ہو گئی ہے ورنہ اس سے پہلے اتنا شیریں نہ تھا۔ بیہقی نقل کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قبا میں آئے تو اس کنوئیں کا نشان لوگوں سے پوچھا۔ ایک شخص ان کو اریس پر لے آیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنوئیں پر آئے۔ ایک شخص جو اس سے پانی کھینچ رہا تھا ایک ڈول پانی کا طلب فرمایا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور باقی پانی بمعہ لعاب مبارک کے اس کنوئیں میں ڈال دیا۔ اسکے بعد پیشاب کیا اور کنوئیں پر آ کر وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا اور پھر نماز ادا فرمائی بعض نے اس واقعہ

کو بیرِ غرس کے متعلق بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم! اور بیر اریس کے متعلق جو بات صحت کو پہنچی ہے
صحیحین کی حدیث ہے جس کو ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر سے وضو کیا اور
نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کی زیارت کے لئے نکلا اور میں نے عہد کر لیا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلّم کی خدمتِ اقدس میں رہونگا اور مفارقت نہیں کرونگا۔ میں مسجد شریف میں آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلّم کو نہ پا سکا۔ لوگوں نے کہا کہ ابھی ابھی آپ قبا کی جانب تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں بھی
پیچھے پیچھے ہو لیا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے بیر اریس کو شرف بخشا ہوا ہے۔ میں بھی چل پڑا اور احاطہ بیر مذکورہ
پہ بیٹھ گیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قضائے حاجت کی اور وضو فرمایا۔ میں اندر احاطہ
کے داخل ہوا دیکھا کہ آپ کنوئیں پہ بیٹھے ہیں اور پنڈلی مبارک کھلی ہوئی ہے اور پاؤں مبارک کنوئیں
میں لٹکائے ہوئے ہیں میں نے سلام کیا اور واپس ہو کر دروازہ پہ بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دل میں
کہا کہ آج سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا دربان ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی
اللہ عنہ آئے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا ابوبکر۔ میں نے کہا ٹھہریئے تا کہ میں عرض کر لوں۔ میں گیا اور عرض
کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے آنے دو اور جنت کی بشارت دے دو
میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور جنت کی بشارت دی۔ وہ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلّم کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی آپ کی متابعت کی وجہ سے پاؤں لٹکائے ہیں
واپس آکر اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا اور بھائی کا انتظار کرنے لگا جو گھر میں چھوڑ آیا تھا۔ میں نے وضو کیا
اور اس خواہش میں تھا کہ کاش، آج وہ آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بشارت حاصل
کرے کیونکہ آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پہ ایک خاص حالت وارد ہے۔ اسی اثنا میں عمر ابن الخطاب
رضی اللہ عنہ آن پہنچے۔ میں نے ان سے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا عمر۔ میں نے کہا ٹھہریئے تا کہ
اطلاع دے دوں۔ میں نے جا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عمر آئے ہیں اور اجازت
طلب کرتے ہیں۔ فرمایا کہ آنے دو، اس کو بھی جنت کی خوشخبری دے دو۔ میں حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں جنت کی بشارت دی۔ تب عمر رضی اللہ عنہ بھی داخل ہوئے اور
دائیں جانب اسی وضع سے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بیٹھے ہوئے تھے بیٹھ گئے
پھر میں واپس آکر دروازہ پہ بیٹھ گیا اور فکر کرنے لگا کہ کاش میرے بھائی آتے کچھ دیر بعد

کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی آموجود ہوئے۔ مَیں نے ان کی بھی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا آ جائے اور اس کو جنت کی خوشخبری دے دو اور ایک بلا کی جو ان کے سر پہ ہے۔ مَیں نے انہیں کہا آئیے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ کو جنّت کی خوشخبری دیتے ہیں اور ایک بلا کی جو تمہارے سر پہ ہے وہ اندر آئے اور دیکھا کہ جس جانب شیخین بیٹھے ہیں وہ تنگ ہے۔ دوسری جانب بیٹھ گئے اور صحیح بخاری میں ہے کہ انگوٹھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہاتھ مبارک میں ہوتی تھی۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدّیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پاس رہی ان حضرات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ ایک دن عثمان رضی اللہ عنہ کنوئیں پہ بیٹھے ہوئے تھے اور انگوٹھی کو حسبِ عادت انگلی پہ پھرا رہے تھے وہ کنوئیں میں گر گئی تین دن تک تلاش کرائی اور کنوئیں کا پانی نکلوایا ہاتھ نہ لگی اور صحیح مُسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انگوٹھی شریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام معقیب کے ہاتھ سے گِری تھی۔ دونوں حدیثوں کے مضمون کو موافق کرنا بارتکاب تاویل و تجویز ممکن ہے۔ واللہ اعلم!

انگوٹھی گرنے کا اتفاق خلافت عثمانیہ کے چھٹے برس ہوا۔ اسی روز سے ان کی خلافت میں تزلزل آیا اور خاتم سلیمان علیہ السّلام کا سا حال ہوا کہ اس کے گم ہونے کے وقت سے انکے دور میں اختلال آگیا تھا یہاں بھی ویسے ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ دوسرا کنواں تھا جو صدقات عثمانیہ میں سے تھا۔ اور اس میں ان کا حصّہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال بنی نضیر سے۔ ان کے لئے خاص کر دیا تھا اور مال بھی تھا کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے چالیس ہزار درہم سے خرید کر امّہات المومنین رضی اللہ عنہنّ پہ تصدق کیا تھا وہ اس مال کو بھی بیرِ اریس پہ بانٹتے تھے۔ واللہ اعلم!

بیرِ اریس کی سیڑھیاں تھیں جن سے اتر کہ وضو کیا جا سکتا تھا ۱۴۱۷ھ میں اس کنوئیں کی تجدید ہوئی۔ اب اس پہ جانے کی راہ بند ہے۔ اس پہ بنی ہوئی عمارت بھی مفقود ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی رومی کا ایک غلام تھا وہ چونکہ منافق تھا اس کا ایک باغ تھا اس نے آثار محمّدی علیہ الصلوٰۃ کو مٹانے کے لئے اس کی طرف آنے جانے کا راستہ بند کر دیا اور عمارت تک گرا دی (خدلہ اللہ ودمّرہ)

بیرِ غرس۔ شیخ مجدالدّین کہتے ہیں کہ بیرِ غرس، فتح غین معجمہ سکون را کے ہے۔ جس کے معنیٰ درخت لگانا ہے۔ بعض را کو حرکت دے کہ بہ وزن شجر بھی بیان کرتے ہیں۔ اہلِ مدینہ سے

بہت لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ "غ" کو مضموم پڑھتے ہیں، لیکن صواب اور صحیح فتحہ ہے۔ اب لوگوں میں غین کی ضمہ مشہور ہے۔ یہ کنواں مسجد قبا سے نصف میل پر شمال مشرق میں ہے۔ غرس ایک مقام کا نام ہے جو حوالی مسجد میں ہے۔ یہ ایک بڑا کنواں ہے اور کافی پانی والا اور وہ ذرده (۱۰ × ۱۰) سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے پانی پر سبزی غالب ہے اس کی سیڑھیاں ہیں جس کے ذریعے اندر جانے کی راہ ہے۔ ۱۳۰۲ھ میں اس کی تجدید ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پانی سے وضو فرمایا ہے اور بقیہ پانی اس میں ڈال دیا۔ ابن حبان ثقات سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیر غرس سے پانی منگواتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس کنوئیں کا پانی منگوا کر پیتے تھے اور وضو بھی فرماتے تھے۔ ابراہیم بن اسماعیل مجمع میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات دیکھا ہے کہ میں نے بہشت کے کنوؤں میں سے ایک کوئیں پر صبح کی ہے۔ پس آپ نے بیر غرس پر صبح کی اور وضو کیا اور اپنی لعاب مبارک اس میں ڈالی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شہد بطور ہدیہ لایا گیا۔ آپ نے وہ بھی اسی کنوئیں میں ڈال دی۔ ابن ماجہ سند جید سے بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی کہ مجھے میرے کنوئیں بیر غرس کے سات قربہ سے میری رحلت کے بعد غسل دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالتِ حیات میں بھی اس کا پانی پیتے تھے اور آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بھی فرمایا تھا کہ جب میں اس عالم سے سفر کر جاؤں تو سات قربہ پانی بیر غرس سے منگوا کر جس کا بند کسی نے نہ کھولا ہو مجھے اس سے غسل دینا اور امام باقر سلام اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ الکرام سے بھی منقول ہے حضور علیہ السلام کا غسل بعد وصال شریف کے آبِ غرس سے تھا اور حیات مبارک میں بھی آپ اسی سے پانی پیتے تھے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بیرِ رومہ۔ ضم راء مہملہ وسکون واؤ اور بعض بالہمزہ بھی بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک عظیم کنواں ہے مسجد قبلتین کے شمال میں وادی عقیق میں۔ اس کی لطافت اور مٹھاس بیان میں نہیں آسکتی اور حدیث میں آیا ہے نِعْمَ الْقَلِيْبُ الْمُزَنِيْ یعنی (رومہ) بہت اچھا کنواں ہے مزنی رومہ ہے جس کا یہ کنواں تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کر تصدق کر

دیا تھا۔

نقل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی سنی تو اس کنوئیں کا نصف سو اونٹ کے بدلے خرید کر تصدق کر دیا تھا۔ کنوئیں کے مالک نے جب دیکھا کہ مخلوق کا ہجوم پانی پہ کافی ہوگیا ہے۔ اس نے کنوئیں کا دوسرا حصہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس سے کچھ تھوڑی رقم پہ بیچ دیا اور ابن شیبہ زہری سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ یَّشْتَرِیْ رُوْمَۃَ یَشْرَبُ رَوَاءً فِی الْجَنَّۃِ یعنی جو شخص بیر رومۃ مول لے گا پیئے گا رودار کو جنت میں۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے خرید کر تصدق کر دیا۔ بغوی بشیر اسلمی سے نقل کرتے ہیں کہ جب مہاجرین کثرت سے مدینہ میں آنا شروع ہوئے اور اس بلدہ شریف میں میٹھا پانی کم تھا قبیلہ بنی غفار کا ایک آدمی تھا جس کا ایک چشمے دار کنواں تھا جس کو بیر رومہ کہتے تھے وہ ایک قربہ پانی کا ایک مُد کو بیچتا تھا۔ ایک دن سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اس چشمے کو بہشت کے ایک چشمہ کے مقابلہ میں فروخت ہمارے ہاں کر دے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اور میرے عیال کے واسطے سوائے اس کنوئیں کے اور کوئی وجہ معاش نہیں ہے جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو اس سے پینتیس ہزار درہم کو خرید کر مسلمانوں پہ وقف کر دیا۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ کنواں ایک یہودی کا تھا وہ اس کا پانی مسلمانوں کے ہاتھ بیچا کرتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کو اس کے مول لینے کی ترغیب دی اور اس کے خریدار کو جنت کی بشارت دی پس امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا نصف حصہ بارہ ہزار درہم میں خرید کر لیا۔ جب اس یہودی کو اپنا نصف حصہ کوئیں کا ناکافی معلوم ہوا تو اس نے دوسرا نصف بھی آٹھ ہزار درہم کو فروخت کر ڈالا۔ نسائی اور ترمذی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے محاصرہ میں گھیر لیا۔ آپ نے اس قوم سے فرمایا میں تمہیں خدا اور دین اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے تو مدینہ میں سوائے بیر رومہ کے اور میٹھا پانی پینے کا نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بیر رومہ کو مول لے دیگا اس کو اس کی مثل بہشت کا ایک چشمہ دیا جائے گا تو میں نے اس کو مول لیا اور اس کو غنی، فقیر اور مسافروں پہ وقف کر دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ جو شخص جیش عسرہ

کی تجہیز کرے اس کے واسطے جنت واجب ہو جائے۔ میں نے ہی اس کی تجہیز کی یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سن کر ان مفسدوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں اور اسی طرح کی روایت صحیح بھی آئی ہے اور اس کنوئیں کا وجود جاہلیت کے زمانہ سے ہے یہ کچھ منہدم ہو گیا تھا ۵۸۷ھ میں اس کی تجدید ہوئی اور بعض روایات میں آیا ہے مَنْ حَفَرَ بِئْرَ رُوْمَۃَ فَلَہُ الْجَنَّۃُ یعنی جو بیر رومہ کو کھودے گا اس کے واسطے جنّت ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی اسے کھدائی کی ضرورت تھی۔ واللہ اعلم!

بیر بضاعہ۔ ضم ضاد موحدہ بنا پر شہرت بعض با کو کسرہ سے بھی بیان کرتے ہیں اور ضاد معجمہ اور بعض مہملہ کہتے ہیں ان کے آخر میں عین مہملہ۔ ایک کنواں ہے باب شامی مدینہ منوّرہ کے نزدیک۔ اگر اس دروازے سے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کو جانے لگیں تو یہ داہنے ہاتھ کو پڑتا ہے۔ خبر میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بیر بضاعہ پہ تشریف لائے اور ایک ڈول مانگ کر اس سے وضو کیا اور باقی پانی معہ اپنے لعاب دہن کے اس کنوئیں میں ڈال دیا اور حضور کے زمانہ مبارک میں بیمار ہوتا اسے اس کے پانی سے غسل دیا جاتا۔ اس پانی کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے شفا عاجل بخشتا۔ حضرت اسماء بنت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص بیمار ہوتا تھا ہم اس کو تین روز بیر بضاعہ کے پانی سے غسل دیتے تھے وہ صحت پا جاتا تھا۔ ابو داؤد احمد و ترمذی وغیرہم ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ ایک روز لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بیر بضاعہ کا پانی آپ کیلئے آتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کنوئیں میں کتوں کا گوشت اور حیض سے لتھڑی اور نجاسات بھی پڑتی ہیں۔ آپ نے فرمایا پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ نسائی بھی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ ایک روز میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ بیر بضاعہ پر بیٹھے وضو فرما رہے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپؐ اسی پانی سے وضو کرتے ہیں اور حالانکہ اس میں بہت سی نجس چیزیں ڈالی جاتی ہیں آپ نے فرمایا اَلْمَاءُ طَھُوْرٌ لَا یُنَجِّسُہٗ شَیْءٌ یعنی پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز پلید نہیں کر سکتی اور سہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا لعاب دہن بیر بضاعہ

ڈالا اور اس کنوئیں کا پانی نوش فرمایا اور اس کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور ابی سعید صاحب بیرِ بضاعہ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آبِ دہن مبارک پڑنے سے ہم لوگ بیرِ بضاعہ کا پانی تبرکاً پیتے تھے ایک دفعہ کوئی شخص ہمارے باغ کا جس میں بیرِ بضاعہ تھا پھل کاٹ کر لے گیا۔ میں نے اس امر کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ غول بیابانی ہے جو میوے چرالے جاتا ہے اس کے بعد اگر پھر نقصان دیکھے تو کہے بِسْمِ اللّٰہِ حَسْبِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یعنی بسم اللہ چل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب ابوسعید نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق یہ کلمات پڑھے تو اس غول بیابانی نے سن کر کہا کہ یا ابا سعید میرا گناہ معاف کر مجھے حضورِ رسالت میں نہ لے جا۔ اس کے بعد میں کبھی اس باغ میں نہیں آؤں گا میں تجھے ایک آیت سکھاتا ہوں کہ جس کی برکت سے تجھے اور تیرے گھر والوں کو کوئی رنج و مصیبت نہ پہنچے گی اور وہ آیت آیۃ الکرسی ہے۔ جب ابو سعید نے صورت حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی تو آپ نے فرمایا جو کچھ اس نے کہا سچ کہا لیکن وہ جھوٹا ہے ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال ثقات ہیں بعض اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ واللہ اعلم!

اور آجکل یہ بیرِ بضاعہ بعض آدمیوں کے باغ میں پڑ گیا ہے اس لئے اس کی زیارت مشکل سے ہوتی ہے بیرِ بضاعہ جنت البقیع کے قریب ہے جو شخص بقیع کی طرف سے شہر پناہ کے نیچے مسجد قبا جائے تو یہ کنواں اس کو بائیں جانب پڑتا ہے ابن عدی ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر آئے۔ فرمایا تمہارے پاس کچھ "سدر" ہوگی کہ ہم اس سے اپنے سر مبارک کو دھوئیں کہ آج جمعہ ہے۔ میں نے کہا ہے اور "سدر" لایا اور حضور کے ہمراہ بیرِ بضاعہ میں ڈال دیا۔ اس کی سیڑھیاں ہیں۔ اس کا پانی بہت قریب ہے۔

بیرِ حاء اس لفظ کو کئی وجہوں سے پڑھتے ہیں چنانچہ شراح حدیث نے اس کی تحقیق کی ہے زیادہ مشہور وجہ راء موقوف و حا مقصور سے ہے۔ حاء کسی مرد یا عورت کا نام ہے جس سے اس کو اضافت کرتے ہیں کہ یہ اس مکان کا نام ہے جس میں یہ واقع ہے۔ یہ مسجد شریف نبوی کے شمال میں قلعہ کی دیوار کے بہت قریب ہے یہاں تک کہ اگر قلعہ کی دیوار حائل نہ ہو تو اس کنوئیں سے مسجد شریف میں جانا بہت نزدیک ہو جائے کہتے ہیں کہ آپ اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور

اس کے درختوں کے سایہ میں جلوہ فرما ہوتے تھے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ابو طلحہ انصاری کا مال بہت تھا اور نخل و دیگر سارے اموال سے محبوب تر اور معزز تر اس کے نزدیک بیرِ حاء تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہاں تشریف لایا کرتے اور اس کا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ ابو طلحہ نے اسے اپنے ذوی الارحام پہ تصدق کر دیا تھا۔ اُبیّ اور حسان ان کے ذوی الارحام میں سے تھے۔ حسّان نے تو اپنا حصہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ انہیں لوگوں نے کہا کہ تم نے ابو طلحہ کے صدقہ کو کیوں بیچا ہے کہا کیوں نہ بیچوں کہ تمر کے ایک صاع بعوض دراہم کے ایک صاع کے خریدتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس جگہ ایک محل تیار کرایا۔ اسی جگہ پہلے بھی بنی جذیلہ کا محل تھا۔ ابو منصور نے بھی اس جگہ ایک قصر تیار کرایا تھا۔ اب یہ کنواں چھوٹے سے باغ میں ہے۔ اس میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے اس کا پانی شیریں اور ہوا وہاں کی فرحت انگیز ہے۔

بیرِ عہن۔ بکسرِ عین مہملہ وسکونِ ہا عوالی مدینہ میں ہے۔ مسجد قبا کے شرق میں ہے۔ ایک بڑے بزرگ باغ میں ہے جو بعض شرفاء کا تھا جس میں زراعت اور درخت کافی تھے ایک لطیف اور نظیف مقام ہے۔ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس میں جاتے وضو فرماتے اور نماز پڑھتے تھے ذکر باقی آبار و اموال و صدقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور بیان باقی مساجد کا بلاد متفرقہ میں آپ نے ان جگہوں کو مشرف فرمایا ہے اور عیون و اداویہ وغیرہما جو اس بلدہ طیبہ کئے متعلق ہیں۔ "تاریخ مدینہ طیبہ" میں مسطور و مذکور ہیں۔ اختصار کی وجہ سے یہاں ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے اور جملہ عیون طاہرہ مدینہ منورہ سے آج کل جاری اور نفع رساں ہیں۔ غیق زرقا ہے کہ قبا کے نخلستان سے نکلی ہے۔ مروان بن حکم نے جس وقت وہ مدینہ کا عامل تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس عین کو جاری کیا اور مدینہ منورہ میں لایا۔ اس کا پانی نہایت ہی شیریں اور لطیف ہے۔ اس کا مزہ بغیر چکھے معلوم نہیں ہو سکتا۔ از انجملہ ادویہ جو مشہور اور متبرک ہیں وادی عقیق ہے کہ احادیث نبویؐ میں آپ کے فضائل مذکور ہیں اور اشعار عرب میں اس کا ذکر بے حد و حساب ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

شعر

یَا صَاحِبِیْ ھٰذَا الْعَقِیْقُ فَقِفْ بِہٖ　　مُتَوَالِھًا اِنْ کُنْتَ لَسْتَ بِوَالِہٖ

اے میرے رفیق یہی مقامِ عقیق ہے پس یہاں ٹھہر جا۔ حیران اور سرگشتہ ہو کہ اگر تو سرگشتہ نہیں۔
شیخ عبدالہادی وسودی کہتے ہیں۔ اشعار

حتی العقیق ودمعُ جفنِكَ مُطلَقٌ فَبَدَاءَ بِهِ الحُسنُ البَدِیعُ المُطلَقُ
قَدْ صَادَ فِی فِیهِ غَزَالٌ اَحْوَرٌ قُیِّدَتْ عَنهُ وَاشتِیَاقِی مُطلَقٌ

یعنی

وادی عقیق میں اس سال میں آنسو تیری آنکھ سے جاری ہوں جبکہ کوئی خوبی نادرہ غیر مقید ظاہر ہوتی ہے۔ بیشک اس میں مجھے ایک آہوئے کشادہ چشم نے شکار کیا۔ میں اس سے گرفتار ہو گیا ورنہ حقیقۃً میرا اشتیاق غیر مقید ہے۔

عبدالسلام بن یوسف کہتے ہیں۔ اشعار

عَلٰی سَاکِنِ البَطنِ العَقِیقِ سَلَامٌ وَاِن اَسهَرُونِی بِالفِرَاقِ وَنَامُوا
خَطَرتُم عَلَی النَّومِ وَهُوَ مُحَلَّلٌ وَحَلَلتُمُ التَّعذِیبَ وَهُوَ حَرَامٌ

یعنی

ساکنانِ بطن عقیق پر سلام ہو اگرچہ انہوں نے مجھے جدائی پر جگایا اور خود سو گئے خطور کیا تم نے سونے میں حالانکہ یہ خواب حلال ہے تم نے عذاب دنیا حلال کر لیا حالانکہ وہ حرام ہے۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سنا کہ وادیٔ عقیق کی شان میں فرماتے تھے کہ آج رات میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ صَلِّ فِی هٰذَا الوَادِی العَقِیقِ یعنی وادی عقیق پر استدعائے رحمت کر یا وادی عقیق میں نماز پڑھ اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہے اَلعَقِیقُ وَادٍ مُبَارَکٌ وادیِ عقیق مبارک ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ وادیِ عقیق میں گیا۔ آپ نے فرمایا اے انس اس وادی کے پانی سے ایک لوٹا بھر لا کہ میں اس وادی عقیق کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا میں جنگلی جانوروں کا شکار بہت کیا کرتا تھا اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو گوشت ہدیہ کے طور پر بھیجا کرتا تھا۔ ایک روز میں آپ کے پاس حاضر ہوا آپ نے پوچھا تم کہاں گئے تھے۔ میں نے

عرض کیا شکار کھیلنے گیا تھا۔ فرمایا اگر پہلے جانتے تو تمہارے ساتھ وادیٔ عقیق تک ہم بھی جاتے
اصل سیلان وادیٔ عقیق کا مدینہ منورہ سے قبلے کی طرف ہے۔ قبا اور اس کے درمیان ایک دن کا راستہ
ہے وہاں سے ذوالحلیفہ کو جاکر بیر رُومہ کی غرب کی طرف پہنچ کر مدینہ منوّرہ میں پہنچا ہے۔ کثرت
سیلان اس وادی کے جو حکایات نقل کی گئی ہیں وہ عجیب وغریب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ احکم واتم۔

گیارہواں باب

ان بعض مقامات کے ذِکر میں جو مکّہ اور مدینہ منوّرہ کی راہ میں مشہور ہیں

علمائے سیر و تاریخ جو مساجد و مشاہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حدود و آثار کے محافظ اور طریق اخبار کے مالک ہیں انہوں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سفروں اور آثار مشہورہ کو جمع کیا ہے جن میں سے اکثر اس وقت مبہم و مجہول ہو گئے ہیں جن میں سے بعض کے اشارات و نشانات کا پتہ چلتا ہے جن کی زیارات سے لوگ مشرف بھی ہوئے ہیں اور ان اوراق میں کچھ حال تحریر کیا جاتا ہے۔

مکّہ اور مدینہ طیّبہ کی راہ میں بعض مساجد ہیں جن میں سے ایک **مسجد ذوالحلیفہ** ہے بعض مناسک والے اسے مسجد الشجرہ بھی کہتے ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دونوں مرتبہ ایک مرتبہ عمرے کو دوسری دفعہ حج پہ جاتے وقت ذوالحلیفہ میں ایک درخت سمرہ کے نیچے بیٹھے تھے اور نماز ادا فرمائی تھی اور رات بھی یہیں بسر کی تھی اور اسی جگہ سے احرام بھی باندھا تھا۔ اب تک اہل مدینہ منوّرہ والوں کے لئے مقام احرام یہی ذوالحلیفہ ہے یہاں ایک بڑی مسجد تھی جو طول زمان سے گر چکی ہے۔ ۸۶۱ھ میں اس کی تجدید ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے درمیان والے ستون کی طرف پڑھی تھی اور درخت سمرہ بھی اسی جگہ تھا۔

مطری کہتے ہیں کہ اس مسجد سے قبلہ کی طرف ایک اور چھوٹی سی مسجد ہے جو بمقدار ایک تیر کے فاصلے پر ہے شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وہاں نماز پڑھی ہو۔

سمہودی کہتے ہیں کہ اس چھوٹی مسجد کو **مسجد المعرس** کہتے ہیں جس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ

کی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض غزوات سے واپسی کے وقت اسی مسجد میں تعریس فرماتے تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے۔ تعریس مسافر کے آخر شب میں آنے اور آرام کرنے کو کہتے ہیں نیز ایک دوسری صحیح حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لے آنا مسجد الشجرہ کی راہ سے ہوتا اور تشریف لانا معرس کی راہ سے ہوتا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی جب اس جگہ پہنچا کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریس کی جگہ تلاش کر کے وہاں تعریس کرتے تھے اور دوسری مسجد جو مکہ کی راہ کی مساجد سے ہے **مسجد شرف الروحا** ہے۔ روحا ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ کے درمیان میں اکتالیس میل کے فاصلہ پر ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ یہ مسجد چھتیس میل کے فاصلے پر ہے اور اس کے آگے مدینہ منورہ کی جانب وادی سیالہ ہے اور شرف الروحا کے نزدیک ایک مسجد ہے جو مکہ سے مدینہ جانے والے کو دائیں جانب پڑتی ہے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی جگہ نماز ادا فرمائی ہے اور وادی سیالہ میں زمان سعادت نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمارتیں بن گئی ہیں چشمے وغیرہ اس جگہ بہت بنا دیئے گئے تھے۔ والی مدینہ منورہ کی جانب سے وہاں ایک حاکم رہتا تھا۔ اس وادی سیالہ والوں کے بہت سے اشعار و اخبار صفحہ روزگار میں مشہور ہیں جو اب تک بھی مشاہدہ میں آتے ہیں۔ بعض آثار اب تک بھی پائے جاتے ہیں۔ قافلہ کی گذرگاہ پہ ایک پرانا قبرستان ہے جو اہل سیالہ کا تھا سہمودی کہتے ہیں کہ لوگ ان قبور کو قبور شہداء کہتے ہیں شاید اہل بیت کے قبور ہوں جنہیں ظلم سے شہید کیا گیا ہو۔ بعض اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو وادی بنی سالم کہتے ہیں یہ حجاز کا ایک قبیلہ تھا جس کا اب اس زمانہ میں نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ سیالہ اور اہل سیالہ سب سیل فناہ میں آ کر فناہ ہو گئے۔ اس جگہ ایک پہاڑ جس کو **جبل ورقان** کہتے ہیں اور **عرق الطیبہ** بھی کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پہلے غزوہ، جو غزوہ ابوا تھا جب مقام "روحا" میں عرق الطیبہ میں پہنچتے تو آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو اس جبل ورقاق کا نام کیا ہے اس کا نام **حمت** ہے فتح و سکون میم اس کے بعد آپ نے دعا کی اور فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْہِ وَبَارِكْ لِاَھْلِہٖ۔ اے اللہ تو اس کو اور اس کے رہنے والوں کو برکت دے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا تم جانتے

ہو وادی کا ئے یا نام ہے اس کا نام سَنجا مَبَخ ہے۔ یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ہے مجھ
سے پہلے ستّر پیغمبروں نے اس میں نماز پڑھی ہے اور موسیٰ بن عمران علیٰ انبینا و علیہ السّلام ستّر ہزار
بنی اسرائیل کے ساتھ یہاں آکر اترے تھے اور دو عبا قطوان پہنے ہوئے تھے اور ناقہ ورقا پہ سوار
تھے قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام بھی بقصد حج یا عمرے کے اس وادی
کی طرف سے نہ گذریں اور ابو عبیدہ بکری کہتے ہیں کہ قبر مضر بن نزار کی جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
کے اجداد سے ہیں اسی روحا میں ہے۔ وادی روحا میں ایک مسجد ہے پہاڑ کے کنارے پہ مدینے سے
مکے جانے والے کے داہنے ہاتھ پڑتی ہے اس کو **مسجد الغزالہ** کہتے ہیں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلّم نے اس میں نماز پڑھی ہے اور وہاں ایک خاص جگہ ہے اس کو **تازیہ** کہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہ وہاں اترا کرتے تھے اور فرماتے تھے ھٰذَا مَنْزِلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اترنے کی جگہ ہے وہاں ایک درخت ہے جب حضرت عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما یہاں اترتے تھے وضو کرتے بقیہ پانی اس درخت کی جڑ میں ڈالتے اور فرماتے کہ
ھٰکَذَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وآلہ وسلّم یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو
اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور جب راستہ میں اس مسجد تک پہنچے تو وہ راہ جس سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منوّرہ سے مکہ شریف تشریف لے جاتے تھے جو بائیں جانب کو رہتا ہے اور زمانہ قدیم
میں وہ راہ چلتی تھی اس کو طریق الانبیاء کہتے ہیں۔ اس لئے کہ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین جب
حج کے واسطے مکہ معظّمہ کا ارادہ کرتے تو اسی راہ سے تشریف لے جاتے تھے اس راہ میں کنواں ہے
جس کو **بیر السقیا** کہتے ہیں یہ ایک پہاڑ کے کنارے پہ واقع ہے جس کا نام ہرشا ہے آجکل ایک
دوسرا راستہ جو اس راستہ سے داہنی طرف ہے جاری ہے علمائے سیر و تواریخ نے مکہ اور مدینہ منوّرہ
کے درمیان بہت سی مساجد کا ذکر کیا ہے لیکن اب سوائے مساجد مذکورہ کے کسی ایک کا نشان باقی
نہیں ہے لیکن ارباب بصیرت جن کے دیدہ و دل انوار بصیرت سے منور ہیں یہ بات مخفی نہیں کہ ان
سب پہاڑیوں اور وادیوں میں اثر جمال محمدی اور ظہور کمال احمدی سے کس قدر نورانیت ظاہر و باہر ہے
جس کی انتہا نہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان سب جگہوں میں کوئی ایسا ذرہ نہیں جس پہ نظر مبارک
نہ پڑی ہو اور وہ جمال بہجت مآل سرور سید کمال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دیدار سے شرفیاب نہ ہوا ہو

بہر زمین کہ نسیمی ز زلف او زدہ است

ہنوز از دم آں بوئے عشق مے آید

مسجد بدر۔ بدر ایک جگہ کا نام ہے جو غزوۂ بدر آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وجہ سے مشہور ہے غزوہ بدر جو سبب عزت اسلام وشوکت مسلمانان اورنگوں ساری وخواری کفار و مشرکان ہوا جس کی تفصیل کتاب غزوات میں مذکور ہے اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے ایک عریش بنائی گئی تھی۔ عریش اس مکان کو کہتے ہیں جس کو شاخہائے خرمہ سے ڈھانپا جاتا ہے اس کے بعد اس مکان پہ مسجد بنادی گئی جو آج تک موجود ہے اس جگہ سے متعلقہ مقامات سے قبور شہداء ہیں جو اس غزوہ میں شرف شہادت حاصل کر چکے ہیں۔ اس مکان کے عجائبات سے جو مشہور ہیں یہ ہے کہ قبور شہداء کے اوپر سے جو ریگ کا ٹیلہ ہے اس سے نقارہ کی آواز کی سی آواز سنائی دیتی ہے اس کے وجود سماع میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ ثقہ خبروں سے اس کا سماع معلوم ہوا ہے اکثر علماء اس بات پہ ہیں کہ اس کا اصل نہیں ہے اور صحت کو نہیں پہنچی بلکہ ہوا کے اس جگہ پہنچنے سے ایسی آواز پیدا ہو جاتی ہے مگر متاخرین کہتے ہیں کہ شاید اس کے تحت کوئی ایسا راز ہو جس کا ادراک ہم نہ کر سکتے ہوں۔ واللہ اعلم!

سمہودی نے اپنی کتاب میں ذکر مسجد بدر کا ذکر نہیں کیا مکّہ اور مدینہ منوّرہ کے راستہ کی مسجدوں میں اور مسجد خلیص ہے خار کی ضمہ جو مکّہ معظمہ سے تین روز کی مسافت پہ واقع ہے۔ وہاں کھجوروں کے درخت ہیں اور اس جگہ ایک چشمہ بھی ہے اور ایک مسجد بھی ہے جس میں حضور سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی تھی اور ۹۹۸ھ میں سلطانِ روم نے اس کی تجدید کی اور اس چشمے کو مسجد کے صحن میں جاری کیا۔ سمہودی علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ خلیص میں ایک اور مسجد ہے حرّہ عقبہ میں ہے جو اصل قریے سے تین میل پہ واقع ہے۔ سمہودی یہ بھی کہتے ہیں کہ قُدید ضم قاف۔ بھی خلیص سے مدینہ منوّرہ کی طرف دوسری منزل کے داہنی جانب ایک مسجد ہے۔ خیمہ امِّ معبد بھی قدیبہ میں تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ابوبکر صدیقؓ زمانۂ ہجرت میں تشریف لے گئے تھے اور معجزہ مبارک کے ذریعہ ایک لاغر بکری کے تھنوں سے دُودھ نکلا تھا۔

مسجد سَرِف بفتح سین وکسرہ را۔ ایک نسخہ میں مذکور ہے۔ یہ ایک مسجد تنعیم کی راہ سے مکہ معظّمہ سے ایک مرحلہ اور تین میل کے فاصلے پر حضرت میمونہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی قبر شریف وہیں ہے ان کی شادی اور زفاف وہیں واقع ہوا تھا

مسجدِ تنعیم تنعیم ایک جگہ کا نام ہے جہاں سے اہل مکہ عمرے کا احرام اسی جگہ سے باندھتے ہیں سمہوی کہتے ہیں کہ وہاں ایک درخت تھا اور چند کنوئیں اور ایک مسجد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی۔ آجکل وہاں کی مشہور مسجد **مسجد عائشہ** ہے رضی اللہ عنہا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حجۃ الوداع کا عمرہ یہاں باندھا تھا یہ جگہ نہایت مشہور ہے۔ محتاج بیان نہیں۔

مسجد ذی طوٰی یہ ایک کنواں ہے۔ شہر مکہ معظمہ کے باہر کے مکانوں کے قریب واقع ہے حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظّمہ میں تشریف لے جانے کے وقت وہیں اترتے تھے۔ وہیں رات کو قیام فرماکہ صبح کو مکہ معظمہ میں داخل ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مصلےٰ براکہ غیظ تھا نہ وہ جو آج کل بنایا ہوا ہے۔ واللہ اعلم!

بارھویں باب فضائل جنّتُ البقیع

اور اس کے مقابرہ کا بیان!

صحیح مُسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے گھر میں تشریف فرما تھے جب آخر رات کا وقت ہوتا تو بقیع کو چلے جاتے۔ اہلِ بقیع پر سلام فرماتے اور ان کے لئے معفرت چاہتے تھے اور فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ یعنی السلام علیکم قوم مؤمنین کے گھر والو تم کو جس چیز کا دعدہ دیا گیا تھا دیا گیا ہے۔ ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اللہ بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ رات کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گھر سے باہر ہوئے میں بھی غیرت کی وجہ سے کہ شاید آپ کسی اور بی بی کے گھر تشریف لے

چلتے ہوئی آپ کے پیچھے ہو لی. یہاں تک کہ آپ بقیع میں پہنچے اور دیر تک وہاں کھڑے رہے اور تین دفعہ دعا کے لئے دست مبارک اٹھائے اس کے بعد وہاں سے پھرے میں بھی جلدی جلدی لوٹ کر آپ کے پہنچنے سے پہلے پہنچی اور سو گئی. آپ نے اثر اضطراب ملاحظہ فرما کہ مجھ سے پوچھا کہ عائشہ خیر ہے اتنی گھبراہٹ ایسے وقت میں میں نے صورت حال عرض کی. فرمایا وہ سیاہی جو مجھے آگے پیچھے دکھائی دیتی تھی تم ہی تھیں. میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ تجھے اس کا بھی گمان ہوا کہ اللہ و رسول تجھ پر حیف کریں گے. میں نے عرض کیا. یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں چھپا. جیسے آپ فرماتے ہیں جیسے آپ فرماتے ہیں ویسا ہی ہے مگر کیا کروں مجھے فطرت بشری نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا. اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جبریل مجھ پر آئے اور گھر سے باہر سے پکارا اور اس نے تجھ سے پنہاں رکھا میں نے بھی پنہاں رکھا اور جبریل کی عادت ہے کہ جس وقت تمہارا کپڑا تمہارے جسم سے الگ ہوتا ہے تو وہ اندر نہیں آتا مجھے گمان تھا کہ تم سوئی ہو. میں نے تمہیں نہ جگایا تاکہ تم متوحش نہ ہو جاؤ. مجھے کہا کہ آپ کا پروردگار آپ کو حکم کرتا ہے کہ اہل بقیع پر جا کر ان کے لئے استغفار کرو. آپ کی دعا اور لفظ روایت نسائی میں اس طرح آئے ہیں. اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاِيَّاكُمْ مُتَوَاعِدُوْنَ غَدًا مُوَاكِلُوْنَ بعض روایات میں ان الفاظ کی زیادتی بھی ہے اَللّٰهُمَّ لَا تُحَرِّمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ. روایت بیہقی میں ہے کہ یہ واقعہ نصف شعبان کی رات واقع ہوا اور یہ بھی ہے. اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْقُبُوْرِ وَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ. اور حضرت ابی مویہبہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھی رات کو مجھے جگایا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں بقیع جا کر اہل بقیع کے لئے استغفار کروں پس میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں ہو لیا. آپ اہل بقیع پر آئے اور کھڑے ہو کر فرمایا. اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ مَقَابِرَ لِيَهْنِ مَا اَصْبَحْتُمْ فِيْهِ مِمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ فِيْهِ اَقْبَلَتِ الْفِتَنُ يَقْطَعُ اللَّيْلُ الْمُظْلِمُ يَتْبَعُ اٰخِرُهَا اَوَّلُهَا الْاٰخِرَةُ شَرٌّ مِنَ الْاُوْلٰى یعنی اے اہل مقابر تم پر سلام ہو آسان ہے وہ چیز جس پر تم ہو اس کی نسبت جس پر لوگ ہیں اس میں فتنے آچکے ہیں جس طرح اندھیری رات کے ٹکڑے پے در پے گجرے آتے ہیں اور پچھلا پہلے سے بدتر ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اے ابا موہبہ میرے پاس خزائن دنیا کی کنجیاں لائے اور مجھے اس بات کا مخیر کیا گیا کہ چاہوں تو ہمیشہ دنیا میں رہوں چاہوں تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں میں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات اختیار کی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خزائن دنیا کی کنجیاں لے لیجئے بعد اس کے داخل بہشت بریں ہو جیئے۔ فرمایا لَا وَاللّٰہِ یَا اَبَا مَوْھِبَۃ نہیں خدا کی قسم اے ابا موہبہ میں اپنے پروردگار کا لقا چاہتا ہوں۔ یہ فرمایا کہ بقیع سے پھرے اور سر مبارک میں درد لاحق ہوا۔ پھر وہ نہ چھوٹا یہاں تک۔ کہ آپ نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلّم۔

یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بقیع غرقد میں تشریف لائے۔ آپ نے تین بار فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ اور فرمایا اس جہان سے جانے والو آرام سے رہیو۔ چھوٹ گئے تم ان بلاؤں اور فتنوں سے جو تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ اس کے بعد اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ لوگ۔ تم سے بہتر ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ ہمارے بھائی ہیں جیسا کہ یہ ایمان لائے ہیں اور جیسا ان لوگوں نے اللہ کی راہ میں اپنا مال صرف کیا ویسا ہم بھی اس کی راہ میں اپنا مال صرف کر رہے ہیں جیسا یہ لوگ اس جہان سے کوچ کر گئے ایسے ہم بھی کوچ کر جائینگے۔ پھر ان کو ہم پہ زیادتی کس لئے ہے۔ آپ نے فرمایا یہ دنیا سے گذر گئے انہوں نے اپنے اجر سے دنیا میں کوئی چیز نہیں کھائی اور میں نہیں جانتا کہ تم اس کے بعد کیا کام کرو گے اور کیا فتنہ تمہارے درمیان اُٹھیگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مقبرے کو تشریف لے گئے اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اور فرمایا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں فرمایا تم میرے اصحاب ہو میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے انہوں نے ابھی اقلیم وجود میں قدم بھی نہیں رکھا میں ان کا فرط ہوں حوض پہ۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو لوگ آپ کے بعد آئیں گے آپ کی امّت ہوں گے حالانکہ آپ نے انہیں دیکھا ہی نہیں آپ ان کو کیسے پہچانیں گے۔ فرمایا تم میں سے کسی کے پاس مشکی اور پنجکلیان گھوڑے ہوں تو آیا

وہ شخص اپنے گھوڑوں میں ایک کو دوسرے سے پہچان نہیں سکتا! امت میری قیامت کے دن سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں پنچکلیان گھوڑوں کی سی آوے گی اور یہ سفیدی منہ اور ہاتھ پاؤں کی ان کے آثار وضو سے ہوگی اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مقبرہ بقیع سے ستّر ہزار آدمی اٹھ کر بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے ان کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور وہ لوگ وہ ہیں جو داغ نہیں دیتے تھے اور فال بد نہیں مانتے تھے اور خدائے تعالیٰ پر توکل کرتے تھے اور دوسری روایت میں گنتی ایک لاکھ کی واقع ہوئی ہے اس میں آتنا اور زائد ہے وہ افسوں نہیں پڑھتے تھے مداوات (حیلہ علاج) نہیں کرتے. مصعب بن زبیر سے نقل ہے کہ وہ ایک دن بقیع کی طرف سے مدینہ منوّرہ کو جاتے تھے۔ ان کے ساتھ اہل کتاب کا ایک شخص تھا جس کا نام ابن راس جالوت تھا جب اس کی نظر بقیع پہ پڑی اس نے کہا یہی ہے۔ یہی ہے. مصعب نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس سخن کی کیفیت پوچھی کہ اس کا کیا معنی ہے۔ اس نے کہا کہ اس مقبرہ کا ذکر میں نے تورات میں پڑھا ہے اور ان دونوں سنگستان کے اندر ایک مقبرہ ہوگا. محفوف بہ نخیل نام اس کا گفتہ ستر ہزار آدمی اس سے اٹھیں گے چودھویں کے چاند کی صورت میں اور ایسی ایک حدیث میں مقبرہ سلیم کی شان میں بھی وارد ہیں اور بقیع میں دفن ہونے والے لوگوں کے فضائل ہیں اور اس بات میں کہ وہاں دفن ہونے کو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے شفیع اور شہیاد ہیں. اور بھی بہت سی احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں۔ ایک اور حدیث میں واقع ہوا ہے کہ جو شخص سب سے پہلے زمین سے اٹھے گا وہ سردار انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کے بعد حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ بعد ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد اہل بقیع ان کے بعد اہل مکّہ اور بھی حدیث میں آیا ہے کہ مَنْ مَاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَ الْاٰمِنِیْنَ جو شخص ان حرمین میں سے ایک میں مرے گا قیامت کے دن آمنین سے اُٹھیگا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ دو مقبرے ایسے ہیں کہ جن کی روشنی آسمان پر ایسی ہے جیسے آفتاب و مہتاب کی روشنی زمین پہ ایک مقبرہ بقیع ہے اور دوسرا مقبرہ عسقلان ہے۔ حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ توریت میں آیا ہے کہ مقبرہ بقیع پہ ملائکہ مؤکل ہیں کہ جب مردوں سے بھر جایا کرے تو کنارے بقیع کے تھام کر جنت میں جھٹک دیا کریں اور جاننا چاہیئے

کہ جتنے بقیع میں مدفون ہیں وہ حصر سے باہر ہیں اکثر اصحاب جنت مآب رضی اللہ عنہم جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے یا بعد آپ کے اس جہان فانی سے انتقال کر گئے ہیں اور اس مقبرہ شریفہ میں مدفون ہیں ان کا حصر علماء نے کیا ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مدارک میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ مقدار دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مدینہ منورہ میں اس جہان فانی سے گزرے اور اسی مقدار کے قریب سادات اہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم اور علمائے تابعین غیر سادات سے بھی انتقال کیا ہے اور غالب یہ ہے کہ قبور ان حضرات کے بعینہٖ معلوم نہیں مگر بعضوں کے قبور سو وہ بھی یہ کہ ان کی جہت معلوم ہوتی ہوگی کہ فلانی طرف کو دفن ہیں۔ اس واسطے کہ عہد سلف میں بنائے قبور اور کتابت اسما متعارف نہ تھی۔ اسی وجہ سے ان کے نشان مٹ گئے اور اس زمانے میں جو بعض قبور اور قبہ جات کے لوگوں نے تعین کی ہے۔ ظن غالب پر نظر کی ہوگی بعض روایات۔ واردہ اس باب میں پائے ہوں گے والا حقیقت حال وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ سمہودی نے بھی اسی طرح کہا ہے واللہ اعلم!

فصل اس مقبرہ شریف کے معروف قبور متبرکہ میں سے جتنے بلحاظ عینیت یا جہت کے ہیں ان میں سے ایک قبر شریف قبر سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و قبر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہے۔ اس مقبرہ شریفہ میں اول مدفون ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے وصال کے بعد ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا اس کو بقیع میں دفن کرو تاکہ یہ ہمارا اسلف اور فرمایا فَنِعْمَ السَّلَفُ سَلَفُنَا عُثْمَانَ بْنُ مَظْعُوْن۔ یعنی ہمارا بہترین سلف عثمان بن مظعون ہے اس زمانہ میں بقیع میں غرقد کے درخت بہت تھے اسی وجہ سے اسے لوگ بقیع الغرقد کہتے تھے۔ پس ان درختوں کو کاٹا گیا اور زمین نکالی گئی اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔ انکا مدفون دار عقیل سے شرقی جانب ہے۔ اب تک ان کا قبہ وہیں واقع ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا نام روحا رکھا تھا۔ یہ جگہ وسط بقیع میں ہے خبر میں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پہلے مہاجر ہیں جو وہاں فوت ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ انہیں کہاں دفن کیا جائے۔ آپ نے بقیع میں دفن کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کی لحد بنائی جائے جب لحد تیار ہوئی تو ایک پتھر زیادہ ہو گیا۔ آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر پتھر کی

پائنتی نصب کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سرہانے نصب کیا گیا تھا اور جب مروان بن حکم والئ مدینہ ہوا۔ ایک دن اس کا گذر قبر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ اس پتھر کو نکال کر باہر ڈال دیں۔ لوگوں نے اس پتھر کو اکھیڑا اور باہر پھینک دیا۔ اس نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ عثمان بن مظعون کی قبر پر ایک ایسی علامت ہو کہ جس سے وہ ممتاز و معین رہے۔ بنو امیہ نے اسے اس امر پر ملامت کی اور کہا تو نے یہ کام بہت برا کیا جس پتھر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر رکھا ہوا اس کو تو نے اٹھوا ڈالا۔ اس نے کہا اب ہمارا حکم نہیں پھرتا ایک روایت میں ہے کہ اس نے پھر اس پتھر کو اپنی جگہ رکھنے کا حکم دے دیا۔ ابو داؤد سند جید سے بیان کرتے ہیں جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پتھر لاؤ۔ ایک بہت بڑا پتھر وہیں پڑا ہوا جس کو کوئی اٹھا نہیں سکتا تھا تو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی آستین مبارک چڑھا کر اس پر حملہ کیا۔ اس کو اٹھا کر عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا میں اس پتھر کو اپنے بھائی کی قبر کی علامت ٹھہراتا ہوں۔ اب جو بھی میرے اہل بیت سے مرے گا میں اسے یہیں دفن کروں گا۔ قبر عثمان بن مظعون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک کے مقابل تھی جو کوئی اس پر کھڑا ہوتا اس کی نظر بے حجاب، دولت کدہ سرور دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑتی۔ اس کے بعد سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا ان کی عمر شریف چھ ماہ تھی۔ ایک قول پر اس سے کچھ زیادہ ۰ انہیں بھی آپ کے حکم سے بقیع میں عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ نے فرمایا ابراہیم کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہوگی جو ان کی مدت رضاعت پوری کرے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے قبر ابراہیم پر مٹی ڈالی اور پانی چھڑکا اور اس سے پہلے کسی قبر پر پانی نہیں چھڑکا جاتا تھا اور سنگریزے بھی بچھائے اور جب دفن سے فارغ ہوئے فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ اس کے بعد جب قبر ابراہیم علیہ السلام بقیع میں بن گئی تو ہر گروہ نے بقیع کے ایک ایک کونے میں اپنا اپنا مقبرہ بنایا یہاں تک کہ سارا بقیع الغرقد جائے مقابر المسلمین ہو گیا۔

قبر رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئیں تو آپ نے فرمایا! اَلْحِقِی بِسَلَفِنَا عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنَ یعنی تم بھی ہمارے سلف عثمان بن مظعون کو لاحق ہو جاؤ۔ انہیں اس کی قبر کے نزدیک ہی دفن کیا گیا۔ روایت ہے کہ جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو کچھ عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا۔ جھڑکا اور ضرب کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا چھوڑ تاکہ یہ روئیں۔ ہاتھ اور زبان سے جو کچھ سرزد ہوتا ہے شیطان کے سبب سے واقع ہوتا ہے اور گریہ بے نوحہ منع نہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے قریب کھڑی روتی تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دامن سے انکے آنسو ان کے رُخِ مبارک سے پُونچھتے تھے اور مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے کے وقت حاضر نہیں تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ کر خود جنگ بدر کو تشریف لے گئے تھے۔ جس وقت زید بن حارث فتح کی خوش خبری لائے تو دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر شریف پہ کھڑے ان کو دفن کر رہے تھے۔ خبر صحیح یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت تشریف رکھتے تھے شاید پہلی خبر جس سے آپ کا تشریف رکھنا ثابت ہوتا ہے بوقت وفات حضرت اُمِ کلثوم سے ہو یا وفات حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق ہو جو ۸ھ میں واقع ہوئی۔ سید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ظاہراً یہ بات ہے کہ ان سب صاحبزادیوں کے قبور شریفہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے آس پاس ہی ہوں گی اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے دفن کے وقت اور ان کی قبر شریف پہ پتھر رکھتے وقت فرمایا تھا اِدْفِنْ مَنْ مَّاتَ مِنْ اَھْلِیْ یعنی میں اپنے اہل بیت کو اس کے پاس دفن کرونگا جو مرے گا۔ اسی زمانہ میں اسی جگہ کے قریب ایک قبہ ہے۔ اس کو قبہ بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔

قبر فاطمہ بنت اسد والدہ شریفہ امیر المومنین علی ابن طالب سلام اللہ علیہ انہیں بھی بروایت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نزد قبر سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و عثمان بن مظعون دفن کیا گیا۔ دوسری روایات بھی اس روایت کی مؤید آئی ہیں۔ سمہودی

کہتے ہیں کہ اب جو لوگوں کا اعتقاد ہے کہ مشہور قبہ فاطمہ بنت اسد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قبہ سے شمالی جانب کو ہے یہ صحیح نہیں اگرچہ بعض مورخین نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے کیونکہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے اتنی کمال محبت کے باوجود بقیع سے اتنا دور کیونکہ دفن کیا ہوگا اور اس کے علاوہ آپ نے حضرت عثمان بن مظعون کے دفن کے وقت فرمانا کہ اَدْفَنُ اِلَیْہِ مِنْ مَّاتَ مِنْ اَھْلِیْ بھی معارض آتا ہے اور مشہد حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بحقیقت داخل بقیع نہیں ہے اور یہ قبہ جو منسوب فاطمہ بنت اسد کے نام سے ہے اس سے بھی دور ہے پس دفن ان کا غایت بعید ہوگا اور حضرت محمد بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت نزدیک پہنچا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب ان کا وصال ہو جائے تب ہم کو خبر دینا چنانچہ ویسا ہی کیا گیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ اس مسجد کی جگہ پر جس جگہ اب قبر فاطمہ کہتے ہیں۔ قبر کھودیں اور لحد بناویں جب موافق حکم عالی کھودی گئی اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قبر میں اترے اور لحد میں لیٹ گئے اور قرآن پڑھا۔ اس کے بعد پیراہن شریف بدن مبارک سے نکال کہ فرمایا کہ اس کے کفن میں اس پیراہن کو داخل کر دو۔ اس کے بعد ان کی قبر کے پاس تو تکبیروں سے نماز پڑھی اور فرمایا کہ کوئی شخص ضغطہ قبر سے بے فکر نہ رہے مگر فاطمہ بنت اسد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وَلَا الْقَاسِمُ یعنی جناب کے صاحبزادے حضرت قاسم بھی بے فکر نہیں ہیں باوجود اس بات کے کہ صغر سنی میں انتقال فرما گئے تھے فرمایا وَلَا اِبْرَاھِیْم یعنی قاسم کا حال تم کیا پوچھتے ہو۔ ابراہیم جو قاسم سے بھی چھوٹے ہیں اس جہاں سے گئے ہیں وہ بھی بے فکر نہیں ہیں اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے اجتماع میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص خبر لایا کہ علی، جعفر اور عقیل کی والدہ نے انتقال کیا۔ فرمایا اٹھو اپنی ماں کی طرف چلیں پس آپ کھڑے ہو گئے اور صحابہ کرام بھی کھڑے ہو گئے اور کمال خشوع و خضوع سے یہ صفت کَاَنَّھُمْ عَلٰی رُءُوْسِھِمُ الطَّیْرُ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی ملازمت میں روانہ ہوئے۔ جب آپ کے دروازے پر پہنچے تو پیراہن شریف اپنے بدن مبارک سے اتار کر عنایت فرمایا کہ بعد غسل دینے کے یہ پیراہن ان کے

کفن میں لگادو اور پھر جب ان کا جنازہ باہر نکلا آپ نے ان کے جنازے کا پایہ اپنے دوش مبارک پرے لیا اور ساری راہ میں کبھی اگلا پایہ جنازے کا اور کبھی پچھلا پایہ لیتے گئے۔ جب قبر پہ پہنچے تو آپ ان کی قبر میں اتر کر لحد میں لیٹ گئے پھر باہر برآمد ہو کر فرمایا۔ رکھو قبلہ رُو ان کو قبر میں بِسۡمِ اللّٰہِ وَعَلٰی اِسۡمِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ پھر ان کے دفن کے بعد رسول اللہ قبر پہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا جزاک اللہ من ام ربیبۃ خیراً فنعم الام نعم الربیبۃ اللہ تجھے جزائے خیر دے ماں اور پالنے والی دایہ بہتر خیر بہتر اور بہتر پالنے والی دایہ۔ صحابہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم نے آپ سے دو چیزیں فاطمہ بنتِ اسد کے باب میں ایسی دیکھیں کہ کسی کے باب میں ایسی نہیں دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے اپنی قمیض سے ان کے کفن دیا دوسری یہ کہ آپ ان کی قبر میں اتر کر لیٹ گئے۔ فرمایا کہ اپنی قمیض سے ان کو کفن دینے سے مراد یہ تھی کہ ہرگز آتش دوزخ ان کے بدن کو مساس نہ کرے اور ان کی قبر کے اندر لیٹنے کا مقصد یہ تھا کہ حق تعالیٰ ان کی قبر کو وسیع کر دے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ابو طالب کے بعد میرے ساتھ سوائے فاطمہ بنت اسد کے کوئی دل سے نیکی کرنے والا نہ تھا۔ میں نے ان کو اپنا پیراہن پہنایا تاکہ حلہ ہائے بہشت ان کو نصیب ہوں اور ان کی قبر میں لیٹا تاکہ بلائے قبر سے خلاصی پائیں اور روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ میں ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا کر ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اُمِّیۡ بَعۡدَ اُمِّیۡ یعنی میری ماں کے بعد میری ماں اور آپ نے ان کی بہت تعریف فرمائی اور اپنے پیراہن سے ان کا کفن کیا بعد اس کے اسامہ بن زید اور ابوایوب انصاری اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کو ان کی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب وہ لوگ حسب الحکم کھودنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے قبر میں اتر کر لحد اپنے ہاتھ مبارک سے بنائی اور خاک اس کی اپنے ہی ہاتھ مبارک سے باہر نکالی اور پھر اس لحد میں آپ لیٹ گئے اور فرمایا اَللّٰہُ الَّذِیۡ یُحۡیِیۡ وَیُمِیۡتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوۡتُ اِغۡفِرۡ لِاُمِّیۡ فَاطِمَۃَ بِنۡتِ اَسَدٍ وَ وَسِّعۡ عَلَیۡھَا مُدۡخَلَھَا بِحَقِّ نَبِیِّکَ وَالۡاَنۡبِیَاءِ قَبۡلِیۡ فَاِنَّکَ اَرۡحَمُ الرَّاحِمِیۡنَ۔ اللہ تعالیٰ جلاتا اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے اور نہیں مرتا۔ بخشدے میری ماں فاطمہ بنت اسد کو

اس پیاسں کی قبر فراخ اور کشادہ فرما دے اپنے نبی اور میرے قبل کے انبیاء علیہم السلام کے صدقہ میں، بیشک تو زیادہ رحم کرنے والوں میں سے ہے۔ پھر برآمد ہو کر چار تکبیریں ادا فرمائیں اور انہیں لحد میں لٹایا۔ حضرت عباس اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما بھی اس کام میں آپ کے ہمراہ تھے اور عبدالعزیز بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی قبر میں نہیں اترے سوائے پانچ شخصوں کے اس میں تین عورتیں اور دو مرد ہیں۔ ایک قبر خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو مکہ معظمہ میں ہے اور چار قبروں میں جو مدینہ منورہ میں ہیں۔ ایک اس لڑکے کی قبر جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تھا اور حضور علیہ السلام نے اسے پرورش فرمایا تھا اور دوسری قبر عبداللہ المزنی کہ اس کو ذوالجناوین بھی کہتے ہیں۔ تیسری قبر حضرت ام رومان والدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ چوتھی قبر حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا۔

قبر عبدالرحمٰن بن عوف۔ یہ قبر نزدیک قبر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، کے واقع ہے۔ ابن زبالہ حمید بن عبدالرحمٰن سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک آدمی کی طرف بھیجا کہ اگر تم چاہو تو تمہیں جنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمہارے برادران حضرت عمر و ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ دفن کیا جائے۔ انہوں نے کہا میں نہیں چاہتا کہ میں آپ کے گھر کو تنگ کروں میرا عثمان بن مظعون سے اقرار تھا کہ ہم میں سے جو بھی مرے دوسرا اس کے ساتھ دفن ہوگا۔ پس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب وہ انتقال کریں ان کا جنازہ میرے گھر کے سامنے رکھا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پہ نماز پڑھی اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ مبارک میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اس جگہ دفن ہوں گے۔ لہٰذا حکمت الٰہی اس کی مقتضی ہوئی کہ کسی کو بھی اس جگہ دفن میسر نہ ہوا جیسا کہ متبعان حدیث پہ روشن ہے۔

قبر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ ابن شیبہ دہقان سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے انہیں خود طلب کیا اور جانب بقیع کے لے گیا اور اپنے ساتھ چند میخیں بھی لیتا گیا جب گوشہ شامیہ مشرقیہ دار عقیل میں جہاں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر ہے پہنچے پس مجھے فرمایا کہ قبر کھودو۔ میں حکم بجا لایا۔ اس کے بعد دو میخیں جو ساتھ لے گئے تھے انہوں نے ان

دیں اور فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد یہ جگہ اصحاب کرام کو دیکھا دینا کہ مجھے یہیں دفن کریں۔ ابنِ دہقان کہتے ہیں کہ میں نے بعد وفات سعد بن وقاص کے ان صاحبزادے کو اس جگہ کے نشان دیئے پس وہ وہیں دفن کئے گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

قبر عبداللہ بن مسعودؓ۔ ابن سعد اپنی طبقات میں نقل کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کو قبر عثمان بن مظعون کے پاس دفن کیا جائے۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ موت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ مطہرہ میں ہوئی تھی اور سال ۳۲ھ تھا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ بعض اخبار میں آیا ہے کہ ان کا انتقال کوفہ میں ہوا۔ سال ۳۶ھ میں۔ واللہ اعلم!

قبر ابن حذافۃ السہمیؓ۔ مہاجرین اولین سے اور اصحاب میں سے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ اُحد کی جنگ کے دن ایک زخم کاری ان کو لگا جس کے سبب ماہِ شوال ۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا سالِ رحلت بھی یہی ہے لیکن ان کا مہینہ وصال ماہ شعبان ہے

قبر سعد بن زرارۃؓ۔ ان کا سنِ رحلت ۱ھ بوقت تعمیر مسجد نبویؐ۔ ان کی قبر روحاء میں ہے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے نزدیک۔ پس چاہیئے کہ سیّدنا ابراہیم کی زیارت کے وقت ان سب اصحاب مذکورین پر سلام کریں اور سیّدنا ابراہیم کے قبہ شریف میں دیوار پر ان سب حضرات مذکورین کے اسمائے گرامی لکھے ہیں لیکن وہ دو قبریں جو ان دونوں قبوں کے اندر پیدا ہوئی ہیں کچھ اصل نہیں رکھتیں جس طرح سمہودی نے کہا ہے۔ واللہ اعلم!

قبر حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ جاننا چاہیئے کہ تعین مقام قبر حضرت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا و علیٰ اولادہا کے مختلف و قسما قسم کے اقوال آئے ہیں جس طرح حلیہ کمال آپ کا آپ کی حیات میں اغیار کے چشم سے مستور رہا۔ اسی طرح ان کی عصمت کا جمال ان کی وفات کے بعد بھی نامکشوف رہا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی وصیت کے موافق قبہ عصمت کی مستورہ بی بی کے دفن و موت کی خبر کسی امیر یا غریب کو نہ کی گئی۔ سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور چند اہل بیت کے آپ کے نماز جنازہ پہ کوئی بھی حاضر نہ ہوا اور راتوں رات دفن کر دی گئیں سلام اللہ علیہا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی مرقد مطہرہ

بقیع میں ہے جس جگہ دوسرے تمام اہلِ بیت دفن ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں اپنے مکان ہی دفن کیا گیا ہے جو اس وقت داخل مسجد نبوی ہو چکا ہے اور بھی اقوال آتے ہیں ان میں سے بعض قرین قیاس اور صحت کے قریب ہیں جن کی طرف آخر کلام میں اشارہ کیا جائے گا۔ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے طرفین کے اخبار و روایات ذکر کر کے بعض اقوال کی بعض سے تضعیف و ترجیح کی ہے اور مختار قول اول ہے جس پہ قوم کا اتفاق ہے۔ واللہ اعلم اور ہم تھوڑی سی روایتیں اس باب میں نقل کرتے ہیں جو راجح اور مرجوح سے قطع نظر کر کے پیش کیے جاتے ہیں۔

محمد بن علی بن عمر سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قبر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا مکان عقیل گوشہ یمانیہ میں ہے جو بقیع میں ہے۔ دوسری روایت میں ہے جو دلالت کرتی ہے کہ قبر شریف اسی جگہ کے قریب ہے یہاں تک کہ تحقیق گز از مکان عقیل بھی تحریر ہے۔ بعض روایات میں بتیس گز شرعی بھی مذکور ہیں وغیرہ وغیرہ اور معاملہ دفن سیدنا امام المسلمین حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، مذکور ہے کہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر لوگ تجھے اپنے جد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دفن سے مانع آئیں تو مجھے بقیع میں اپنی والدہ کے ہاں دفن کر دینا۔ اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ قبر حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا بقیع میں ہے کیونکہ قبر حضرت حسن علیہ السلام بقیع میں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ الکرام سے روایت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ان کے حجرہ میں دفن کیا گیا تھا جس کو عمر بن عبدالعزیز نے مسجد میں شامل کر لیا تھا جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حجرہ مبارک میں دفن کیا گیا تھا اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بھی رات کو دفن کیا گیا تھا کہ لوگوں کو اس سے اطلاع نہ ہو۔

ایک اور نقل ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے رحلت کے وقت فرمایا تھا کہ میں اپنے جلالت جسم سے شرم رکھتی ہوں کہ مجھے مردوں کے سامنے لے جائیں اور اس زمانہ میں یہی عادت تھی کہ عورتوں کی لاش کو بھی مردوں کی لاش کی طرح باہر نکالا کرتے تھے۔ اسماء بنت عمیس نے کہا کہ حضرت اُمّ سلمہ نے کہا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ حبش کے لوگ ایک طور کی نعش بناتے ہیں جس سے خوب ستر ہوتا ہے ویسا ہی ہم تمہارے واسطے تیار کریں گے۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میرے

غسل اور تجہیز کے بھی اسماء بنت عمیس اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ متکفل ہوں اور دوسرے شخص کو ان ہیں دخل نہ ہو۔ یہ روایت اس بات کو رد کرتی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے وصال کی خبر نہیں ہوئی اور اسی سبب سے وہ نماز جنازہ میں حاضر نہیں ہو سکے کیونکہ اسماء بنت عمیس ان دنوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تحت تھیں اور بات بعید ہے کہ ان کی زوجہ حاضر ہو اور غسل دے اور ان کو خبر نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کو خبر پہنچی ہو اور انہوں نے آنے کا قصد بھی کیا ہو مگر چونکہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کو اخفا منظور ہو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلاف ارادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے کام پہ عمل کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔ شیخ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کو ان کی اطلاع ہوئی ہو اور انہوں نے گمان کیا ہو کہ شاید علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نماز جنازہ اور دفن کے لئے بلائیں گے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے یہ گمان کیا ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق بغیر طلب کے آئیں گے۔ واللہ اعلم!

اور صحیح تر روایت درباره علم ابوبکر صدیق بہ وصال سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا یہ ہے کہ جب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنی نعش مبارک کے باہر نکالنے کو مکروہ رکھا تو اسماء بنت عمیس نے شاخ خرما سے موافق رسم اہل حبش کے ایک گہوارہ تیار کر کے حضرت سیدہ کے حضور گذارا۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا اس کو ملاحظہ فرما کہ بہت خوش ہو کہ تبسم فرمانا حالانکہ بعد وصال حضرت سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی نے آپ کو تبسم فرماتے نہیں دیکھا تھا اور خوشحال نہ پایا تھا اور اسماء بنت عمیس کو وصیت فرمائی کہ تم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مجھے غسل دیں اور دوسرا کوئی شخص نہ آنے پائے پھر جب وفات ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ پہ آکر اندر داخل ہونا چاہا۔ اسماء بنت عمیس نے موافق وصیت حضرت سیدہ کے انہیں اندر جانے سے منع کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد بزرگوار سے شکایت کی کہ اس خثعمیہ کو کیا ہوا ہے کہ میرے اور بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان حائل ہو رہی ہے اور مجھے اندر نہیں آنے دیتی اور ان کے جنازے کے اوپر ایک چیز مثل ہودج عروس کے اپنی عقل سے تراش کر بنائی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے دروازے

پر آکے کھڑے ہوئے اور فرمایا یا اسماء تو کیوں پیغمبر کی بی بی کو پیغمبر کی بیٹی کے پاس آنے کو منع کرتی ہے اور تو نے کیا چیز مثل ہودج عروس ان کے واسطے بنائی ہے۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مجھے حضرت سیدہ نے وصیت کی ہے کہ میں کسی کو ان کے پاس نہ آنے دوں اور یہ جو میں نے بنایا ہے ان کی حالت حیات میں بنایا تھا اور انہوں نے اس کو ملاحظہ کیا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے جو تو کہتی ہے تو جیسا تجھے وصیت فرمائی گئی ہے ویسا ہی کر۔ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وصال حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا علم تھا اور یہ کہ انہیں اپنے حجرہ شریفہ میں بھی دفن نہیں کیا گیا ورنہ حاجت گہوارہ کی کیوں ہوتی اور بعض روایات غریبہ میں آیا ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا صبح کو نہایت خوش و خرم اٹھیں اور لونڈی کو فرمایا کہ غسل کے لئے پانی تیار کر۔ آپ نے نہایت مبالغہ اور احتیاط سے غسل فرمایا اور نہایت پاکیزہ کپڑے پہنے اور فرش بچھا کر قبلہ رُو چت لیٹ گئیں اور اپنا دست مبارک رخسارہ مبارک کے نیچے رکھ دیا اور فرمایا کہ اب میرا انتقال ہوتا ہے اور میں غسل کر چکی ہوں اور پاک کپڑے پہنے ہوں۔ میرے انتقال کے بعد کوئی میرا بدن نہ کھولے اور غسل دینے کو کپڑے نہ اتارے اور اسی جگہ جہاں لیٹی ہوں دفن کر دیں۔ جب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ دولت سرائے میں تشریف فرما ہوئے تو لوگوں نے صورت حال عرض کی آپ نے جاکر دیکھا کہ روح مبارک اعلیٰ علیین کو پہنچ چکی ہے فرمایا واللہ کوئی شخص ان کو نہ کھولے اور اسی غسل سابق پر اسی جامہ شریف کے ساتھ جو پہنے ہوئے تھیں دفن کر دیا۔ یہ روایت مخالف حدیث اسماء بنت عمیس کی ہے اور حدیث اسماء کو امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ بڑے بڑے علمائے حدیث نے نقل کیا ہے اور حجت لائے ہیں اور اس خبر کے رواہ میں بھی اختلاف ہے اور ابن جوزی اپنے موضوعات میں اس کو لائے ہیں واللہ اعلم۔ مسعودی مروج الذہب میں لاتے ہیں کہ امام حسن، امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سلام اللہ علیہم کے قبور شریفہ کی جگہ پر ایک پتھر پایا گیا اس پر لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ مبیذ الامم ومحی الرمم ھٰذا قبر فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ نساء العالمین وقبر حسن بن علی وعلی بن الحسین بن علی وقبر محمد بن علی وجعفر بن محمد علیہم السلام یہ پتھر ۳۳۲ھ میں ظاہر ہوا تھا۔ ایک دوسرا قول ہے

کہ قبر حضرت جناب سیدہ رضی اللہ عنہا اس مسجد میں ہے جو بقیع میں حضرت سیدہ کی طرف منسوب ہے۔ قبہ عباس سے قبلے کی طرف مائل بہ شرق اور امام غزالی نے بیان زیارت بقیع میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بیت الحزن کے نام سے مشہور ہے کیونکہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں آدمیوں سے متنفر ہو کہ وہیں اقامت فرماتی تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ جگہ وہ گھر ہے جو حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے بقیع میں لیا تھا۔ واللہ اعلم!

محب طبری ذخائر عقبلی میں کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرد صالح نے خبر دی کہ مجھ سے للہ فی اللہ دوستی رکھتا تھا کہ جب شیخ ابو العباس مرسی تلمیذ شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ زیارت بقیع کو جاتے تو قبہ عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھتے اور فرماتے کہ کشف سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبر شریفہ حضرت سیدہ کی اس جگہ ہے شیخ ابو العباس مرسی کشف میں مشہور ہیں۔ طبری کہتے ہیں کہ مدت تک بوجہ اعتقاد فرمودہ حضرت شیخ یہی رہا یہاں تک کہ میں نے وہ خبر جو ابن عبد البر نے بابت قضیہ حضرت امام حسن سلام اللہ علیہ نقل کیا ہے کو دیکھا اور پھر میرا یقین حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پہ اور بھی زیادہ ہوا۔ سید کہتے ہیں کہ یہ قول ارجح الاقوال ہے اگرچہ بعض علمائے شافعیہ نے اس قول کو کہ گھر میں دفن کی گئی ہیں اظہر الاقوال کہا ہے واللہ اعلم! توفیت فاطمۃ الزہراء یوم الثلثاء خلت من شہر رمضان سنۃ احدیٰ عشر رضی اللہ عنہا۔ یعنی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بروز منگل ۱۱ھ ماہ رمضان میں وصال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کی اولاد سے راضی ہو۔

قبر امام المسلمین حسن بن علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہما۔ مروی ہے کہ جب حضرت امام حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ وہ انہیں اپنے جد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن کی اجازت دیں۔ انہوں نے قبول فرما لیا اور کہا ایسا ہی ہوگا وہاں ایک قبر کی جگہ خالی بھی ہے۔ بنی امیہ یہ خبر سن کر ہتھیار لگا کر لڑنے کو اتر آئے اور دوسری طرف بنی ہاشم بھی نکل پڑے اور مستعد جنگ ہو گئے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے جب یہ خبر سنی کہ نوبت قتال وجدال کو پہنچنے والی ہے تو از روئے شفقت

کہ قتال آپس میں اچھی نہیں فرمایا اگر یہی بات ہے تو میں راضی نہیں ہوں۔ مجھے بقیع میں لے جا کر ماں کے پہلو میں دفن کر دینا اور دوسری روایت میں ہے کہ وقت رحلت حسین علیہ السلام کو فرمایا کہ مجھے اپنے جدّ کے پہلو میں دفن کر دینا۔ اگر یہ قوم اس میں مانع ہو جس طرح ہم ان کے صاحب عثمان رضی اللہ عنہ سے مانع آئے تھے تو ان سے الحاج نہ کرنا اور جھگڑا بھی نہ کرنا اور مجھے بقیع الغرقد میں دفن کر دینا اور آخر میں وہی ہوا جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔ پس مروان جو حاکم مدینہ تھا جنگ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا کہ میں ہرگز یہ روا نہیں رکھتا کہ حسن بن علیؓ کو حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دفن کیا جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باہر پڑے رہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کہ اس وقت مدینہ میں تھے نہاں طور پہ کہتے تھے یہ واللہ یہ صریح ظلم ہے کہ حسن کو اپنے جدّ کے پہلو میں دفن ہونے سے منع کیا جائے۔ اس کے بعد وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں گئے کہ آخر آپکے بھائی نے وصیت نہیں فرمائی تھی کہ اگر معاملہ قتال کی حد تک پہنچ جائے تو مجھے مقبرہ مسلمانان میں دفن کر دینا اور قوم سے نزاع نہ کرنا۔ آخر ان کے الحاح سے انہیں مقبرہ بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ سلام اللہ علیہ وعلیٰ سائر اہلِ بیت النبوۃ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ ان دنوں مدینہ منورہ پہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سعد بن العاص حاکم تھا جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر لایا گیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا آگے آ اور نماز جنازہ پڑھا۔ اگر میرے جدّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت یہ نہ ہوتی کہ امام جنازہ امیر وقت ہو تو میں تمہیں ہرگز آگے نہ کرتا۔ اور قبر سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام کے نزدیک قبر امام زین العابدین بن امام حسین علیہم السلام ہے اور قبر امام ابو جعفر محمد باقر بن امام زین العابدین اور قبر امام جعفر صادق بن امام محمد باقر سلام اللہ علیہم اجمعین ہے اور درحقیقت یہ سب آئمہ ہدیٰ سلام اللہ علیہم ایک مقبرہ میں مدفون ہیں جو ایک بڑا قبہ ہے جسے قبہ عباس کہتے ہیں اور زبیر بن بکار روایت کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام جسد شریف امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی لائے اور بقیع میں دفن کیا۔ سید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ۸۶۷ھ میں مشہد حسین وعباس میں ایک قبر جانب قبلہ کھدائے تھے کہ اندر سے ایک لکڑی کا تابوت نکلا اس پہ سرخ پوشش تھی اور میخیں جڑی ہوئی تھیں اور تعجب کی بات ہے کہ پوشش بھی

پرانی نہیں ہوئی تھی اور میخوں میں بھی چمک باقی تھی زنگ وغیرہ بالکل نہیں تھا۔ سید کہتے ہیں کہ شاید تابوت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہوگا۔ زبیر بن بکار نے اور دوسرے لوگوں نے بھی روایت کیا ہے کہ یزید پلید نے سر مبارک حضرت امام المومنین حسین، ابن امیر المومنین علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہما کو عمر بن عاص کے پاس جو کہ اس بدبخت کی طرف سے عامل مدینہ مطہرہ تھے بھیجا۔ انہوں نے اس کو کفن دے کر بقیع میں اُن کی والدہ سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کے پاس دفن کیا اور بعض حدیثیں نقل کرتے ہیں کہ سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا ہلاک یزید پلید اس کے خزانہ میں پایا گیا۔ لوگوں نے اسے کفن دے کر دمشق ہی میں باب الفرادیس کے پاس دفن کر دیا اس بارہ میں ایک قول اور بھی آیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔ بہرحال اگر اس مشہد کی زیارت کے وقت سارے آئمہ ہدیٰ پہ سلام پڑھا جاوے تو بہتر ہے۔

قبر عباس بن عبدالمطلب عم النبی المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ورضی اللہ عنہٗ۔

ابن شیبہ روایت کرتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی نزدیک فاطمہ بنت اسد بن ہاشم اوّل مقابر بنی ہاشم میں جو دار عقیل کے گوشہ میں ہیں دفن کیا گیا ہے۔ یہ بھی آیا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ ان کو وسط بقیع میں ایک جگہ پہ دفن کیا گیا ہے انتہیٰ۔ یہ ایک بڑا عظیم قبہ ہے جس میں ان کی اور دیگر آئمہ ہدیٰ کی قبریں ہیں جس طرح کہ معلوم ہو چکا ہے۔

قبر صفیہ بنت عبدالمطلب عمہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ ابن شیبہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی قبر اس کوچہ کے اخیر میں جدھر سے بقیع کو جاتے ہیں مغیرہ بن شیبہ کے نزدیک جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس واسطے علیحدہ کیا تھا واقع ہے اور آخر میں جب مغیرہ بن شیبہ نے بنائے دار شروع کی تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، ادھر سے نکلے اور دیکھ کر فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ تو اپنی دیوار کو میری والدہ کی قبر پہ کھڑا کرے۔ مغیرہ نے بہ سبب اس نسبت کے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے ساتھ رکھتے تھے ان کے فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، تلوار کھینچکر ان کی بنا پر جا کر کھڑے ہوئے یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ آپ نے مغیرہ بن شیبہ کو دیوار بنانے سے منع کر ادیا۔ اس زمانہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف شہر پناہ مدینہ مطہرہ کے دروازے کے متصل

جو جانب بقیع کے ہے واقع ہے ۔

قبر ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب عم النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ۔

روایت کرتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، نے ابی سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ، کو دیکھا کہ مقابر کے درمیان میں پھر رہے ہیں ۔ پوچھا یا ابن عمؐ کیا ڈھونڈھ رہے ہو ۔ انہوں نے کہا میں اپنی قبر کی جگہ ڈھونڈ رہا ہوں کہ اس جگہ دفن کیا جاؤں ۔ پس عقیل ان کو اپنے گھر لائے اور ایک جگہ متعیّن کی تاکہ ان کی قبر اس جگہ کھودی جائے ۔ ابوسفیان تھوڑی دیر وہاں بیٹھا اور چل دیا ۔ اس قصے کو دو دن نہ گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور اسی جگہ میں دفن ہوئے ان کا سنّ وفات سنہ ۲۰ھ ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نے نماز جنازہ پڑھائی اور اب اس زمانہ میں ان کا نام مبارک حضرت عبداللہ بن جعفر کا قبہ عقیل بن ابی طالب کے اندر دیوار پہ لکھا ہے ۔ سیّد سمہودی کہتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ ابوسفیان بن الحارث اس قبہ میں مدفون ہیں جو حضرت عقیل کی طرف منسوب ہے اور کہتے ہیں کہ ابن زبالہ اور ابن شیبہ قبر عقیل بقیع میں ذکر نہیں کرتے اور امام غزالیؒ بھی احیاء العلوم میں زیارت بقیع میں ان کی قبر کا ذکر نہیں کیا بلکہ ابن قدامہ وغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، کی وفات شام میں ہوئی ۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں اس قبہ کی شہرت قبہ عقیل کے نام سے مشہور ہوئی ۔ جو صرف اسی وجہ سے کہ دار عقیل اس جگہ تھا جیسے ذکر کیا جا چکا ہے یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی نعش مبارک شام سے نقل کر کے یہیں دفن کی گئی ہو ۔ ابن نجار نے اس قبہ میں سب سے پہلے قبر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ قبر عقیل بن ابی طالب بقیع کے پہلے قبہ میں ہے ۔ ان کے ساتھ ان کے بھتیجے کی بھی قبر ہے یعنی عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب ۔ الجواد المشہور اجود العرب کبیر السن توفی المدینۃ المنورۃ رضی اللہ عنہ ۔ یعنی جوّاد جو مشہور اجود العرب ہیں نہایت بوڑھے آپ نے وفات مدینہ منورہ میں فرمائی رضی اللہ عنہ ۔ بعض علمائے سیر و تواریخ کہتے ہیں کہ وہ ابوا میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے ۔ سنہ ۹۰ھ میں مدفون ہوئے اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے وقت یہ دس برس کے تھے ۔ پس ان کی ولادت سنّ ہجری یکم میں ہوئی ہوگی رضی اللہ عنہ ۔

قبور ازواجُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہن: یہ بھی قریب دارِ عقیل کے ہے
خبر میں آیا ہے کہ طفیل رضی اللہ عنہ اپنی دار میں کنواں کھدواتے تھے وہاں سے ایک پتھر نکلا اس پہ
لکھا تھا۔ قبرام حبیبیہ بنت صخر بن حرب رضی اللہ عنہا۔ عقیل نے اس کنوئیں کو بند کرادیا اور قبر
پہ عمارت بنوادی اور سمہودی کہتے ہیں کہ ساری روایات اسی بات کی طرف ناظر ہیں کہ قبور شریفہ
امہات المؤمنین اسی جگہ ہوں گی جہاں اب زیارت کرتے ہیں۔ سوائے بعض روایات کے جو اس
بات پہ دلالت کرتی ہیں کہ بعض ان حضرات کی قبور نزدیک مقبرہ حسن و عبّاس رضی اللہ عنہما کے
ہیں۔ ابن شیبہ محمدّ بن یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ قبر امِ سلمیٰ
رضی اللہ عنہا بقیع میں ہے جس جگہ محمدّ بن زید بن علی مدفون ہیں اس جگہ کے قریب جہاں جائے دفن
فاطمۃ الزہرا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور کہتے ہیں اس جگہ سے زمین مقدار آٹھ گز
کھودی گئی جس سے ایک پتھر برآمد ہوا اس پہ لکھا تھا هٰذَا قَبْرُ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجَۃِ النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم یعنی یہ قبر امِّ سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، کو وصیت کی کہ ان کو پہلوئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن نہ کیا جائے بلکہ جہاں دیگر جمیع امّہات المومنین رضی اللہ عنہنّ مدینہ منوّرہ
میں دفن ہیں دفن کریں۔ سوائے خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا کے کیونکہ وہ مکّہ میں ہیں اور قبر میمونہ
کہ وہ سرف قریب تنعیم کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کا نکاح بھی اسی مقام پہ ہوا اور خلوت بھی اسی جگہ
ہوئی۔ قبہ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ،۔ نقل ہے کہ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، نے
شہادت پائی۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ، کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلّم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ انہوں نے خود بھی اپنی زندگانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
اجازت حاصل کی ہوئی تھی۔ مصریوں نے اس معاملے میں انکار کر دیا اور انہوں نے انہیں اس
جگہ دفن نہ ہونے دیا بلکہ نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ انہیں دفن
کہیں بھی نہیں کیا جائے۔ امِّ حبیبیہ بنت ابی سفیان کہ امہات المومنین سے ہیں مسجد شریف
کے دروازے پہ آئیں اور کھڑی ہو کر فرمایا خدا کی قسم مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس مرد کو دفن کروں
ورنہ میں باہر آتی ہوں کشف ستر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کرتی ہوں۔ اس معاملے کے بعد

وہ لوگ آپ کے دفن کرنے منع کرنے سے باز آئے۔ اسی رات کو جس دن کو وہ شہید ہوئے۔ جبیر بن مطعم اور حکیم بن حزام اور عبداللہ بن زبیر اور بعض اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آکر ان کو وہاں سے اٹھایا جہاں لاش مبارک پڑی ہوئی تھی اور بقیع میں لے گئے وہاں بھی مفسدین دفن کرنے سے مانع آئے آخر کو حسن کوکب میں لے گئے اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ وغیرہ نے نماز جنازہ پڑھی اور اسی جگہ قبر شریف کھدوا کر ان کو اس میں رکھ کر ان کی قبر پہ ایک دیوار بنا کر ان کے دفن کو چھپا کر آ گئے۔ حسن کوکب آبان بن عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا جو بقیع کے شرق میں تھا اس جگہ لوگ اپنے موتیٰ کو دفن کرنے سے نفرت کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جگہ کھڑے ہوئے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک نیک مرد صالح ہلاک ہوگا اور اس جگہ مدفون ہوگا اور اسی وجہ سے یہ جگہ لوگوں کو مانوس ہو گی۔ پس پہلا آدمی جو اس جگہ دفن ہوا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے اس کے بعد مروان جب ایام حکومت معاویہ حاکم مدینہ مطہر تھے۔ اس جگہ کو بھی داخل بقیع کر دیا اور جس پتھر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر عثمان بن مظعون کی نشانی ہے ان کی قبر پہ رکھا کہ لوگ اس کے گرد دفن کے لئے جائیں اور فرمایا۔ لاجعلنك للمتقين اماماً یعنی ہم نے تجھے متقیوں کا امام بنایا۔ اٹھوا کر قبر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہ رکھدیا اور حکم دیا کہ ان کے گرد قبریں بنائیں۔ قبر سعد بن معاذ الاشہلی رضی اللہ عنہ یہ روز خندق زخمی ہوئے اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ کے باب میں حکم کرنے کو ان کو طلب فرمایا جیسا کہ ذکر مسجد بنی قریظہ میں اشارۃً ذکر ہو چکا ہے۔ ان کا خون بند ہو گیا۔ پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر بنی قریظہ کے باب میں حکم دے کر اپنے گھر پہنچے تو زخم پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور اس جہان سے رحلت فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے احاطہ کے پاس جو گلی گئی تھی اس گلی کے ایک طرف کو اقصیٰ بقیع میں انہیں کے مکان کے پاس دفن فرمایا۔ سمہودی کہتے ہیں کہ جو تعریف کہ قبر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قدمائے کی ہے وہ اس قبہ کی جگہ پہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے صادق ہے پس شاید کہ قبر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ہو گی اور اسے قبر فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

شبہ سے کہتے ہوں گے ورنہ اخبار صحیحہ سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا
کی قبر شریف مقبرہ اہل بیت صلی اللہ علیہ وسلّم میں حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم
کی قبر مبارک کے پاس ہے۔ قبر ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، خبر میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن
بن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، سے کہ وہ فرماتے تھے ایک دن میرے باپ نے مجھے کہا
میرا بیٹا میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میرے سارے دوست اس جہاں سے گزر چکے ہیں اور
میرے بھی جانے کا وقت ہو چکا ہے نزدیک آ اور میرا ہاتھ پکڑ۔ میں قریب گیا اور اس کا ہاتھ
پکڑا۔ میرا سہارا کر کے بقیع کی طرف لے گئے یہاں تک کہ ایسی جگہ پہ آئے جہاں کوئی بھی دفن نہ
تھا کہا جب میں مروں میری قبر اسی جگہ بنانا اور کسی کو اطلاع نہ دینا اور کوچہ عمقہ جہاں سے
لوگوں کی آمد و رفت کم رہتی ہے اسی سے میرا جنازہ لانا اور کسی کو مجھ پہ گریہ و نوحہ کی اجازت
نہ دینا اور میری قبر پہ خیمہ بنانا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوا لوگ ان کے گھر کے گرد
جمع ہو گئے کہ کب ان کو باہر لایا جائے میں بحکم وصیت اپنے والد کے کسی کو بھی ان کے وصال کی
خبر نہ دی۔ صبح صبح ہی لوگوں کے انتشار سے پہلے میں ان کی نعش کو بقیع لے گیا۔ لوگ تو مجھ سے
ہی پہلے ہجوم کی صورت میں وہاں موجود تھے رضی اللہ عنہ، وعنہم۔ بس یہاں تک ذکر ان قبور شہر بقیع
کا تھا جو اصحاب تاریخ نے ان کی تعیین اور جہات میں اخبار و آثار پا کر جنت البقیع میں ذکر
کئے ہیں مگر اب جو قبے اور مشاہدے اس مقبرہ عظیم القدر میں اور اس کے سوا اس بلدہ طیبہ
کے گرد و پیش موجود ہیں اور بادشاہان قدیم اور جدید نے ظن و تخمین یا تحقیق و یقین سے بنائے ہیں
وہ کئی قبے ہیں اور قبہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا کہ بعض خلفائے عباسیہ نے
۵۱۹ھ میں بنایا تھا وقیل غیر ذالک۔ یہ سب سے بڑا قبہ ہے۔

اور دوسرا قبہ بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ہے۔

تیسرا قبہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا۔

چوتھا قبہ سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا۔

پانچواں قبہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا۔ اس قبے کے پاس دعا کی قبولیت کا
ایک اثر ثابت ہے۔

چھٹا قبہ صفیہ عمّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا۔

ساتواں قبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا۔ اس قبر مبارک میں ایک قبر ہے کہتے ہیں کہ متولّی عمارت اس میں دفن ہیں۔

آٹھواں قبہ فاطمہ بنت اسد اُمّ امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کا اور دو قبہ جات اور ہیں جو بقیع کے بیچوں بیچ قبہ امہات المومنین اور قبہ سیدنا ابراہیم کے ان میں سے ایک میں امام دار الہجرت حضرت امام مالک بن انس اصبحی صاحب مذہب مالکی محب رسول اللہ و مقیم بلدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ اور دوسرے میں مشہور ہے کہ نافع مولیٰ بن عمر ہیں رضی اللہ عنہ ہے جیسا کہ ہم نے پہلے لکھدیا ہے ایسا سہمنوی نے کہا ہے اور اہل مدینہ میں مشہور ہے کہ قبر امام نافع قاری کی مدینہ میں ہے اور سہمنوی نے کہا ہے کہ ابن جبیر کی کلام سے ذکر مشاہدہ معروفہ میں ایسا مستفاد ہوا ہے کہ درمیان قبہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قبہ حضرت امام مالک کے ایک قبر ہے۔ عبدالرحمٰن بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کی ہے جن کو عبدالرحمٰن اوسط کہتے ہیں اور معروف ابن ابی شحمہ ہیں جن پہ حد زنا لگائی گئی تھی جو اسی صدمہ سے بیمار ہو کر انتقال کر گئے تھے۔ سید سہمنوی کہتے ہیں کہ یہ تعریف صادق ہے۔ اس قبہ پہ جو نافع کی طرف منسوب ہے۔ واللہ اعلم!

ایک اور قبہ ہے جو چھوٹا اور قبہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے راستہ میں ہے جو منسوب حلیمہ سعدیہ دایۂ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف ہے۔ اور کتب تاریخ جتنی بھی نظر سے گذری ہیں کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ نہ نفی کے طور پہ اور نہ اثبات کے طریق پہ واللہ اعلم!

یہ مشہور و معروف مقامات کا مشاہدہ ہے لیکن تحقیق وہی ہے جو مذکور ہو چکی ہے۔ شہر پناہ کے اندر کے قبوں میں سے مشہور تر قبہ سیّدنا اسماعیل بن امام جعفر صادق سلام اللہ علیہما کا ہے اور اس کا بنانے والا ابن ابی الہیجا وزیر ملوک عبیدیہ ہیں جس نے مسجد قبا کو پھر نئے سرے سے بنایا ہے۔ اس قبہ کی عمارت ۵۴۶ھ میں بنائی گئی ہے کہتے ہیں کہ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی دولت سرائے کے دروازے سے شمالی جانب ہے اس کے بیرونی دروازہ

اور دروازہ باغیچہ کے ایک کنواں ہے جو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس کا پانی بیماروں کے لئے شفا ہے۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرتِ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حالتِ صغیر سنی میں اس کنوئیں میں گر گئے تھے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، نماز میں تھے۔ حضرت نے غایت توکل و حضور و رضاء سے نماز قطع نہ کی رضی اللہ عنہما وارضاہما عنی خیر الجزا۔ اس قبہ کی غربی جانب ایک مسجد ہے جو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس زمانہ میں اکثر لوگ اس کی زیارت سے محروم ہیں۔ اب رہے وہ مشاہدہ مشہودہ جو مدینہ مطہرہ میں بقیع سے باہر ہیں، وہ تین مشہد ہیں۔

اوّل میں افضل و اعظم مشہد مقدس سید الشہداء حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ عمِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم واخوۃ من الرضاعۃ۔ اصل بنا اس قبہ عالیہ کی خلیفہ ناصر الدین کی ماں ۵۹۵ھ نے کی ہے اور وہ پتھر جس پہ تاریخ لکھی ہے بعض جہال نے مسجد مصرع سے جہاں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو کر گرے تھے اٹھا کر یہاں لا رکھی ہے اور سلطان قائتبائی نے ۸۹۳ھ میں اس کے صحن و عمارت میں توسیع کی اور دوسری قبر جو اس میں ہے۔ قبر مستقر ترکی کی ہے، جو اس عمارت شریف کا متولی تھا ایک دوسری قبر صحن میں ہے۔ یہ ایک شریف کی قبر ہے امرائے مدینہ سے کسی کو یہ گمان نہ گذرے کہ یہ قبور شہداء ہیں اور زائر کو چاہیئے کہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ پہ کہ سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، کے بھانجے ہیں اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پہ بھی سلام پڑھے۔ یہ دونوں حضرات بھی وہیں مدفون ہیں۔

حضرت ابو جعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور اس کی اصلاح و مرمت کیا کرتی تھیں اور ان کی قبر شریف کی علامت کے لئے ایک پتھر رکھا تھا اور حاکم حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، کی قبر شریف پہ جایا کرتی تھیں۔ اور وہاں جا کر نماز پڑھتی تھیں اور روتی اور دوسری روایت میں ہے کہ ہمیشہ دو تین دن کا فصل دے کر قبور شہداء اُحد کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور جا کر نماز پڑھتی تھیں اور ان کے واسطے دعا کرتی تھیں اور روتی تھیں

فضیلت اُحد اور شہدائے اُحد کی انشاءاللہ تعالیٰ ایک علیحدہ فصل میں ذکر کریں گے۔

دوسرا مشہد مالک بن سنان والد ابی سعید خدری رضی اللہ عنہما یہ مشہد شریف مدینہ منوّرہ کی شہر پناہ کے اندر غرب کو واقع ہے اس پہ ایک قدیم قبہ ہے اور یہ بطرز قدیم البناء ہے رضی اللہ عنہ۔ شہدائے احد سے ہیں کہ ان کو وہاں سے نقل کر کے یہاں دفن کئے گئے۔ یہ مقام قدیم زمانہ میں داخل بازار مدینہ منوّرہ تھا۔

تیسرا مشہد معروف بہ نفس زکیہ وَھُوَ السَّیِّدُ الشَّرِیْفُ الْمُلَقَّبُ بِالْمَھْدِیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ الْمُرتَضٰی سَلَامُ اللّٰہِ وَرَحْمَتُہٗ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ جو زمانہ ابی جعفر منصور میں شہید ہوئے تھے۔ یہ مشہد مدینہ منوّرہ سے باہر ہے جبل سلع کے شرقی جانب اور اس پہ عالی مقبرہ بنا ہوا ہے اور ایک بڑی مسجد جس کے قبلہ کی جانب ایک نہر عین زرقا سے جاری ہے جس کے مشرقی اور مغربی جانب سیڑھیاں ہیں اور اس کے درمیان میں چشمہ جاری کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ جب نفس زکیہ یعنی مُحَمَّد بن عَبْدُ اللّٰہ بن الحسن المثنیٰ نے منصور عباسی پہ خروج کیا۔ بہت سے لوگ ان کی متابعت میں آگئے۔ منصور نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو چار ہزار آدمی دے کہ ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ عیسیٰ بن موسیٰ جبل سلع پہ آیا اور کچھ توقف کیا اور محمّد بن عبداللہ کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ خلیفہ کے ہاتھ پہ بیعت کر لیں تو آپ کو امان ہے۔ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم عزّت کی موت خواری کی زندگی سے بہتر ہے۔ پس آپ اور آپ کے تین سو اصحاب نے غسل کامل کیا اور خوشبو لگائی عیسیٰ اور اس کے احباب پہ حملہ کر دیا۔ تین دفعہ اس کو شکست دی۔ آخر بسبب کثرتِ اعداد کے تاب نہ لاتے ہوئے مغلوب ہو گئے۔ ابن جوزی کے پوتے نے ریاض الافہام میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے ان کے سرِ مبارک کو منصور کے پاس بھیجا اور ان کے بدن کو ان کی بہن زینب اور ان کی دختر فاطمہ نے چپکے سے چھپا کر بقیع میں دفن کر دیا لیکن صحیح جو مستفیض اور مشہور ہے جس کو مطری اور اس کے متبعین نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ ان کا دفن اسی مقام پہ ہے ان کا قتل احجار زینب کے قریب ہوا جو مشہد سنان بن مالک ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس جگہ دعا ئیے

استسقاء کی تھی کہتے ہیں کہ ذوالفقار علی مرتضیٰ اسلام اللہ علیہ بھی ان کے پاس تھی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے ان سے کھینچ کر ان کے قتل کے بعد منصور کے پاس بھیجدی اور اس سے رشید کو ملی۔ اصمعی کہتا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا اس کے اٹھارہ فقرے تھے اور فقرہ لغت میں پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہیں اور یہ ذوالفقار حضرت امیرالمومنینؓ کو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملی تھی جس طرح کتب سیر و احادیث میں مسطور ہے۔ خبر میں ہے کہ روز قتال عبداللہ بن عامر السلمی جو ان کے اصحاب سے ہیں گئے ہیں۔ ایک ابر ہمارے سروں پہ آ کر سایہ کرے گا اگر ہم پہ برسے گا تو ہماری فتح ہوگی اور اگر ہمارے اوپر سے گذر کر دشمنوں کے سروں پہ پہنچے گا تو جان لو کہ میرا خون احجار زیت پہ پڑے گا۔ عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ واللہ ویسا ہی ہوا جیسا محمدؐ بن عبداللہ نے کہا تھا۔ ایک ابر کا ٹکڑا ہمارے سر پہ پیدا ہوا اور ہمارے سر سے گذر کر عیسیٰ بن موسیٰ کے سر پہ سایہ کرنے لگا آخر ان کو فتح ہوئی اور محمدؐ بن عبداللہ نے شہادت حاصل کی اور ان کا خون احجار زیت پہ پڑا۔ نقل ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ کی طرف سے عیسیٰ بن موسیٰ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پٹوایا تھا کیونکہ یہ ان سے موافقت رکھتے تھے۔ اس واقعہ کو امام قریری نے تیممؒ فی زیارۃ اہل بقیع میں ذکر کیا ہے۔ اہل بقیع کی زیارت کا سنت طریق یہ ہے کہ پہلے بوقت زیارت یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ الْبَقِيْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ اس کے بعد یا اس سے پہلے گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور سورۂ اخلاص کا پڑھنا مقبرہ کے قریب سنت موکدہ ہے اور خبر میں ہے کہ جو شخص مقبرے میں آوے اور گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اہل مقبرہ کو ہدیہ بھیجے اس کو بتعداد ہر مردہ کے جو اس مقبرہ میں ہیں اجر دیا جاتا ہے اور چاہے سلام میں سارے آل و اصحاب و مومنین کو جو اس مقبرہ میں ہیں شریک کرلے اور اپنا منہ قبہ شریفہ عمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرے جو باب بقیع کے بائیں متصلاً مدفون ہیں اور ختم بھی ان کی زیارت پہ کرے رضی اللہ عنہا۔ علمائے متاخرین اختلاف کرتے ہیں اس امر میں کہ کس کی زیارت سے ابتدا کرے ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ کی زیارت معہ ائمۂ اہل بیت رسالت رضوان اللہ علیہم اجمعین کرے۔ اس لئے کہ یہ اسہل

واقرب ہے کہ ان حضرات سے گذر کر دوسروں کی زیارت کرنا سوءِ ادبی ہے کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں اہل مدینہ کا عمل بھی یہی رہا اور بعض مشائخ متاخرین اہل مدینہ مثلاً شیخ محمد بن عراق وغیرہ کو بھی لوگوں نے اسی طرح مشاہدہ کیا ہے اور شیخ مذکور بڑے متبع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور بڑے متقی تھے۔ بعض علماء حنفیہ نے بھی اسی بات کی تصریح کی ہے اور کلام سمہودی بھی بعض مقامات میں اس کی تائید کرتا ہے لیکن انہوں نے ارشاد میں کہا ہے کہ زائر پہلے موقف النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا قصد کرے جو دار عقیل کے نزدیک ہے اسی لئے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وہاں تشریف فرما ہو کر کھڑے ہوتے تھے اور اہل بقیع پہ دعا کرتے تھے آجکل اس جگہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کو موقف النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کہتے ہیں اس کے بعد قصد زیارت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کرے۔ پھر حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ سیّدنا علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہا و علیہ کی قبر شریف کی زیارت کا کرے۔ پھر سیّدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت کا کرے۔ پھر ازواج مطہرات پھر امام مالک پھر امام نافع۔ پھر حضرت عباس پھر حضرت صفیہ عمّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و رضی اللہ عنہم اجمعین کی زیارت کرے اور جو ان کے ساتھ ان کی بہنیں وغیرہ کہ جزو شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں اس لئے کہ تقدیم دوسروں کی ان پہ لازم نہیں یہ مذہب اعدل واقوم ہے۔ واللہ اعلم!

ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ زیارت کی ابتداء حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کرے اور کہتے ہیں کہ وہ اہلِ بقیع سے افضل ہیں۔ ابنِ فرحون مالکی وغیرہ نے اس مذہب کو ترجیح دی ہے اور کہتے ہیں کہ ان کی زیارت پہلے اگر کسی دوسرے کی قبر سے گزرنے کا اتفاق ہو تو سلام کرے اور چل پڑے تھوڑا سا توقف کرے یہی گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور جو لوگ آپ کے مقبرے میں دفن ہیں ان سے ابتدار کرے۔ اس کے بعد ازواج مطہرہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا اور جو لوگ ان کے ساتھ مدفون ہیں پہ سلام کرے۔ اس کے مشہد عقیل پہ آئے زیارت کرے اور کافی دیر کے لئے ٹھہرے دُعا میں بھی طوالت کو ملحوظ رکھے کیونکہ یہ موقف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے اس کے نزدیک دعا قبول ہوتی ہے اس کے بعد سیّدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت کرے

اور جو لوگ ان کے ساتھ مدفون ہیں مثلاً آپ کی ہمشیرگاں و عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم اور پھر
دوسرے اصحاب کرام جو اس جگہ مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو کی زیارت سے شرف
حاصل کرے اور بعض علماء کا ماحصل یہ ہے کہ ابتدائے زیارت تو قبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ
اور جو لوگ آپ کے ساتھ دفن ہیں کرے۔ اس کے بعد جس بزرگ کی مزار آتی جائے کیونکہ وہ
جس شان و جلالت کے مالک ہیں بغیر سلام کے ان سے گذر جانا عالم مروت مناسبت و طریقہ
ادب سے بعید ہے قَالَ بَعْضُهُمْ وَهُوَ مَقْصِدٌ صَالِحٌ لَا يَضُرُّ مَعَهُ عَدَمِ رِعَايَةِ
الْأَفْضَلِ وَالْأَشْرَفِ یعنی بعض نے کہا ہے کہ یہی مقصد صالح ہے ساتھ اس کے ضرر نہیں
کرتا نہ رعایت کرنا ہے یہی افضل اور اشرف ہے۔ اہل مدینہ کے علماء کی ایک جماعت سے یہ
ثابت ہوا ہے کہ جب وہ زیارت بقیع کا قصد کرتے ہیں وہ موقف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر جاتے ہیں جہاں صلوٰۃ اور سلام عرض کرتے ہیں اور تمام اہل بقیع کے لئے دعا کرتے ہیں اور
اپنے مطالب کرتے ہیں اور پھر بغیر کھڑے ہونے کے اس چیز کے بغیر کہ وہ کہیں کسی قبر
پر رکیں اس طریق کو اختیار کرتے ہیں مستند ان حضرات کا فعل ماثور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
ہے۔ اگر یہی بات ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور ان حضرات کا قصد مجرد اتباع سنت ہے تو بہتر ہے
بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر یہ فعل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے ہر چند صحت کو نہ
پہنچا ہو اور ان حضرات کا مقصد اتباع سنت ہو تو تمام ہے ولیکن اس میں شک نہیں کہ اگر
موقف سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات میں سعادت وقوف حاصل کرتے۔ زیارت
مقربان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفیض ہو تو نہایت ہی مناسب ہے کہ موجب مزید
اجر و برکات و ثواب و حسنات ہوگا والسلام۔

"تَكْمِيلٌ فِي زِيَارَةِ اَهْلِ الْبَيْتِ"

فصل خطاب میں حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ و علیٰ سائر اہل بیت النبوۃ سے نقل
کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص آئمہ کرام میں سے کسی ایک کی زیارت کی تو گویا اس نے رسول اللہ
کی زیارت کی۔ کسی نے حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے زیارت اہل بیت
میں قول بلیغ و کامل ہدایت فرمائیں جو میں بوقت زیارت پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو اہل بیت

کی زیارت کا ارادہ کرے تو اوّل غسل کر اس کے بعد اوّل دروازے پہ کھڑا ہو کہ شہادتیں ادا کر اس کے بعد جب تو اندر داخل ہو اور تیری نظر قبر پہ پڑے تو تیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ پھر تھوڑا وقار سے چل نزدیک نزدیک قدم ڈالتا ہوا پھر کھڑا ہو کہ تیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ پھر اور چالیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ یہ سو مرتبہ ہو گئے اس کے بعد کہہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ بَیْتِ الرِّسَالَۃِ وَ مُخْتَلِفَ الْمَلَائِکَۃِ وَ مَھْبَطَ الْوَحْیِ وَ خَازِنَ الْعِلْمِ وَ مُنْتَھَی الْحِلْمِ وَ الْحِکَمِ وَ مَعْدِنَ الرَّحْمَۃِ وَ اُصُوْلَ الْکِرَامِ وَ قَاوَۃَ الْاُمَمِ وَ عَنَاصِرَ الْاَبْرَارِ وَ دَعَائِمَ الْاَخْیَارِ وَ اَبْوَابَ الْاِیْمَانِ وَ اُمَنَاءَ الرَّحْمٰنِ وَ سُلَالَۃَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عِتْرَۃَ صَفْوَۃِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَئِمَّۃِ الْھُدٰی وَ مَصَابِیْحِ الدُّجٰی وَ اَعْلَامِ التُّقٰی وَ ذَوِی الْحُجٰی وَ النُّھٰی وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ ا اَلسَّلَامُ عَلٰی مَحَالِّ رَحْمَۃِ اللّٰہِ وَ مَسَاکِنِ بَرَکَۃِ اللّٰہِ وَ مَعَادِنِ حِکْمَۃِ اللّٰہِ وَ حَفَظَۃِ سِرِّ اللّٰہِ وَ حَمَلَۃِ کِتَابِ اللّٰہِ وَ وَرَثَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الدُّعَاۃِ اِلٰی حُکْمِ اللّٰہِ وَ الْاَدِلَّاءِ عَلٰی مَرْضَاۃِ اللّٰہِ وَ الْمُطَھِّرِیْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَ نَھْیِہٖ وَ الْمُخْلِصِیْنَ فِیْ تَوْحِیْدِ اللّٰہِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ، اَیْ مُسْتَشْفِعٌ بِکُمْ وَ مُقَدِّمُکُمْ اَمَامَ طَلِبَتِیْ وَ اِرَادَتِیْ وَ مَسْأَلَتِیْ وَ حَاجَتِیْ اُشْھِدُ اللّٰہَ اِنِّیْ مُؤْمِنٌ سِرِّکُمْ وَ عَلَانِیَتِکُمْ وَ اِنِّیْ اَبْرَءُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ عَدُوِّ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

تیرہواں باب

فضائلِ جبل اُحد میں جو محبّ و محبوب سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و منزل سیّد الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے:

غزوہ احد کی تفصیل و احوال دیگر غزوات کے ساتھ کتب سیر و تواریخ میں مذکور ہے اور اس مقام میں جتنا مناسب ہے صرف بیان فضیلت احد و قبور شہداء ہے جنھوں نے اس غزوہ میں شرف شہادت عظمیٰ حاصل کیا ہے صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبل احد

کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ھٰذَا اَجَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ یعنی یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اس کلمہ کا آپ کی زبان مبارک سے کئی بار صادر ہوا ہے چنانچہ تعدد روایات بخاری اس کی مظہر ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آیا ہے کہ ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک جبل احد پہ پڑی۔ آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا ھٰذَا اَجَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ عَلٰی بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ وَھٰذَا عَیْرٌ جَبَلٌ یُبْغِضُنَا وَ نُبْغِضُہٗ عَلٰی بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ النَّارِ یہ پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں یہ جنت کے دروازوں سے ایک دروازہ پہ ہے اور یہ عیر ہے یہ ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں یہ دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازے پہ ہے اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت اور بغض سعادت اور شقاوت نباتات میں بھی پیدا ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ حدیث میں مذکور محبت جانبین سے مفہوم ہوتی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مبارک جبل احد سے اور جبل احد کی محبت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ یہ حقیقت پہ محمول ہے اور اس لئے یہ پہاڑ جنت سے ہے لِاَنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ یعنی انسان قیامت کو اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا یہ بھی ضرور ہے۔ جب محب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوا جو اہل جنت کے سردار ہیں۔ اس کی جگہ بھی جوار سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوئی بہشت کے دروازے پہ۔ پہاڑوں میں عشق و محبت کا آغاز بنا برحکم و تسبیح و ذکر جل وعلا ہے اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ دنیا کی کوئی ایسی شے نہیں جو رب تعالیٰ کی تسبیح نہ کرتی ہو جب پہاڑ اور تمام جمادات محل ذکر و تسبیح مولیٰ تعالیٰ کے ہوئے۔ اگر محبت حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی موصوف ہوں تو مشکل نہیں ہو سکتی۔

سر حب ازلی در ہمہ اشیاء جاری است

ورنہ گل نکند بلبل مسکیں فریاد

محققین علماء اس بات پہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور تمام موجودات نہ صرف مخصوص جن و انس و ملائکہ ہیں بلکہ آپ سب عالموں کے رسول ہیں حتیٰ کہ نباتات و جمادات کے بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس جبل رفیع المحل کو خطاب فرمانا کہ اُسْکُنْ

يَا اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِیٌّ اَوْ شَهِيْدٌ، یعنی اے اُحد سکون پکڑ تجھ پہ ایک نبی یا شہید ہیں۔ اس کے علم و عقل کی اوّل دلیل ہے جو آپ نے اس قسم سے اسے مخاطب فرمایا۔ عشق و محبّت لوازم فہم و عقل سے ہے اور پتھروں کا آپ پہ سلام عرض کرنا قبل از زمانہ نبوت اور ستون مسجد شریف کا نالہ کرنا اور مفارقت میں رونا جیسے مذکور ہو چکا ہے۔ اس مطلب کے دلائل واضحہ سے ہے جس طرح اہل مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے شان مبارک میں دو قسم ہوئے ہیں۔ مخلص و منافق ویسے اماکن مدینہ بھی قسمت پذیر ہیں۔ والہٰذا جبل عیر منافقان اہل ضرار کے درجات کو پہنچنا اور آخرت میں بھی یہ دوزخ کے دروازے پہ ہو گا غزوہ اُحد کی عزیمت کے دن ابن اُبیؔ اور منافقوں کی ایک کثیر جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ مدینہ منوّرہ سے باہر آئے لیکن جبل اُحد تک جو مقام صدّیقوں اور حبیبوں کا ہے نہ جا سکے اور مدینہ کے قریب ہی سے پھر شقاوت گاہ کی طرف رجوع کیا اور محبت و عداوت کو ساکنین کی محبت و عداوت سے تاویل کرنا اہل محبت کے نزدیک ایک بعید امر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں محبّت کنایہ ہے مسرّت و خوشی سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سفر سے مراجعت فرماتے وقت قبل وصول بہ مدینہ اس جبل کو مشاہدہ فرمانے سے کہ اعظم وارفع علامات مدینہ طیبہ ہے حاصل ہوا کرتی تھی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو قریب مدینہ طیبہ و اہل مدینہ سے خبر بشارت آخر دیتا تھا۔ یہ کام محبّوں کا ہے اور اس وقت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی محبّت و عداوت کے آثار ان دونوں پہاڑوں سے ظاہر ہیں جس کا جی چاہے جا کر دیکھے جبل اُحد کی طرف جس وقت نظر کی جاتی ہے تو ایک نور و سرور اس سے ظاہر ہوتا ہے اور جس وقت جبل عیر کی طرف نظر جاتی ہے۔ ایک ظلمت و غم اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اشتقاق لفظ اُحد کا احد سے ہے بمعنی انفراد و انقطاع کے اور یہ معنی اس پہ صادق ہیں اس لئے کہ وہ ایک کوہ پارہ ہے یہ مدینہ منوّرہ سے جانب شمال کو دو یا زیادہ کم میل کے فاصلہ پہ ہے اور کسی پہاڑ سے میل نہیں رکھتا اور یہ بھی ہے کہ وہ چونکہ اہلِ ایمان و توحید کی نصرت گاہ ہے۔ اس واسطے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے اور کوئی دوسرا نام اس لئے موزون بھی نہیں تھا بخلاف عیر کے کہ وہ ایک وحشی گدھے کا نام ہے جو طرح طرح کی برائیوں سے موصوف ہے اور روایت میں آیا ہے کہ اُحد ایک

پہاڑ ہے جنت کے پہاڑوں سے جب تم لوگ اس پہ سے گذرو تو میوہ اس کے درختوں کا کھانا
اگر میوہ نہ ہو تو اس کے جنگل کی گھاس وہی حکم رکھتی ہے اور زینب بنت نبط زوجہ انس بن مالک
رضی اللہ عنہ، سے روایت کرتی ہے کہ وہ اپنی اولاد سے کہتی تھیں کہ تم لوگ جا کر زیارتِ اُحد
کرو اور میرے واسطے وہاں کی گھاس وغیرہ لاؤ اور حدیث میں آیا ہے کہ اُحُدٌ عَلٰی رُکْنٍ
مِنْ اَرْکَانِ الْجَنَّۃِ وَعَیْرٌ عَلٰی رُکْنٍ مِنْ اَرْکَانِ النَّارِ یعنی اُحد ایک کونے پہ ہے جنت کے کونوں
سے اور عَیر ایک کونے پہ ہے دوزخ کے کونوں سے۔ اور طبرانی عمرو بن عوف سے روایت کرتے
ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اَرْبَعَۃُ جِبَالٍ مِنْ جِبَالِ الْجَنَّۃِ وَاَرْبَعَۃُ اَنْھَارٍ
مِنْ اَنْھَارِ الْجَنَّۃِ وَاَرْبَعَۃُ مَلَاحِمَ مِنْ مَلَاحِمِ الْجَنَّۃِ۔ قِیْلَ فَمَا الْجِبَالُ قَالَ اُحُدٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ
مِنْ اَجْبَالِ الْجَنَّۃِ وَوَرْقَانُ جَبَلٌ مِنْ اَجْبَالِ الْجَنَّۃِ وَالطُّوْرُ جَبَلٌ مِنْ اَجْبَالِ الْجَنَّۃِ وَلُبْنَانُ
جَبَلٌ مِنْ اَجْبَالِ الْجَنَّۃِ۔ وَالْاَنْھَارُ اَرْبَعَۃٌ اَلنِّیْلُ وَالْفُرَاتُ وَسَیْحَانُ وَجَیْحَانُ وَالْمَلَاحِمُ
بَدْرٌ وَاُحُدٌ وَالْخَنْدَقُ وَالْحُنَیْنُ۔ یعنی چار پہاڑ جنّت کے پہاڑوں سے ہیں چار نہریں
جنت کی نہروں سے ہیں اور چار جنگیں ہیں جنت کی جنگوں میں سے۔ اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وہ چار جنتی پہاڑ کون سے ہیں فرمایا اُحد ہے وہ ہم کو دوست رکھتا ہے اور
ہم اس کو دوست رکھتے ہیں، دوسرا روحان، تیسرا طُور اور چوتھا لبنان۔ چار جنتی نہریں یہ ہیں
اوّل نیل۔ دوسری فرات۔ تیسری سیحان اور چوتھی جیحان اور چار جنگیں اوّل بدر دوم اُحد سوم
خندق اور چہارم حُنین۔ ابن شیبہ نے اس حدیث کو مختصراً بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ،
روایت کیا ہے اور ملاحم (نہریں) سے سکوت کیا ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ بیت الحرام
کی بنیاد چھ قسم کے پہاڑوں سے ہے۔ ابوقبیس۔ طور۔ قدس۔ ورقان۔ رضوی اور اُحد۔ ابن ابی شیبہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے
فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کوہِ طُور پہ جلوہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی سطوت اور عظمت سے چھ
پہاڑ اڑ گئے تین جن میں سے مدینہ منوّرہ پہ آن گرے اور تین مکّہ معظمہ پہ۔ جو مدینہ منوّرہ پہ
گرے وہ اُحد۔ ورقان اور رضوی ہیں اور مکّہ معظمہ کے حرا شبیر اور ثور ہیں۔ ورقان
مکّہ شریف کے راستہ پر مدینہ شریف سے چار ورید کے فاصلے پہ ہے جس کے متعلق مساجد

ماثورہ میں کچھ ذکر کر دیا گیا ہے۔ رضوی تیغ نامی مقام پر واقع ہے یہ بھی مسافت مذکور پر ہے اور شبیر منا کی پہاڑی کا نام ہے۔ ابن شبیبہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام بقصد حج اور عمرہ مکہ معظمہ میں آئے اور لوٹتے وقت مدینہ منورہ میں پہنچے جب وہ جبل اُحد پر پہنچے ناگاہ حضرت ہارون علیہ السلام کو پیامِ اجل پہنچا۔ آپ کا وصال ہو گیا اور اسی جبل اُحد میں دفن ہوئے۔ اب تک ان کی قبر اس جبل رفیع الشان پر مشہور ہے جس طرح اس مکان کرامت نشان کے بیان میں مورخین نے بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ اس جبل احد پر ایک مسجد ہے جسے بعض فقرار قرون لاحقہ نے تعمیر کرایا تھا اور سرورِ انبیاءؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صعود اس پہاڑ پر کہ کس طرف سے چڑھے تھے تحقیق نہیں ہوا۔ آپ کی نماز مسجد فتح قریب احد کی بابت ایک اثر وارد ہوا ہے لیکن وہ نماز جس کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ وہاں چھپے تھے وہ اور مقام ہے جہاں آدمی کے سر کا نشان ہے۔ علما کے نزدیک ایسے اثر سے جو اعتماد کے لائق ہو ثابت نہیں ہوا۔ خبر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو شہداء اُحد سے ہیں کی لاش پر کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی تھی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اور یہ دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ يَشْهَدُ اِنَّ هٰٓؤُلَاءِ شُهَدَاءَ یعنی اے اللہ بیشک تیرا عبد اور تیرا نبی شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ شہید ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم اُحد پر آؤ تو اس کے شہدار پر سلام کیا کرو جب تک زمین و آسمان قائم ہیں یہ اپنے سلام کا جواب دیتے جائیں گے اس کے بعد دوسری جگہ دوسرے شہداء پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ میرے اصحابی ہیں قیامت کے دن میں ان کی گواہی دوں گا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے اصحابی نہیں ہیں آپ نے فرمایا ہاں میرے اصحاب ہو لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کرو گے یہ تو دار دنیا سے سلامت ہو کر گئے۔ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب پر آئے دیکھا کہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے کان اور ناک کٹے ہوئے ہیں اور پیٹ پھاڑا ہوا اور جگر کو گم پایا۔ فرمایا کہ اگر صفیہ رضی اللہ عنہا کے غمگین ہونے کا فکر نہ ہوتا اور یہ کہ میرے بعد سنت ہو جائے گی تو میں اس کو

یونہی چھوڑ دیتا کہ جانور اور پرندے ان کو کھا جاتے اور مجھے اتنی مصیبت نہ پہنچتی اور مجھے ہرگز اس سے زیادہ غصہ و ناراضگی دلانے والی جگہ پہ کھڑا ہونا نہ پڑتا۔ اسی اثنا میں جبریل امین وحی الٰہی پہنچی مَکْتُوْبٌ فِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ اَسَدُ اللّٰہِ وَاَسَدُ رَسُوْلِہٖ یعنی اہالیان سبع سموات میں حضرت حمزہ اسد اللہ اور اسد رسول اللہ لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے انہیں چادر پہنانے کا حکم دیا اور نماز جنازہ ستر تکبیروں سے ادا فرمائی اور دفن کر دیئے گئے۔ شہدائے اُحد پر نماز جنازہ ادا فرمانے کے متعلق علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ ابو داؤد اور حاکم اپنی صحیح میں لاتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب اُحد کے دن ہمارے بھائیوں پر جو کچھ پہنچنا تھا پہنچا اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز جانوروں کی شکلوں میں تبدیل کیا کہ جنت کی نہروں پہ پہنچ کر پانی پیتے رہیں اور بہشت کے میوے کھاتے رہیں اور سونے کی قندیلیں جو عرش کے نیچے معلق ہیں ان میں جا کر ٹھہریں اور آرام کریں۔ ان شہیدوں نے عرض کیا کہ اے رب العزت کیا اچھا ہوتا کہ ہمارے بھائی جو دنیا میں ہیں انہیں ہمارے آرام اور آسائش کی خبر پہنچے تا کہ وہ بھی جہاد کی کوشش کریں اور اس بزرگ کام کے کرنے میں سستی و کسالت کو راہ نہ دیں۔ حضرت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری خبر میں ان کو پہنچا دوں گا۔ پھر آیت کریمہ نازل فرمائی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو چکے ہیں مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء اُحد کے قبور پہ تشریف فرما ہوئے تھے اور فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ تم پہ سلام ہو اس سبب سے کہ تم نے صبر کیا اور آخرت کا مسکن بہت اچھا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص ان شہداء سے گذرے اور ان پہ سلام کرے۔ یہ قیامت تک اس پہ سلام بھیجتے ہیں۔ ان شہداء اُحد اور بطور خاص قبر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک سے سلام کی آواز کئی بار سنی گئی ہے۔ اس کے متعلق سلف سے اخبار و آثار بہت ثابت ہوئے ہیں۔ قول صحیح کے مطابق شہداء اُحد کی تعداد ستر ہے۔ تاریخ

سمہودی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کا شمار موجود ہے اور ان کے مواضع قبور کی تعین میں بہت کوشش کی ہے۔ اب موجودہ زمانہ میں حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے مشہد کے غربی جانب ایک احاطہ کھینچا ہوا ہے اس میں قبور شہداء ہیں لیکن قبروں کی شکلیں نہیں بنی ہوئی ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین تین شہیدوں کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور فرمایا جس جس کو علمِ قرآن زیادہ ہے اس کو قبر میں پہلے اتارو۔ اخبار صحیحہ میں آیا ہے کہ چھیالیس سال کے بعد بعض قبور شہداء کو کھولا تو دیکھا کہ ان کے جسم پھولوں کے غنچوں کی طرح تر و تازہ شگفتہ اپنے کفنوں میں صحیح و سالم موجود تھے گویا انہیں کل ہی دفن کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ اپنے زخموں پہ رکھے ہیں جب ہاتھوں کو جدا کیا گیا تو ان سے تازہ خون جاری ہو گیا اور اگر ہاتھ کو اٹھا کر چھوڑ دیتے تو پھر زخم کی جگہ پہ پہنچتا۔ ان قبور شریفہ کے کھولنے کے عجیب واقعات سے ایک یہ تھا کہ بعض لاشوں کے دفن میں اس طرح خلط ہوا تھا کہ ایک رشتہ دار دوسرے کے پاس دفن ہو چکا ہے۔ تو لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اجازت صریح سے یا دلالت حال سے یا قیاس و اجتہاد سے ان لاشوں کو نکال نکال کر جدا دفن کرتے تھے اور قبروں کے کھل جانے کی وجہ سیل ہوتی تھی اور اکثر اس وجہ سے قبریں کھلیں کہ حضرت معاویہ نے اپنے زمانۂ امارت میں ایک نہر کھدوا کہ اسی مشہد مقدس کی طرف سے جاری کی تھی تو لاشیں کھل گئی تھیں تو ان کو نکال کر الگ جگہ دفن کر دیا تھا۔ امام تاج الدین سبکی شفاء الاسقام میں لاتے ہیں کہ جس وقت امیر معاویہ نے نہر نکالی تھی اور نقل شہداء کا اپنے مواضع قبور سے حکم دیا تھا۔ اس وقت ایک کدال حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک پر لگی جس سے خون جاری ہو گیا تھا اور نقل ہے کہ نہر کھودتے وقت ان کے عامل نے منادی کرائی تھی کہ امیر المومنین کی نہر آتی ہے جس کسی کا مردہ یہاں دفن ہوا ہے اور مردے کو اکھیڑ کر یہاں سے لے جائے۔ واللہ اعلم! بعض شہداء احد غیر احد میں بھی دفن ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ان میں سے جس کسی کا جہاں انتقال ہو وہیں دفن کیا جائے چنانچہ مالک بن سنان کہ اسی گروہ شہداء سے ہیں ان کا انتقال مدینہ کے اندر ہوا ان کو وہیں دفن کیا گیا جہاں اب مشہور ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اَللّٰھُمَّ احْشُرْنَا

نُمْرَتِہِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ اٰمین!

چودھواں باب

بیانِ فضائل زیارت سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو مقصدِ اعلیٰ و مطلبِ اقصائے مؤمنین و مُسلمین ہے۔ اور اثباتِ حیاتِ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام میں!

خداوند تعالیٰ تجھے ارشد اور اسعد بنائے۔ شان زیارت حضرت رفیع الشان رسول الانس والجان علیہ افضل صلوٰۃ الرحمٰن میں احادیث بہت آئی ہیں جن میں سے بعض تو صریح الفاظ زیارت قبر شریف و مرقد منیف کی مؤید ہیں اور بعض دیگر الفاظ وجوہ سے جو متضمن ثبوت اس مدعا و مؤکد حصول اس مطلب کی ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے جو احادیث صریحاً لفظ زیارت کی مؤید ہیں یہ احادیث ہیں کہ بطریق ثقات واقع ہیں اور صحیح ہیں اور اکثر مرتبہ حسن کو ثبوت پذیر ہوئی ہیں۔

پہلی حدیث۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پہ میری شفاعت واجب ہوگئی اس فضیلت پہ تخصیص زائرین ہے۔ باوجود اس کے کہ اس نعمت کی امیدواری سارے مومنین امّت کو ہے اور شفاعت سے مراد شفاعت خاص ہے کہ ان کو اس عمل سے کوئی خاص مرتبہ حاصل ہوگا کہ ان کے غیروں کو باوجود کثرت اعمال حسنہ کے وہ مرتبہ میسّر نہ ہوگا جس طرح اختصاص و امتیاز بعض اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بنسبت جمیع امّت کے ان کو تمام عمر میں سوائے ایک بار نظر جمال باکمال سرورِ انبیاء کا حاصل نہیں ہوا جو اس مدّعا کا آئینہ دار ہے۔ یہ کلام بشارت انجام اس امر کی مشعر ہے کہ زائر قبر شریف کے لئے شفاعت واجب اور دوسرے مرتبہ جواز پہ ہیں یا یہ کہ زائر کی موت دین اسلام پہ ہوگی۔ بہ برکت حضرت سیّد انام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور اس جہت سے وہ مستحق شفاعت ہوگا۔

دوسری حدیث۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ جو میری قبر شریف

کی زیارت کرے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

تیسری حدیث۔ مَنْ جَاءَنِیْ زَائِرًا لَا تَحْمِلُہٗ حَاجَۃٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی جو خالص میری زیارت کو آئے اور اسے سوائے اس کام کے دوسری کوئی حاجت نہ ہو مجھ پہ حق ہے کہ میں اس کا قیامت کے دن شفیع ہوں۔ یہ دونوں حدیثیں بلحاظ معنیٰ اور تعین کے حدیث اوّل کے حکم میں ہیں مگر تیسری حدیث میں شرط صدق و اخلاص کو ملحوظ رکھا گیا ہے کیونکہ جمیع اعمال و افعال میں اخلاص و صدق شرط اوّل ہے

چوتھی حدیث۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ جس نے حج کیا پس میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد گویا اس نے میری زندگانی میں زیارت کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری قبر شریف کی زیارت میری وفات کے بعد میری صحبت کا حکم رکھتی ہے اس حدیث کے لفظ حین حیات نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ثبوت صحتِ حیات کو واضح کر دیا ہے اس مسئلہ کی تحقیق بتفصیل اس باب کے اخیر میں ہو گی۔ اس حدیث کا مضمون کرامت مشحون حدیث اوّل کا مثبت و مؤید ہے کہ زائر قبر شریف ایک خاص فضیلت اور سعادت سے ممتاز ہے کہ دوسروں کو اس سے بہرہ نہیں چنانچہ صحابہ کرام کو اوروں پہ زیادتی فضل و وجوہ میں زائر صحابی کا حکم رکھتا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص خواب میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے کوئی حدیث سنے تو باوجود اس بات کے کہ آپ کو خواب میں دیکھنا حقیقت میں آپ ہی کا دیکھنا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس بیشک اس نے حق دیکھا لیکن وہ شرائع و احکام کا مثبت نہ ہو گا۔

پانچویں حدیث۔ مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ جس کسی نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی بیشک اس نے مجھ پہ ظلم کیا۔ یہ حدیث عدم حصول سعادت زیارت پہ وعید ہے کہ بعد حصول نعمت حج کے شرفِ زیارت کو بھی حاصل کریں کیونکہ آپ شفقت اور حرص ثواب امت پہ نہایت ہی شفیق ہیں۔

چھٹی حدیث۔ مَنْ زَارَنِیْ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا وَّشَہِیْدًا یعنی جو مدینہ

منورہ آکر میری زیارت کرے گا میں اس کا شفاعتی اور گواہ ہوں گا۔ کہتے ہیں کہ سفارش آپ کی گنہگاروں کے حق میں اور گواہی اہلِ اطاعت کے حق میں دیں گے۔ دوسری حدیث میں ہے مَنْ زَارَ قَبْرِیْ کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا وَّ شَہِیْدًا" جس نے میری قبر شریف کی زیارت کی میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

ساتویں حدیث۔ مَنْ زَارَنِیْ مُعْتَمِدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ مَاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَہُ اللّٰہُ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ جو شخص خالص میری زیارت کو آیا وہ قیامت کے دن میرے جوار میں ہوگا جو شخص حرم کعبہ یا مدینہ میں مرے گا وہ شخص قیامت کے دن عذاب سے مامون ہوگا۔

آٹھویں حدیث۔ مَنْ حَجَّ حَجَّۃَ الْاِسْلَامِ وَزَارَ قَبْرِیْ وَغَزَا غَزْوَۃً وَّ صَلّٰی فِیْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ لَمْ یَسْاَلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْمَا افْتَرَضَ عَلَیْہِ یعنی جس کسی نے حج اسلام کیا اور میری قبر شریف کی زیارت کی اور جنگ جہاد کی اور بیت المقدس میں نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے فرائض کا سوال نہیں کرے گا۔ یہ حدیث فضیلت حج اسلام و زیارت قبر سید انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جہاد با کفار و ادائیگی نماز اندر بیت المقدس کہ مقام ابرار و اخیار ہے۔ کے ذکر کو مشتمل ہے اور احتمال ہے کہ یہ جزا رخاص عدم پرسش فرائض مخصوص اجتماع ان جمیع امور کو ہے یا ان میں سے ہر ایک پہ بھی مرتب ہے۔ واللہ اعلم!

نویں حدیث۔ مَنْ حَجَّ اِلٰی مَکَّۃَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ کُتِبَتْ لَہٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ۔ جس نے مکہ شریف کا حج کیا پھر قصد کیا میری زیارت کا میری مسجد میں۔ اس کے واسطے دو حج مبرور لکھے جاتے ہیں۔ قصد زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسجد شریف سے مشرف ہونا حج مبرور و مقبول کے برابر ہے بلکہ حج کی قبولیت کا سبب ہے جو کہا گیا ہے اور جزا رحج مبرور جنت ہے جس طرح احادیث میں آیا ہے کہ حج مبرور وہ ہوتا ہے کہ جس میں ارتکاب محرمات و مناہی نہ کرے اور سمعہ و ریا کا اس میں دخل تک نہ ہو۔ یہ ضرور پروردگار کو قبول ہوتا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

دسویں حدیث۔ مَنْ زَارَنِیْ مَیِّتًا فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ حَیًّا مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ

شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ اُمَّتِیْ لَہٗ سَعَۃٌ ثُمَّ لَمْ یَزُرْنِیْ فَلَیْسَ لَہٗ عُذْرٌ

جس نے میری وفات کے بعد زیارت کی گویا اس نے میری زیارت حیات میں کی اور جس نے میری قبر شریف کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت یوم قیامت واجب ہو گئی اور جو شخص میری امت سے میری زیارت کی وسعت رکھتا ہو اور وہ نہ کرے اس پہ کوئی عذر نہیں۔ یہ حدیث، حدیث اوّل اور رابع کی مطابقت کی مویّد ہے اور حدیث پنجم کا خلاصہ ہے۔

گیارھویں حدیث۔ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَمَنْ لَمْ یَزُرْ قَبْرِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔

جس نے میری قبر شریف کی زیارت کی میری موت کے بعد پس گویا اس نے میری زندگانی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی بیشک اس نے مجھ پہ ظلم کیا۔ اسکا مضمون حدیث چہارم و پنجم کے مطابق ہے۔

بارہویں حدیث۔ حضرت امیرالمومنین سے ہے کہ مَنْ سَاَلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدَّرَجَاتِ وَالْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ زَارَ قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ جِوَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درجہ اور وسیلہ طلب کرے تو اس کے لئے آپ کی شفاعت قیامت کے دن واجب ہو گئی اور جس نے قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں ہو گا۔ اس حدیث کے حاصل معنیٰ اور ساتویں حدیث کے جزوِ اوّل کے معنیٰ ایک ہیں مگر اس میں ایک اور فائدہ زیادہ ہے کہ جو شخص آپ کے لئے درجہ اور وسیلہ طلب کرے تو وہ حضور کی شفاعت کا مستحق ہو گا۔ ہم نے یہ جتنی حدیثیں بیان کی ہیں ہر ایک حدیث کے طُرق متعدد ہیں اگر ان کو جدا جدا ذکر کریں تو احادیث کے اعداد اس سے زیادہ ہو جائیں گے جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں جیسا کہ سیّد علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے۔

فصل۔ حیاتِ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام۔

یہ حدیث اُن جملہ احادیث شریفہ سے ہے جو دربارہ اثبات حیات انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام بعد از عموم نصوص قرآنی جو دربارہ اثبات حیات زمرۂ شہداء و مقاتلین فی

سبیل اللہ ہے جس کو ابو یعلیٰ نے بنقل ثقات روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ یعنی انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ نمازیں ادا فرماتے ہیں اور جو حدیث مخصوص اثبات حیات سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں واقع ہوئی یہ ہے کہ بہت معروف و مشہور ہے مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ کوئی ایسا نہیں کہ مجھ پر سلام بھیجے مگر اللہ تعالیٰ میری روح پاک میری طرف لوٹاتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں لیکن علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ بات فضیلت جواب سلام ہر شخص کو حاصل ہے جو شرف سلام سید کائنات علیہ افضل التسلیمات سے مشرف ہوا ہے خواہ زائر قبر شریف ہو یا غائب کہ جس مکان میں ہو یا یہ فضیلت مخصوص بزائر قبر شریف و مکان منیف ہے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ فضیلت مخصوص زائران و حاضران روضہ مبارک کے لئے ہے۔ اس روایت کے قرینہ کے مطابق جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ یعنی نہیں کوئی ایسا کہ میری قبر شریف کے پاس آ کر سلام عرض کرے۔

مگر تحقیق کلام جس طرح بعض فضلائے متاخرین سے منقول ہے یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام پر سلام عرض کرنا دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ اس سے قصد جناب ذوالجلال عز اسمہٗ سے دعا و سوال برائے نزول سلام و درود و رحمت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ خواہ وہ بلفظ خطاب یا بصیغہ غیب ہو خواہ عرض کنندہ حاضر درگاہ ہو یا غائب جیسے کہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یہ ایسی قسم ہے کہ بعض علماء نے اس کو مخصوص جناب رسالت کیا ہے اور اس کا اطلاق غیر سے منع کیا ہے۔ سوائے طفیل و تحیت کے۔ دوسری قسم جس سے مقصود تحیت و اکرام ہے کہ زائر قبر شریف کے پہنچنے کے بعد کہتے ہیں جس طرح داخل مجلس ہونے والا اہل مجلس پر سلام کہتا ہے یہ کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ سلام شریعت ہے جو مستدعی و مستوجب جواب ورد السلام ہے ہر مسلمان کے لئے خواہ وہ بالمشافہ کہتے یا بالواسطہ قاصد و نائب بھیجے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اس واجب کی ادائیگی میں احق و اولیٰ ہیں۔ اگر یہ حکم رد سلام دوسری طرح بھی ثابت ہو جائے تو بعید نہیں۔ امتیاز نوع ثانی شرف قرب ثبوت تشریف خطاب تھا

دوسری حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتا ہے کہ تیری امت سے جو کوئی تجھ پر ایک بار درود وسلام بھیجے گا میں اس پر دس بار سلام بھیجتا ہوں۔ یہ مخصوص نوع اوّل سے بظاہر متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے کہا ہے۔ نسائی صحیح اسناد سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا کہ وہ زمین پر سیاحت کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ غائب شخص کے حق میں ہے مگر جو حاضر درگاہ ہیں ان کے لئے ایک دوسری حدیث دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کا سلام سنتے ہیں اور بنفس نفیس اس کا ردّ سلام فرماتے ہیں چنانچہ حدیث سابق اس کی دلیل ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِی قَبْرِیْ رَدَدْتُ عَلَیْہِ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِی مَکَانٍ آخَرَ بَلِّغُوْا فِیْہِ یعنی جو شخص مجھ پر آکر درود پڑھے اس کا جواب میں خود دیتا ہوں اور جو شخص کسی دوسری جگہ مجھ پر درود بھیجے تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے اور دوسری حدیث جو اس حال پر دلالت کرتی ہے کہ ایک فرشتہ موکل کیا گیا ہے کہ آپ پر سلام پہنچاتا ہے اور آپ متکفّل اس کے جواب کا ہوتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مَا مِنْ عَبْدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ اِلَّا وَکَّلَ اللّٰہُ بِھَا مَلَکًا یُبَلِّغُنِیْ وَکُفِیَ اَجْرَ اٰخِرَتِہٖ وَدُنْیَاہُ وَکُنْتُ لَہٗ شَھِیْدًا اَوْ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے میری قبر شریف کے قریب مگر یہ کہ موکّل کرتا ہے اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ جو مجھے وہ سلام پہنچاتا ہے اس کے لئے اس اجرِ دنیا میں یہی کافی ہے کہ میں اس کا گواہ اور شفیع قیامت کو ہوں گا۔

ان احادیث میں وجہ مطابقت یہ ہوسکتی ہے کہ سنت اللہ یہی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں ایک موکّل فرشتہ کے ذریعہ غلاموں کے سلام پہنچیں جس طرح بادشاہوں کی بارگاہ میں قاعدہ ہے مگر اس کے باوجود بعض بندگان خاص اور مقربان درگاہ بلکہ تمام شکستہ دلاں کے درود وسلام کو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بنفس نفیس بھی سنتے اور جواب کلام سے مشرف ومکرم فرماتے ہیں فَیَا حَبَّذَا سَعَادَتُ مَنْ فَازَ بِذَالِکَ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ پس کیا خوش قسمتی ہے اس کی جو اس کو پہنچے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا عنایت فرماتا ہے

ہمہ خواہند ترا تا تو کرا می خواہی

سب تجھے پہچانتے ہیں مگر تو کس کو چاہے اور عبدالحق جو آئمہ حدیث کے اکابرین سے ہیں۔ احکام صغریٰ میں صحیح اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے اس بھائی کی قبر سے گذرے جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا اور سلام کرے کہ وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور ابن عبدالبرؒ نے اس حدیث کو روایت کر کے اس کی تصحیح فرمادی ہے اسی طرح ابن تیمیہ نے بھی اسے تھوڑے سے فرق سے بیان کیا ہے۔ امام عبدالحق نے کتاب عافیت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُوْرُ قَبْرَ اَبِيْهِ فَيَجْلِسَ عِنْدَهٗ اِلَّا اسْتَأْنَسَ بِهٖ حَتّٰى يَقُوْمَ کوئی ایسا آدمی نہیں کہ اپنے باپ کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھ جائے مگر یہ کہ وہ اُنس کرتا ہے اس سے یہاں تک کہ وہ اٹھے۔

ابن ابی الدنیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے آشنا کی قبر سے گذرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اگر وہ اس کو سلام کرے تو وہ اس کا جواب بھی دیتا ہے۔ البتہ سمہودی کہتے ہیں کہ اس بارہ میں کافی احادیث وارد ہوتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ایک مومن عوام کی یہ حالت متحقق ہے تو سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو کیا کہنا بازری توثیق عمری الایمان میں سلیمان بن سحیم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ جو آپ کی زیارت کو آتے ہیں اور آپ پر سلام کرتے ہیں آپ ان کا سلام سنتے ہیں تو آپ نے فرمایا نَعَمْ ہاں وَاَرُدُّ عَلَيْهِمْ میں ان کا جواب بھی عنایت فرماتا ہوں اور ابن نجار ابراہیم بن بشار سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایام حج میں زیارت سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آیا جب میں قبر شریف پر پہنچا اور سلام کیا تو اندر سے میں نے سنا کہ فرماتے ہیں وَعَلَيْكَ السَّلَامُ اور اس طرح اولیا وصلحاء امت سے بہت ہی منقول ہے حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد وفات کے علماء میں اتفاق ہے اس میں شک نہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں ایک ایسی زندگانی سے جو حیات شہداء سے جو قرآن میں مذکور ہے کامل تر اور حقیقت تر ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سیدالشہداء ہیں اور شہداء کے اعمال آپ

کے میزان میں ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ عِلْمِی بَعْدَ وَفَاتِی کَعِلْمِی فِی حَیَاتِی رواہ الحافظ المنذری
وابن عدی فی الکامل - یعنی میرا علم میری وفات کے بعد میری زندگانی کے علم کی طرح ہے اور ابو یعلی
ثقات حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِی قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں ادا فرماتے ہیں اور بیہقی انس بن مالک رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اَلْاَنْبِیَاءُ لَا یُتْرَکُوْنَ فِی قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً وَلٰکِنَّهُمْ
یُصَلُّوْنَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ حَتّٰی یُنْفَخَ فِی الصُّوْرِ - کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں - نمازیں ادا فرماتے ہیں اور بیہقی انس بن مالک رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہیں کہ اَلْاَنْبِیَاءُ لَا یُتْرَکُوْنَ فِی قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً وَلٰکِنَّهُمْ یُصَلُّوْنَ
بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ حَتّٰی یُنْفَخَ فِی الصُّوْرِ انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں چالیس رات کے بعد نہیں
چھوڑا جاتا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں نمازیں ادا فرماتے رہتے ہیں - یہاں تک کہ صور میں پھونکا
جائے - بیہقی کہتے ہیں کہ اگر یہ صحت کو پہنچ جائے کہ یہ الفاظ حدیث کے ہیں تو مراد یہ ہے کہ حیات
انبیاء علیہم السلام قبور میں ہمیشہ ہے لیکن چالیس روز و رات کی تعین میں ان کو نماز وغیرہ کی طاقت
نہیں ملتی اور یہ بھی بیہقی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات پہ دلائل صحیحہ سے بہت واقع
ہوئی ہیں - اس ذکر کے بعد ایک حدیث جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسیٰ
علیہ السلام کی قبر شریف کے پاس سے گذرے اور آپ نے ان کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور اس
کے سوا اور احادیث بھی ذکر کئے ہیں جن سے آپ کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کرنا اور ساتھ
نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور بیہقی کہتے ہیں کہ ان سب حدیثوں کی بنا اس بات پہ ہے کہ حق سبحانہٗ
تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پہ بعد ان کی موت کے ارواح شریفہ کو پھیر دیتا ہے اور مثل شہیدوں کے
یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں - اس کے بعد صاعقہ نفخہ اولیٰ بحکم نص قرآنی فَصَعِقَ مَنْ فِی
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پس بے ہوش ہو جائیں گے وہ جو آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہیں -
بھی راہ پائے گا اور یہ لازمی نہیں کہ وہ بھی ہر طرح سے موت ہے مگر یہ حالت اس معنی کو مستلزم
ہے کہ ہوش جاتا رہے گا اور بعض کہتے ہیں کہ شہداء بحکم خداوند سبحانہٗ کہ فرماتا ہے اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ

کی قید لگا کر ان کو جدا کر لیا ہے نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ افضل ایام یوم جمعہ ہے۔ اس دن مجھ پر بہت درود شریف بھیجا کرو کہ تمہارا درود شریف مجھ پہ پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح عرض ہوگا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو گئے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا حق سبحانہ وتعالیٰ نے زمین پہ حرام کر دیا ہے کہ وہ اجساد انبیاء علیہم السلام کو کھائے اور بزار نے رجال صحیح سے روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پہ سیّاح فرشتے ہیں جو اعمال امت آپ کو پہنچاتے رہتے ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری وفات بہتر ہے تمہارے لئے اس لئے کہ تمہارے اعمال مجھ پہ عرض کئے جائیں گے جو اچھے ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو برے ہیں تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ استاد منصور بغدادی کہتے ہیں کہ محققین متکلمین اس بات پہ ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد وفات زندہ ہیں امت کی اطاعت سے مسرور ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم مبارک قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے۔ بیہقی کتاب الاعتقاد میں کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح بعد قبض ہونے کے انہیں واپس لوٹا دیے جاتے ہیں اور یہ شہداء کی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ایک جماعت سے شب معراج کو اجتماع اور ملاقات فرمائی تھی اور صاحب تلخیص شافعیہ کہتے ہیں کہ جو مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باقی رہ گیا ہے وہ آپ کی ملکیت میں باقی ہے جس طرح وہ آپ کی حالت حیات میں تھا وہ وراثت کے طور پہ منتقل نہیں ہو سکتا جس طرح دوسرے اموات کا ہوتا ہے۔ اس کی سبیل یہ ہے کہ اس کو آپ کے عیال میں خرچ کیا جائے اس میں میراث کی تقسیم کا اعتبار ملحوظ نہیں اور اس کو آپ کے خصائص سے شمار کیا گیا ہے اور امام الحرمین نے اس قول کی تصحیح کی ہے کہ یہ موافق سیرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال چھوڑا تھا انتہیٰ اور ان آئمہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ احکام دنیا بھی ثابت ہیں۔ پس ان حضرات سلام اللہ علیہم اجمعین حیات شہداء سے اخص اکمل و اتم ہے چنانچہ مذہب مختار و منصور ہے اور کلام بیہقی بعض مواضع میں اس بات کی طرف بھی ناظر ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام مثل حیات شہداء ہے۔ اس سے مراد فقط تشبیہ ہی ہے اصل حیات

ہیں اور جمیع خصوصیات میں رفع استبعاد نہیں اور جو کچھ بعض علماء نے اس مقام پر نزاع کیا ہے کہ مراد اس حیات سے وہ حیات ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے شہداء کے لئے فرمایا ہے اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ وارد نہیں کی جاسکتی کیونکہ شہید پہ احکام موت مثل انقطاع ملک وغیرہ تو جاری ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ امام پر تعجب ہے خود تو کہتے ہیں کہ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَنْ کَذَا النِّسْوَۃِ وَ مَاتَ وَھُوَ رَاضٍ مِنَ الْعَشَرَۃِ کہ وصال پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی بیویاں چھوڑ کر اور آپ نے وصال فرمایا اپنی امت کے دس آدمیوں سے بہت راضی ہو کر جب آپ کی نسبت موت سے کی جاتی ہے تو پھر حیات کا واقعہ ہی کیا! امام زرکشی فرماتے ہیں کہ تعجب کا مقام ہی نہیں کیونکہ مَاتَ فَاَحْیَاہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ آپ نے وصال فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا اور شہرستانی غایۃ المرام میں کہتے ہیں وہ امام الحرمین سے نقل فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور لوگ جو صلوٰۃ وسلام آپ پہ بھیجتے ہیں آپ سنتے ہیں امام سبکی رحمتہ اللہ علیہ شفاء السقام میں کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت ہمیشہ کی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ذائقہ موت واجراء سنت کے بعد آپ کو زندہ فرما دیا ہے اور انتقال ملک اس موت سے مشروط ہے جو ہمیشہ کی ہو یہ حیات شہیدوں کی حیات سے اعلیٰ واکمل ہے اور اس کا ثبوت روح کے لئے بے اشتباہ ہے۔ رہا جسم مبارک احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور روح کا جسد کو لوٹ آنا بھی جمیع اموات کے لئے ثابت ہو چکا ہے اس میں شہید غیر شہید کا سوال نہیں ہو سکتا۔ کلام تو فقط رُوح کے پھر آنے کے بعد باقی رہنے میں ہے۔ اسی طرح بدن اس سے پھر زندہ ہو جاتا ہے جیسے دنیا میں زندہ تھا یا بے جسم بے رُوح کہ زندہ رہتا ہے اور یہ اس کی قدرت اور مشیت الٰہی پہ منحصر ہے۔ اہل سنّت والجماعت کے نزدیک یہ امر عادی ہے کہ زندگی رُوح کی ایک گونہ ملازم ہے یہ امر عقلی نہیں اس لئے عقل کے نزدیک یہ جائز ہے پس اگر اس پہ کوئی دلیل سمعی صحت کو پہنچے تو اس کا اعتقاد واجب ہو جائیگا۔ علماء کا ایک گروہ اس کا قائل ہے اور اس کا اثبات کیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر شریف میں نماز ادا کرنا اس کا مثبت ہے اس لئے کہ نماز بغیر بدن کے ہو ہی نہیں سکتی جو محل حیات ہے اور اسی طرح جو صفات مذکور ہوئی ہیں معراج شریف کی رات کو اور انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب ہیں وہ سب

صفاتِ جسم ہی کی ہیں انتہیٰ۔ تنبیہ جاننا چاہیئے کہ تمام اہلِ سنت والجماعت اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام موتیٰ کو ادراکات مثل علم و سمع وغیرہ حاصل ہے۔ یہ تمام بات امور اموات کو عموماً اور انبیاء علیہم السّلام کو خصوصاً حاصل ہیں اور احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مردہ قبر میں پھر زندہ ہوتا ہے مگر یہ بات کسی حدیث میں بھی نہیں وارد ہوئی کہ عود حیات کے بعد دوسری بار پھر موت بھی آتی ہے بلکہ اسے نعیم قبر و عذاب کا ادراک تو قیام قیامت تک رہتا ہے اس میں قطعاً شک نہیں کہ ادراک شرطِ حیات ہے لیکن کفایت کرتی ہے اس کے اجزا سے کسی ایک جزو کو گو جس سے اس کا جثہ قائم نہ ہو جس طرح کہ دنیا میں قائم تھا باوجود استغنا سے غذا کے برائے حصول قوت قعود عالم میں کیونکہ غذا جسم کے ایک عادی ہے جس کا جسم محتاج و مشروط ہے لیکن حق تعالیٰ قادر ہے کہ اس کے بغیر بھی زندہ رکھے اور جسم کے لئے بعض کچھ ایسے احوال پیدا فرمادے کہ بدن اسی طرف توجہ بھی نہ کرے اور غذا کی احتیاج بھی نہ رہے یا بعض کیفیات بدن میں ایسے پیدا کردے کہ جس کی وجہ سے غذا کی احتیاجی تک بھی نہ رہے جس طرح دنیا میں بعض احوال خوشی فرح و سرور یا غم و حزن کی وجہ سے آدمی کو مدّت تک کھانے پینے کی احتیاجی نہیں پڑتی بلکہ یاد تک بھی نہیں پڑتی۔ اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ حیات کھانے پینے سے ہوتی ہے تو دلیل حصر نہیں جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کھانے پینے کو حیات کا سبب ٹھہرایا ہے اسی طرح اور اسباب بھی اس کے پاس ہوں کہ جن پر بقائے ابدان منوط ہو اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

قدوۃ المحققین کمال الدین بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ مسایرہ میں فرماتے ہیں کہ اہلِ حق کے اتفاق کے بعد کہ روح قبر میں اس قدر اعادہ کرتی ہے کہ جس سے مردہ نعیم و عذاب کو قبر میں ادراک کرسکتا ہے۔ بہت سے اشاعرہ و حنفیہ نے روح کے اعادہ میں تردد کیا ہے۔ روح و حیات کے تلازم کو منع کیا ہے اس کے علاوہ عادت الٰہی اس پر جاری رہی ہے کہ حیات کا بقا روح سے ہوتا ہے ورنہ دراصل امکان حیات و قدرت پروردگار عزّ شانہٗ اجسام کے احیاء بلا قیام ارواح کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔ پس بعض علمائے حنفیہ اس امر کے قائل ہیں کہ جسد میں وضع روح ہوتی ہے اور بعض قائل ہیں کہ اتصال روح مٹی کے ساتھ ہوتا ہے اور روح مٹی کا جسم دونوں الم میں گرفتار ہوتے ہیں انتہیٰ۔

فصل: جاننا چاہیئے کہ حیات انبیاء علیہم السّلام اور ان کی اس صفت کے ثبوت اور ترتیب آثار و

احکام میں کسی شخص کو علماء میں سے اختلاف نہیں ہے سوائے اس کے کہ آیا ان حضرات کا وجود اپنی قبور میں مستقر و قرار پذیر ہے یا کیونکر، بعض علماء نے استقرار کی بابت کلام کیا ہے چنانچہ شیخ علاء الدین قونوی جو علمائے شافعیہ کے محققین سے ہیں کہتے ہیں کہ جو کچھ مجھ پہ ظاہر ہوا یہ ہے کہ" اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور مقدس میں موجود زندہ ہیں ایسی حیات سے جو وفات سے پہلی تھی کچھ فرعی مسئلہ نہیں ہے"، کہ اس میں دلائل ظنیہ غیر قطعیہ پہ اکتفا کیا جا سکے اور یقینی مشاہدوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس حضرات کی پہلی حیات زوال پذیر ہو چکی ہے اور اس کے عود کے لئے کوئی دلیل قاطع و حجّت ساطع درکار ہے کہ جس پہ اعتقاد کیا جا سکے اور جس پہ ہمارا اعتقاد ہے کہ یہ حضرات علیہم السلام پروردگار جلّ جلالہٗ کے ہاں عالم حیات میں ہیں ایک ایسی حیات سے جو متعارف حیات سے اکمل و اشرف و اعلیٰ ہے اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم رفیق اعلیٰ کے ساتھ سمٰوات عُلا میں نزد سدرۃُ المنتہیٰ عِندَ ھَا جَنَّۃُ الماْویٰ میں موجود ہیں اور یہ حالت قبر شریف میں مقیم ہونے سے افضل و اکمل ہے اگرچہ بمقتضائے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ثابت ہے کہ مومن کی قبر تا حدِ نگاہ وسیع اور فراخ کر دی جاتی ہے مگر قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وسعت حد تو معلوم نہیں کی جا سکتی لیکن آپ کا جنّت اعلیٰ میں رہنا کہ جس کا عرض سمٰوات و ارض ہے اکمل و اعلیٰ ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو چالیس روز کے بعد اپنی قبر شریف میں نہیں چھوڑا جاتا اور یہ حضرات اپنے ربّ کے حضور میں تا نفخ صور نماز پڑھتے رہتے ہیں اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ میں اپنے ربّ کے نزدیک گرامی تر ہوں اس بات سے کہ مجھے تین روز قبر میں چھوڑے۔ پس ظاہر ہوا کہ قطعیت انبیاء علیہم السلام کی قبور شریفہ میں زندہ موجود رہنے کی جیسا کہ پہلے حیات کے تھے متعذر ہے۔ مگر موسیٰ کا قبر میں نماز پڑھنا ہمیشہ قبر میں رہنے پہ دلالت نہیں کرتا اور کیونکر دلالت کرے حالانکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے آسمانوں میں ملاقات فرمائی تھی۔ پس وجہ توفیق ان دونوں احادیث کی یہ ہے کہ یہ حضرات اس کے باوجود آسمانوں پہ رہتے ہیں مگر کبھی کبھی اور جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں خواہ قبر ہو خواہ کوئی اور مقام اس جگہ یہ لازم نہیں آتا کہ قبروں میں ہمیشہ رہتے ہیں یہی کچھ کلام قونوی ہے اس سے یہی

معلوم ہوتا ہے کہ قونوی کو انبیاء علیہم السلام کے قبور شریفہ میں موجود رہنے میں تردد ہے لیکن اصل مُدعا ثبوت حیات ہے لیکن حیات نزد پروردگار عزّ اسمہٗ مسلّم و مقرر ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ دلیل قطعی کہ نصّ قرآن ہے سے ثابت ہے چنانچہ وجود بعد از ابراؔ و کلام کہتے ہیں کہ دوسری قسم کی حیات کے اثبات میں جو اس حیات کی مغایرہ حیات متعارفہ ہے جو کھانے پینے پہ موقوف نہیں کسی طرح کی نزاع و تردد کا باعث نہیں۔ پس حاصل یہ ہوا کہ خلاف فقط صرف اس بات میں ہے کہ آیا ابدان شریفہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں ہمیشہ مقیم ہیں یا نہیں ؟ بعد از ثبوت اصل حیات جانبین کے ہاں دلیل قطعی یا غیر قطعی با بت استمرار یا عدم استمرار کچھ بھی نہیں ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے ابدان شریفہ ہمیشہ قبور میں نہیں رہتے ان کی دلیل یہ دو حدیثیں ہیں۔ ۱۔ اَلْاَنْبِیَاءُ لَا یُتْرَکُوْنَ ۲۔ وَاَنَا اَکْرَمُ عَلٰی رَبِّیْ۔ الخ الحدیثیں اور قائلین رہائش وجود مبارکہ انبیاء علیہم السلام بقبور شریفہ کی دلیل یہ دو حدیثیں ہیں ۱۔ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ اور دوسری رَاَیْتُ مُوْسٰی مُصَلِّیًا۔ الخ مذکورہ ہیں بموجب اصول حدیث اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا یعنی جب دو حدیثیں متعارض ہوں تو دونوں کو ساقط کر دیا جاتا ہے اس میں قطعاً شک نہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو قبور میں رکھا جانا معائن اور مشاہد ہے اور اصل اپنے حال میں باقی رہتا ہے اور اس وقت تک منتقل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے خلاف دلیل قطعی ثابت و قائم نہ ہو۔ اب یہاں حقیقتہً کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی پس ثابت ہوا کہ جس حیات کی قطعیت ثابت ہوتی ہے وہ قبور میں ہوگی نہ سمٰوات میں واللہ اعلم ! اور محققین اہل حدیث اور ان کے شراح اس بات پہ ہیں کہ اَلْاَنْبِیَاءُ لَا یُتْرَکُوْنَ وَکَذَالِکَ تا اَکْرَمُ عَلٰی رَبِّیْ اِلٰی اٰخِرِھَا صحت کو نہیں پہنچی ہیں اور پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی ہیں اور ان حدیثوں کے راویوں میں سے کوئی تو سوء حفظ سے مطعون ہے اور کوئی اس سے بھی زیادہ مطعون ہے اور اگر یہ حدیثیں صحیح بھی ہوں تو ان کی تاویل یہ ہے کہ مراد ترک سے عبادت سے بے شغل رہنا ہے اور بعد گزرنے مدت کے بھی قبر ہی میں مشغول نماز و طاعت حق تعالیٰ و تقدس ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل میں آیا ہے کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں کہ بعد تین روز کے اپنی قبر سے اٹھایا نہ جائے سوائے میرے کہ میں

نے اپنے پروردگار تعالیٰ سے اپنی امت میں تا قیامِ قیامت رہنا مانگ لیا ہے تاکہ میری امت بحکم وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ. اللہ تعالیٰ ان کو عذاب اس وقت نہیں دے گا جب تک تو ان میں رہے. نزولِ بلا و حلول عذاب سے مامون و مصئون ہوں اور موجب سیاق اس حدیث کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استمرار و استقرار قبر میں بحقیقت حیات حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ حاصل ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کو اصل حیات عند اللہ تعالیٰ ثابت ہے جس پر سب کا اتفاق ہے. واللہ اعلم!

روایت ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو محاصرہ میں لیا. تو بعض اصحاب نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مصلحت یہ ہے کہ آپ اہل شام سے جا ملیئے تاکہ اس بلا سے آپ کو نجات مل جائے. فرمایا میں ہرگز ہرگز روا نہ رکھوں گا کہ اپنی دار الہجرت سے جدائی حاصل کروں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہمسائیگی کو چھوڑ دوں اور قضیہ سماع سعید بن المسیب ایام واقعہ حرّہ میں حجرہ شریفہ سے آواز آذان کی تین دن تک سننا مشہور ہے. مگر وہ کہ قونوی نے جس کو تفصیل و ترجیح دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا بہشت میں رہنا قبر مبارک کے رہنے سے افضل و اشرف ہے. اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک ادنیٰ مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے. تو ضروری ہے کہ قبر شریف سید المرسلین افضل ریاض الجنت ہوگی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تصرف و نفوذ سے قبر شریف ایسی حالت پیدا ہو گئی ہے کہ سموات و ارض اور جنات سے حجاب اٹھ گئے ہوں اس کے بغیر کہ آپ اس جگہ سے نقل فرمائیں کیونکہ امور آخرت واحوال برزخ احوالِ دنیا پہ قیاس نہیں کیے جا سکتے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا قبر مبارک میں نماز پڑھنا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ملاحظہ فرمانا منقول ہے اور قونوی نے انہیں آسمان کا واقعہ بتلایا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام باوجود اپنے استقرار پہ سمٰوات کے کبھی کبھی اپنی قبور شریفہ میں بھی انتقال فرما لیتے ہیں جو کوئی ان کے استقرار کا دعوٰی قبور میں ہونے کا کرتا ہے. اس کے عکس کی طرف جاتا اور کہتا ہے کہ باوجود اپنے قبور میں برقرار رہنے کے بعض اوقات اپنی قوّت نفوذ سے جو ان کو دی گئی ہے سمٰوات پہ بھی عروج کر جاتے ہیں یا یہ کہہ سکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انبیاء علیہم السّلام کو قبروں میں اپنے مرور کے وقت آسمانوں سے دیکھنا جس ترتیب سے کہ مذکور ہے تو

اس صورت میں حال فاعل سے پڑا نہ مفعول سے پس استقرار آسمان میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفت ہے نہ صفت انبیاء علیہم السّلام کی۔ اگرچہ یہ تاویل خلاف ظاہر ہے اور شیخ ابن ابی حمزہ بہجہ میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا انبیاء علیہم السّلام کو شب معراج میں آسمانوں پہ دیکھنا چند وجوہ پر ہے۔ اوّل یہ کہ ان کو آپ نے آسمانوں پہ سے ان کی قبور میں دیکھا ہو اور جائز ہے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس قسم کی قوت بصر عنایت فرمائی ہو۔ اس کے مطابق کہ آپ نے فرمایا رَأَیْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فِی عَرَضِ هٰذَا الْحَائِطِ یعنی میں نے جنّت اور نار کو اس حائط کے عرض میں دیکھا اور یہ دو وجہ کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جنّت اور نار کو ایک ہی جگہ سے ملاحظہ فرمایا ہو جیسے کوئی کہے کہ رَأَیْتُ الْهِلَالَ مِنْ مَنْزِلِیْ مِنَ الطَّاقِ وَالْمُرَادُ مَوْضِعُ الطَّاقِ یعنی دیکھا میں نے ہلال کو اپنی منزل کے طاق سے۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صورت جنت و نار عرض حائط میں متمثل کر دی ہو اور قدرت دونوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انبیاء علیہم السّلام کے اجساد کو نہ دیکھا ہو بلکہ ان کے ارواح کو ان ہی کی شکل میں دیکھا ہو۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ قادر مطلق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعظیم کی خاطر انبیاء علیہم السّلام کو قبروں سے اٹھا کر آسمانوں پہ لے گیا تھا ان کی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بشارت وانس حاصل ہو یا کوئی اور امر منظور ہو کہ ہم کو اس پہ اطلاع نہیں یہ ساری وجہیں محتمل ہیں اور ان میں سے کسی کو دوسری پہ رجحان نہیں اور قدرت کاملہ کل کی صلاحیت رکھتی ہے انتہیٰ۔ اور جو کچھ دلائل و واقعات وجود اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قبر مبارک میں رونق افروز ہونے پہ دلالت کرتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ **سُلطان سعید نورالدّین شہید** کا واقعہ ہے جو ۵۵۷ھ کو واقع ہُوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کو ایک رات خواب میں تین بار خبر دی کہ چند ایک نصرانی آپ کی قبر شریف کی بابت تصور خبیث کئے ہوئے ہیں اور اس کا ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ طیبہ کو پہنچنا اور دونوں ملعونوں کو گرفتار کرنا اور پھر ان کو جلوا دینا اور پھر حجرہ شریف کے ارد گرد خندق کھدوانا اور پھر اس کو سیسہ سے پانی تک بھروانا وغیرہ وغیرہ جس کا ذکر مفصّل ہم نے درمیان فضائل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں بیان کیا ہے اس قصّہ کو جمیع موٴرخان مدینہ منوّرہ مثلاً شیخ جمال الدّین مطری و مجدّ الدّین فیروز آبادی

وغیرہ علمائے اعلام نے ذکر کیا اور تصحیح کی ہے۔ امام عبداللہ یافعی سلطان مذکور کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ کہ وہ بعض عرفائے شیوخ سے تھے۔ بعض نے کہا کہ سلطان نور الدین چالیس اُولیا اور اس کا صلاح الدین تین سُو میں سے شمار کیا گیا ہے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ میں نے تواریخ ملوک کو تتبع کر کے دیکھا تو خلفائے راشدین اور عمر بن عبدالعزیز رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد بادشاہ سلطان نور الدینؒ کے برابر کسی کو نیک سیرت نہیں پایا اور ہمیں تعجب ہے کہ اس کے ترجمہ میں اس کے قصّہ کو ابن اثیر نے ذکر کیوں نہ کیا۔ واللہ اعلم!

جاننا چاہیئے کہ علامہ قونوی بعد تردّد وجود انبیاء در قبور کے کہا ہے کہ یہ گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ ان حضرات کی توجہ اپنی قبور مقدسہ سے منقطع ہو چکی ہے اور ان کا تعلق ابدان سے مرتفع ہو چکا ہے بلکہ ان کے اور ان کی قبور شریفہ کے درمیان ایک ایسا خاصہ تعلق ہمیشہ کے لئے ثابت ہے کہ اتنا دوسرے مقامات میں ثابت نہیں اور اسی طرح تمام قبور مومنین اور ان کے ارواح کے درمیان ایک خاص نسبت ہمیشہ قائم ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے زائر کو پہچان لیتے ہیں اور جواب سلام دیتے ہیں جس کی دلیل تمام اوقات میں زیارت کا استحباب مذکور ہے اس کے بعد بہت احادیث نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ سب احادیث اس بات پہ دلالت کرتی ہیں کہ مردوں کو ادراک سمع حاصل ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ سمع ایک ایسی صفت ہے جو مشروط بحیات ہے۔ پس تمام مُردے زندہ ہیں لیکن ان کی حیات حیات شہداء سے کم ہے اور حیات شہداء سے حیاتِ انبیاء علیہم السلام کامل تر ہے۔ اس بارہ میں تحقیق و مختار جمہور علماء وہی ہے جو تاج الدین سبکی نے نقل کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل!

فصل

جب سلسلۂ کلام و تحقیق این مرام حقیقت نظام یہاں تک پہنچا۔ تو بعض خدشات کے متعلق جو موجبِ تکمیل و تتمیم مقصود تھے ان کی تشریح لازمی سمجھتے ہوئے تفصیلاً و اجمالاً پیش کرنا موزوں خیال کرتا ہوں۔

بحث اوّل۔ بابت حدیث اِلّاَ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ۔ یہ عقدہ بڑا مشہور ہے کہ جب کوئی امتی آپ پہ سلام عرض کرتا ہے تو آپ کی رُوح پاک صرف جواب کے لئے جسم پاک میں لوٹ آتی ہے اور پھر اس سے حیات دائم اور ہمیشگی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ اگر حیات

دائم و مستمر ہوتی تو سلام کے وقت لوٹ آنے روح مبارک کے کچھ معنے نہ ہوں گے کیونکہ اس کے معنی یہی ہیں کہ سلام کے وقت روح مبارک لوٹ آتی ہے جو حادث بہ دسلام ہے جو آب اس اشکال کا جواب علماء نے کئی طرح سے دیا ہے چنانچہ **پہلا جواب** یہ ہے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ میری روح کو مجھ پہ پھیر لایا کہ میں ردّ سلام کروں اور بعض طلبا لبسبب رعائت قواعد نحو کرتے ہیں جس کا حاصل لزوم اقتران حال ہے زمان فعل کے ساتھ اس وقت کہ وہ اس بات کی کلام چاہتا ہے کہ رد سلام اور اعادہ آپ کی روح مبارک امتی کے سلام کے وقت سے مقارن ہو اس کے پہلے نہ ہو۔ یہ محل مناقشہ و گفتگو ہے دفیہ و ما فیہ!

دوسرا جواب یہ ہے کہ ردّ روح سے مراد روح حسّی نہیں جس کا سریان قالب میّت میں ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ روح اقدس واطہر شہود و حضور حق جل و علی سے متوجہ اس عالم کی طرف ہوتی ہے اور عرض کنندہ سلام کو افاضت و ادراک کرتی ہے۔ یہ جواب بالکل آسان ہے یعنی رُوح شریف زائر کی طرف التفات معنوی فرما کر اس کا ردّ سلام فرماتی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ کلام اہل ظاہر کی مقدار پہ خطاب ہے کہ موتی کو بے رد روح تفاہم و تعارف ممکن و متصوّر نہیں خلاصہ کلام صرف کنایہ سماع ہی ہے مگر اس کا اتم و اکمل جواب یہ ہے کہ اگر روح کو ظاہر پہ بھی محمول کریں تو اس کا بقا قالب شریف میں اتم و مستمر ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب اوّل شخص کے سلام کے وقت رُوح پُر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بدن شریف میں مرسل اور رجوع کناں ہوئی تو اس کے متعلق قبض ہونے کا اعتقاد رکھنا بغیر دلیل کے ثابت و معقول نہیں ہو سکتا ورنہ بے حساب موتوں کا لگاتار واقع ہونا لازم آئے گا جس کا کوئی فرد بشر بھی قائل نہیں حالانکہ کوئی ساعت ایسی نہیں کہ کوئی نہ کوئی آپ کا امّتی آپ پہ سلام نہ بھیجتا ہو پس اس صورت میں بھی دائم حیات و دائم ردّ سلام ثابت ہوا اور شیخ مجدّد الدین شیرازی کہتے ہیں کہ قول مبارک سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں حرف استعلاء کا آنا اس کی دلیل ہے کہ آپ پہ نزول درود بدرجہ و ثبوت ہویّت وانانیّت ہے۔ پس گویا روح عبارت ہے کسی خاص وضع کے پیدا ہونے اصل وجود حیات کے ساتھ۔ کہ اگر یہ کہیں کہ ردّ روحی فی جسدی تو البتہ ہمیشہ زندہ نہ رہنے کا توہم ہوتا فافہم!

دوسری بحث۔ کہتے ہیں کہ اس کے کیا معنی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت موسٰی علیہ السّلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ایسے ہی اور انبیاء علیہم السّلام کو شب معراج میں اور حضرت موسٰی اور حضرت یُونس علیہما السّلام کو حج کے واسطے آتے اور لبّیک پکارتے دیکھا ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ گویا میں موسٰی علیہ السّلام کو دیکھ رہا ہوں کہ ثنیہ سے اترتے اور لبّیک کہتے ہیں اور اسی طرح فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ یُونس علیہ السّلام لبّیک کہہ رہے ہیں حالانکہ نماز و حج وغیرہما عبادات اعمال دنیا سے ہیں جو امتحان اور تکلیف کا گھر ہے آخرت میں تو کسی قسم کی تکلیف امر و نہی ہی نہیں علماء نے اس کے جواب بھی چند وجہ پر دیئے ہیں۔

پہلی وجہ۔ کہ اس جگہ صلوٰۃ بمعنے ذکر و دُعا کے ہیں جو اعمال آخرت سے ہیں۔

دوسری وجہ۔ یہ کہ انبیاء علیہم السّلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء خدا کے نزدیک زندہ ہیں پس اگر حج کریں تو بعید نہیں ہو گا۔

تیسری وجہ۔ یہ ہے کہ یہ حالات ان کی زندگی کے وقت کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دکھائے گئے۔ اس وجہ سے آپ نے فرمایا کَاَنِّیْٓ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی۔ کَاَنِّیْٓ اَنْظُرُ اِلٰی یُوْنُسَ گویا میں مُوسٰی علیہ السّلام کو دیکھتا ہوں۔ گویا میں یُونس علیہ السّلام کو دیکھتا ہوں بعض کہتے ہیں کہ عالم برزخ میں بھی جریان و انسحاب احکامِ دنیا ثابت ہیں جو زیادت و کثرت اجر کو منافی نہیں۔ اعمال کا منقطع ہونا تو روز قیامت کے ساتھ خاص ہے اور آخرت میں بھی صرف انقطاع امتحان و تکلیف ہے نہ مطلق عمل اور اگر عمل بے ثبوت تکلیف و مجاہدہ بہ سبیل تلذذ و ذوق کہ مولیٰ خضوع حاصل ہو تو مانع نہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ سیّدہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وقت شفاعت سجدہ کرینگے اور سجدہ کا معنٰی سوائے عبادت و عمل کے کیا ہو سکتا ہے۔ اب تمہیں جاننا چاہیئے کہ معنیٰ تشبیہ کَاَنِّیْٓ اَنْظُرُ کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رُویائے خواب ہے۔ جس طرح حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا بَیْنَنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَۃِ یعنی میں سوتے میں دیکھتا ہوں کہ میں طواف کعبہ کر رہا ہوں۔ رؤیت خواب بھی دیکھنے کا حکم رکھتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اخبار ان چیزوں سے ہیں جو احوالِ انبیاء

علیہم السّلام بذریعۂ وحی آپ پہ ظاہر ہوئے ہیں جن کو آپ نے بوجہ کمال یقین کے مشاہدہ کا حکم دے کر رُؤیت اور نظر سے تعبیر فرمایا ہے۔

شیخ علاؤالدین قونوی کہتے ہیں کہ

بعید نہیں کہ ارواح مقدسہ انبیاء علیہم السّلام بعد از مفارقت ابدان شریفہ بمنزلہ ملائکہ کرام ہیں بلکہ اُن سے بھی افضل۔ اور جس طرح ملائکہ مختلف صورتوں میں متمثل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جائز ہے کہ ارواح انبیاء علیہم السّلام بھی متمثل ہو جائیں، اور ممکن ہے کہ یہ تصرف بعض خواص بندگان کو حالت حیات میں بھی ہو اور ایک رُوح چند بدنوں میں سوائے بدن معہود کے متصرّف ہو۔

چنانچہ بعض محققین حقیقت ابدان میں لکھتے ہیں کہ

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک کسی جگہ جاتا ہے۔ پھر دوسری جگہ بھی، اور پہلی جگہ اس کے بدل اس کی شبیہ و مثال رہتی ہے۔

اور صوفیہ قدس اللہ اسرارہم درمیان عالم اجساد اور عالم ارواح کے ایک اور عالم متوسط ثابت کرتے ہیں۔ اس کا نام عالمِ مثال رکھتے ہیں۔ وہ اس عالم کو عالمِ اجساد سے لطیف تر اور عالمِ ارواح سے کثیف تر کہتے ہیں۔

ارواح کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا اور حضرت جبریل علیہ السّلام کا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ اقدس میں بصورت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اور حضرت مریم علیہا السلام کو بصورت بشر سوی الخلق بھی اسی عالم مثال پہ ہے۔

اسی بنا پہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام باوجود اس بات کے کہ چھٹے آسمان پہ مستقر ہوں اپنی قبر شریف میں بصورت مثال متمثل ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دونوں جگہوں پہ ان کو مشاہدہ فرمایا ہو۔ مثالِ عالم کے ثبوت کے بعد بہت سے مسائل کا جواب نکل آتا ہے اور بہت سے اشکالات مثل بیان وسعت جنّت اور اس کے ملاحظہ فرمانے کے عرض حائط میں مثلاً منحل ہو جاتے ہیں۔ انتہیٰ کلام الشیخ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تحقیق مسئلہ حیات انبیاء علیہم السّلام اور غیر انبیاء کی موقوف ہے اس عالم کے سمجھنے پہ اور تحقیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم

کے دیکھنے کی حضرت موسٰی اور حضرت یونس علیہما السلام کو اس شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو روحانیت کے زمان و مکان کو سمجھے اور تمیز و فرق کرے۔ ان زمان اور مکان میں فرق کرے اور درمیان زمان و مکان جسمانیات کے جیسا کہ بعض محققین صوفیہ نے کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس عالم میں زمانہ طرف ماضی و مستقبل و حال پر منقسم نہیں ہے اور یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریائے نیل کو عبور کرنا اور حالت وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہی ہے۔ حالت رویت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء علیہم السلام کو قصدِ حج میں لبیک پکارنے کی حالت وہی ہے کہ انہوں نے اپنی حیات میں قصدِ حج کیا تھا اور لبیک کہا تھا یہ بھی وہی حالت ہے اس کا پہچاننا اعلیٰ وارفع ہے۔ اس سے کہ ان کی تمثیل کے قائل ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کی صورت مثالیہ میں ملاحظہ فرمایا اور چونکہ ان مباحث میں طوالت کرنا اصل بحث سے دور ہونا ہے۔ اس لئے اتنے پر اختصار لازم ہوا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ ؕ

پندرہواں باب

حکم زیارت قبر مکرم سید المرسلین از وجوب و استحباب و قصد سلف در یافت سعادت و تشریف بجناب و توسل و استمداد حضرت منقبت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باجماع علمائے دین قولاً و فعلاً سب مسنونوں سے افضل اور جمیع مستحبات سے زیادہ مؤکد ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیارت قبر اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنت مجمع علیہا ہے اور ایک ایسی فضیلت ہے جس میں سب کی رغبت ہے۔ بعض علمائے مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اس کو واجب کہتے ہیں اور دوسرے اس قول کی تاویل سنن واجبہ سے کرتے ہیں گویا سنن واجبہ کہنے سے مراد

سنت مؤکدہ ہے۔ کافی تاکید سے اور اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ بعد ادائے حج فرض زیارت سنت ہے۔ قاضی حسین جو مشاہیر آئمہ شافعیہ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب حج سے فارغ ہو چکے تو چاہیئے کہ ملتزم کے پاس جا کر ٹھہرے اور دعا کرے اس کے مدینہ منوّرہ کو آئے اور زیارت سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مشرّف ہو۔

قاضی ابو طالب کہتے ہیں کہ حج اور عمرہ کے بعد یہ مستحب ہے کہ قصد زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کرے اور حسن بن زیاد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ حاجی کے لئے احسن بات یہ ہے کہ پہلے مکہ آئے مناسک حج بجالائے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ آئے اور زیارت سے مشرف ہو اور زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک سارے مندوبات سے افضل اور سارے مستحبات سے مؤکد قریب بدرجۂ واجبات ہے۔ اور چاروں مذاہب کے علما حج کے مقدم کرنے کی تصریح کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مدینہ منوّرہ حج کی راہ میں پڑے تو اولیٰ یہ ہے کہ پہلے مدینہ منوّرہ کی زیارت کرے اور اس کے بعد حج کو جائے۔ بعض سلف باوجود اس بات کے راہ حج مدینہ منوّرہ کی طرف نہ ہو تو بھی زیارت مدینہ منوّرہ کو مقدم رکھتے ہیں اور لوازم وقت سے شمار کرتے ہیں اور بالجملہ بعض تابعین کو قصد مکہ معظّمہ پر زیارت مدینہ منوّرہ کو مقدم کرنے میں کسی قسم کا خلاف نہیں ہے اور تاج الدّین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت کی فضیلت کو باصول اربعہ شرع بیان کیا ہے۔ مگر کتاب اللہ میں حق تعالیٰ کے قول سے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ الخ یعنی اگر یہ لوگ اپنی جانوں پہ ظلم کریں اور آئیں تیرے پاس اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ اور کہا کہ یہ آیت دلالت ترغیب حاضری درگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر کرتی ہے اور اس بات کی ترغیب پر کہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر سوال مغفرت کریں اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے استغفار مانگیں صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ و بارک وسلّم کا یہ رتبہ عظیمہ ہے جو منقطع ہونے والا نہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حالت حیات و ممات برابر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اپنی امّت کے لئے استغفار فرمانے کا ثبوت بعد از موت بذریعہ عرض ملائکہ اعمال شاں بحضور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے چنانچہ ہم بتفصیل پہلے بیان کر چکے ہیں اور آپ کے کمال رحمت سے جو حال امّت پر مبذول ہے امید ہے کہ آستانہ شریف

پر حاضر ہونے والے کے حق میں بنسبت اوروں کے یہ استغفار نہایت ہی ابلغ واوکد ہوتا ہوگا۔
اور سارے علمائے وقت نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حالت حیات و ممات کا برابر ہونا اس
آیہ شریفیہ سے سمجھ کر آداب زیارت میں حکم دیا ہے کہ اس آیت کو حضوری کے وقت پڑھ کر طلب مغفرت
اس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کیا کریں اور حکایت اعرابی کی جو بعد وفات آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کے لئے آیا تھا۔ اس نے یہ آیت شریفیہ پڑھی تھی جو مشہور و معروف ہے
اور مذاہب اربعہ میں سے جس کسی نے بھی مناسک حج میں کوئی کتاب لکھی ہے۔ اس نے یہ حکایت
بھی لکھی ہے اور اس کے پڑھنے کا استحسان کیا ہے اور بہت سے آئمہ اعلام نے اسانید معتبرہ صحیحہ
سے روایت کی ہے کہ محمّد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں حاضر ہو کر زیارت قبر شریف
کا شرف حاصل کیا اور اس کے مقابل بیٹھ گیا اچانک ایک اعرابی آیا اور زیارت کی اور کہا
یَا خَیْرَ الرُّسُلِ حق تعالی نے آپ پر ایک کتاب صادق نازل فرمائی اور اس میں فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ
اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ الخ میں آپ کے حضور میں اپنے گناہوں کا استغفار
کرنے اور آپ کی شفاعت طلب کرنے آیا ہوں۔ پھر یہ ابیات پڑھے۔ **قطعہ**۔

یَا خَیْرَ مَنْ دفنت بالقاع اعظمہٗ — فطاب طیبھن القاع والاکمٗ
نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُهٗ — فِیْهِ الْعِفَافُ وَفِیْهِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

یعنی اے بہترین ہستی جس کی ہڈیاں مدفون ہوئی ہیں زمین ہموار میں۔ پس جن ہڈیاں کی خوشبو
سے زمین ہموار ولپست بھی معطر ہو گئی۔ میری جان اس قبر پر قربان ہو جس میں آپ دفن ہیں۔ اس
قبر میں پارسائی ہے اور اس میں جود و کرم ہے۔

اس کے جانے کے بعد میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے
ہیں کہ تو اس اعرابی کے پاس جا اور اس کو بشارت دے کہ حق سُبحانہٗ تعالی نے میری شفاعت
سے اس کی مغفرت کی اور اس کے گناہ بخش دیئے گئے اور حافظ ابو عبداللہ مصباح الظلام میں
روایت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے بیان کرتے ہیں کہ یہ اعرابی حضور علیہ الصّلوٰۃ
والسّلام کے دفن سے تین دن بعد آیا اور اپنے آپ کو قبر پر گرا دیا اور اس کی خاک پاک کو اس نے
اپنے سر پر ڈالا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو کچھ آپ نے خدا سے سُنا ہے وہ ہم نے آپ

سے سُنا ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ہ اور مَیں نے اپنے اُوپر ظلم کیا ہے اور آپ کی جناب میں آیا ہوں کہ آپ میرے واسطے استغفار فرمائیں۔ قبرِ مبارک سے آواز آئی قَدْ غُفِرَ لَكَ۔ تحقیق تیرے گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ مگر وارد ہونا سنّت کا زیارت کے باب میں وہ حدیث ہے جو بابِ فضیلت زیارت میں مذکور ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ ہر سنت صحیحہ متفق علیہا جو زیارت قبور کے باب میں وارد ہوئی ہے۔ زیارت قبر سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے باب ثبوتِ استحباب میں کافی ہے کیونکہ قبر سیّد المرسلین سیّد القبور ہے اس کی زیارت بھی بطریق اُولیٰ مستحب ہو گی اور اجماعِ امت فضیلت واحباب۔ زیارت قبر شریف بھی مذکور ہو چکا ہے لیکن اختلاف عورتوں کے بارہ میں ہے بعض کہتے ہیں کہ زیارت قبور عورتوں کو جائز نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ اس بارہ میں نہی وارد ہو چکی ہے اور صحیح یہ ہے کہ زیارت آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وصاحبین رضوان اللہ علیہما مستحب ہے۔ مردوں اور عورتوں کے لئے عموماً اور زیارت ان قبور شریفہ کی نہی سے مستثنیٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلی نہی بذریعہ حدیث نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ الحدیث منسوخ ہو چکی ہے اور مشہوری کہ متاخرین آئمہ شافعیہ سے ہے وہ اولیاء اور صالحین کے قبور کو بھی اس حکم میں داخل کرتے ہیں اور ثبوت زیارت سیّدۃ النّساء رضی اللہ عنہا کا شہدائے اُحد کو اور تشریف لے جانا ان کا سیّد الشہداء رضی اللہ عنہٗ کی زیارت کو بعد چند روز کے جیسا کہ باب فصل بقیع میں مذکور ہو چکا ہے اور وارد ہونا روایت کا اس مضمون میں کہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ کی قبر شریف کی مکہ معظمہ میں زیارت کی مؤید قول مشہوری ہے۔ واللہ اعلم!

اب رہا وہ قیاس کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قبور بقیع اور شہدائے اُحد کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے۔ پس جب دوسروں کی زیارت قبور مستحب ہوئی۔ تو زیارت قبر مبارک سلطان زمین و زمان سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ماتعاقب الملوان وما ورا القرآن بطریق اُولیٰ مندوب و مستحب ہو گی اور بعض علماء نے کہا ہے کہ زیارت قبور سے مقصود فقط تذکرۂ آخرت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُوا الْاٰخِرَةَ۔ یعنی تم قبور کی زیارت کرو کہ اس سے تمہیں آخرت یاد رہے گی مگر کبھی زیارت سے مقصود دعا و استغفار بھی ہوتا ہے۔

برائے اہلِ قبور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اہل بقیع کے لئے تشریف لے گئے تھے اور
کبھی اہل قبور سے نفع حاصل کرنے کی غرض سے بھی زیارت قبور ہوتی ہے چنانچہ زیارات قبور
صالحین اور کافی آثار اس میں ثابت ہیں۔ امام حجۃ الاسلام کہتے ہیں "کہ جس کسی سے اس کی حالت
حیات میں نفع اٹھاویں اس سے اس کے مرنے کے بعد بھی تبرک و انتفاع لیں" امام شافعی
کہتے ہیں کہ "قبر شریف حضرت امام موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ قبولیت دعا کے واسطے تریاقِ اعظم ہے"
اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ "میں نے چار آدمیوں کو اولیائے کرام سے پایا کہ اپنی قبور کے اندر ویسا
تصرف رکھتے ہیں جیسا کہ حالت حیات میں رکھتے تھے یا اس سے بھی زیادہ" ایک حضرت معروف
کرخی رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ" اور دو اور شیخ ذکر کئے
ہیں اور بعض علماء نے قبور سے استمداد کرنے میں اختلاف کیا ہے جیسا کہ کمال الدین بن ہمام نقل کرتے
ہیں۔ واللہ اعلم۔ ابو محمد مالکی کہتے ہیں کہ سوائے مزار اقدس حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے اور مزارات جمیع انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے اور قبور سے انتفاع کرنا بدعت ہے۔ امام
تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے بعض قبور شریفہ انبیاء علیہم السلام کو مستثنیٰ کرنا
تو صحیح ہے مگر اور قبور کے ساتھ قصداً انتفاع کو بدعت کہہ دینا محل نظر ہے اور کبھی زیارت
قبور برائے ادائیگی حق اہل قبور بھی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہت مانوس حالت میت
اس وقت ہے جبکہ کوئی اس کے آشناؤں میں سے اس کی قبر کی زیارت کو آوے اور اس باب میں بہت
احادیث آئی ہیں۔ حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ اَوْ اَحَدِھِمَا
کُتِبَ بَارًّا وَّاِنْ کَانَ فِی الدُّنْیَا مَا قَبْلَ ذَالِکَ بِھِمَا عَاقًّا یعنی جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ
یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت کرے۔ تو وہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جائے گا اگرچہ
وہ اس سے پہلے ان کا نافرمان ہی کیوں نہ ہو۔ مگر قبر مبارک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تو یہ
سب باتیں و معانی مذکورہ حاصل ہیں۔ حضرت امام مالک سے نقل ہے کہ وہ اس جمعہ کو کہ زُرْنَا
قَبْرَ النَّبِیِّ کہ ہم نے قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی! کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس کی کراہت
کی بابت اختلاف ہے۔ عبدالحق مصقلی کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ زیارت ایک ایسا فعل ہے
کہ جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے اور زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واجب ہے اور مختار قاضی

عیاض مالکیؒ کے نزدیک یہ ہے کراہت بوجہ اضافت زیارت لفظِ قبر ہے۔ اگر یہ کہا جائے
النَّبِیَّ یعنی ہم نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت کی تو کوئی کراہت نہیں بحدیث اَللّٰھُمَّ
لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اَتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ
مَسَاجِدًا یعنی اے اللہ تو میری قبر شریف کو بت نہ بنانا کہ پوجی جائے اللہ کا سخت عذاب اس
قوم پر جنہوں نے قبور انبیاء علیہم السلام کو مسجد بنا لیا اور اصل زیارت اگرچہ اس قبیل سے نہیں
لیکن اس سے زبان کو نگاہ رکھنا اچھا ہے جیسا کہ طریقہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے لیکن
لفظ قبر کا حدیث میں وارد ہونا اس بات کا منافی ہے۔ امام سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شاید یہ
حدیث حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو نہ پہنچی ہوگی یا خود محذور قبور غیر نبی میں ہوگا اور ابن رشد
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی کہے کہ میں زُرْتُ النَّبِیَّ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تو بھی میں مکروہ رکھتا ہوں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس سے اعظم و ارفع ہیں
کہ ان کی زیارت کی جائے اور یہ بھی ابن رشد کہتے ہیں کہ وہ کراہت یہ ہے کہ کثرت استعمال لفظ
زیارت کا اموات میں ہوتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم زندہ نہ ہیں ہر زندہ سے سوائے
اپنے خدا کے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ زیارت اکثر و اغلب اوقات اموات کو نفع پہنچانے کی غرض
سے ہوتی ہے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت ایسی نہیں۔ بہر تقدیر منع اور کراہت باعتبار
ظاہر و رعایت لفظ کے ہے اور دوسرے کے نزدیک مختار عدم کراہت ہے اور یہی ظاہر ہے۔

فصل

جب استحباب وفضیلت زیارت قبر شریف کی مشروعیت ثابت ہوگئی تو بغرض زیارت
سفر اختیار کرنا اور بصورت حال قافلہ جات اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کرنا بھی خود
ثابت ہوگیا اور بجہت عموم دلائل اور اس کے افادہ میں استوا، قرب و بُعد بھی شامل ہو چکا مگر
حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ یعنی نہ سفر اختیار کرو سوائے تین مساجد
کے منع ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ بموجب قاعدہ نحو مستثنیٰ مفرغ میں مستثنیٰ کی جنس سے ہونا لازمی
ہے پس مطلق سفر کی ممانعت سوائے ان سہ مساجد کے لازم نہیں آتی۔ اور منع بھی کیسے ہو جبکہ
سفر برائے حج، جہاد، ہجرت از دار کفر، تجارت اور دیگر تمام مصالح دنیوی کے لئے سفر جائز
اور مشروع باتفاق ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مقصود اس سے یہ ہے

کہ ان مساجد ثلاثہ یعنی مسجدِ حرام و مسجد النبی و مسجدِ اقصٰی میں قربت مقصودہ حاصل ہے اور ان کے علاوہ میں نہیں۔ اس لئے کہ قصد زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستلزم زیارت قصد آپ کی مسجد شریف کی ہوئی کہ جس کی مجاورت سے مقصود تبرک روضہ اقدس بھی حاصل ہو جائیگا۔ جس طرح آنجناب کی حالت حیات میں اوراک سعادت و خدمت کے لئے قصد سفر کرتے ہیں۔ نہ صرف تعظیم بقعہ مبارک کیلئے۔ بعض کہتے ہیں کہ منع تشد الرحال بغیر مساجد ثلاثہ صرف بغرض اعتقاد تعظیم و فضیلت و زیادتی ثواب کے اظہار کے لئے ہے جو ان مساجد میں ہے ورنہ اس کے بغیر کوئی منع اور کراہت نہیں ہے اور جو مقامات ان مساجد فاصلہ کے شہروں کے قریب ہیں وہاں مسجد قبا پہ قیاس کر کے پیادہ و سوار جانا درست ہے کیونکہ تشد رحال چاہتا دور دراز جانے کو جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے اور جمہور علماء اس بات پہ ہیں کہ نذر بغیر مساجد ثلاثہ کے جائز نہیں ہے۔ بعض مطلقاً جائز رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر بغیر شد رحال کے جائے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا کہ ایک آدمی نے نذر مانی ہے کہ وہ مسجد قبا کو چلے گا۔ آپ نے فرمایا اس کا پورا کرنا اس پہ لازمی ہے اور درود و فضائل مسجد قبا سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ یہ مسجد بھی مسجد ثلاثہ کے حکم میں ہوگی۔ تشد رحال وغیرہ میں کیونکہ وارد ہوا ہے کہ اس کی نماز عمرہ کے برابر ہے اور اس کی دو رکعت ہزار رکعت سے افضل ہے مسجد اقصٰے میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف پیدل یا سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے اور قول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر یہ مسجد کسی کنارہ زمین پہ واقع ہوئی تو اس کے طلب میں کس قدر اونٹ کیوں نہ ہلاک ہوتے۔ ہم زیارت اس کی ضرور کرتے۔ یہ بھی گمان ہو سکتا ہے کہ یہ مسجد بھی حکم مساجد ثلاثہ میں ہوگی اور حکم شد الرحال و ارتکاب سفر و قصد تبرک غالباً اس کا عدم ذکر ان مساجد کے ساتھ بوجہ اکتفا فضیلت مذکورہ کے ہے یا بوجہ قرب مدینہ طیبہ کے ہے۔ واللہ اعلم۔

جاننا چاہیئے کہ **وجوب و فا نذر زیارت حضرت سید المرسلین** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپ کی زیارت مبارکہ کے سوا باقی سب کے زیارات نذر کی بابت اختلاف ہے اور علمائے سلف سے مسافرت اختیار کر کے حضرت سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا بہت کچھ ثابت ہے۔ ان سب واقعات سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، مؤذن کی آمد

عہد خلافت فاروقی میں شام کی جانب سے مدینہ طیبہ میں ثابت ہے۔ ابن عساکر ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ یہ کس قدر ظلم ہے کہ تو ہماری زیارت کو نہیں آتا۔ بلال رضی اللہ عنہ اسی وقت بیدار ہوئے اور اپنی اونٹنی پہ سوار ہو کر مدینہ منورہ کے قصد سے چل پڑے۔ جب قبر شریف پہ پہنچے تو بہت روئے اور نیاز کے طور پر اپنا چہرہ خاک پہ رگڑا اور حسن وحسین رضوان اللہ علیہما کو حجرہ سے آتے ہوئے دیکھ کر انہیں اپنی کنار میں لے لیا اور ان کے سروں اور چہروں کو بوسہ دیا۔ اور ابھی حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ زہرا رضی اللہ عنہا کو وصال فرمائے تھوڑا عرصہ گذرا تھا۔ لوگ چاہتے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان سنیں۔ وہ کہنے لگے اگر حسن وحسین رضی اللہ عنہما اسے اذان کے لئے فرمائیں تو اُسے کوئی عذر نہیں ہوگا۔ ورنہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہتے۔ لہٰذا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت بلال سے اذان کہلوانا چاہا تو اس نے جواب دیا کہ اے ابوبکر آپ نے مجھے دولت سے خریدا تھا اور خدا کی راہ میں آزاد کیا تھا۔ آیا یہ کام آپ نے اپنی ذات کے لئے کیا تھا یا خدا کے لئے۔ آپ نے فرمایا میں نے خدا کے لئے کیا تھا اس نے کہا اب بھی خدا کے لئے اس خیال سے باز آیئے اور کرم فرمایئے تاکہ میں اپنے حال میں ہوں مجھے اب طاقت نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کے لئے اذان کہوں پس وہ شام کو چلا گیا اور اس جگہ سے زیارت کے قصد سے آیا تھا۔ الغرض جب حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام نے انہیں اذان کے لئے فرمایا تو وہ سطح مسجد پہ اس جگہ کھڑے ہوئے جس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کھڑے ہوتے تھے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ آدمیوں میں شور پڑ گیا گویا تمام مدینہ جنبش میں آگیا۔ جب کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو اور زیادہ تنزلزل ہوگیا۔ اور گریہ وزاری لوگوں کی شدید تر ہوگئی۔ پھر جب اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو ایک اور ہی قیامت قائم ہوگئی اور کوئی مرد۔ عورت۔ چھوٹا۔ بڑا مدینہ طیبہ میں ایسا نہ رہا جو باہر نہ آکے گریہ وزاری نہ کر رہا ہو گویا روز وصال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تازہ ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت بلال کمال رنج وغم وافسردگی کے عالم میں اذان تمام نہ کہہ سکے اور نیچے

اُنہ آئے۔ کہتے ہیں کہ جب امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کیا اور اہالیانِ بیت المقدس سے مصالحت فرمائی حضرت کعب احبار آئے اور مشرف با اسلام ہوئے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان کا اسلام لانا بہت ہی فرحت اور خوشی کا باعث ہُوا۔ اور واپسی کے وقت آپ نے اس سے دریافت کیا اے کعب کیا تم چاہتے ہو کہ ہمارے ساتھ مدینہ کو چلو اور زیارت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کرو۔ اس نے کہا نَعَمْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ہاں یا امیرالمؤمنین۔ اَنَا اَفْعَلُ ذَالِکَ میں یہ پسند کرتا ہُوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ پہنچ کہ پہلا جو کام کیا وہ یہی تھا کہ انہوں نے سلام سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پہ عرض کئے اور عبدالرزاق نے اسناد صحیح سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابن عُمر رضی اللہ عنہما سفر سے مدینہ منورہ پہنچتے تو قبر شریف سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پہ جاتے اور اس طرح سلام عرض کرتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا بَکْر۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَتَاہ تھے۔ اور مؤطا میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔ ایک آدمی نے حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا تونے دیکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ قبر شریف پہ سلام عرض کرتا ہے۔ اس نے کہا ہاں میں نے سینکڑوں بار دیکھا کہ وہ قبر شریف پر کھڑا ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبَا بَکْرٍ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ۔ اور مسندِ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سنت یہ ہے کہ قبر شریف پہ قبلہ کی جانب آنا چاہیئے اور قبلہ کو پُشت کرنا چاہیئے اور پھر تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہتے ہیں کہ مروان بن حکم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا چہرہ قبر شریف نبوی پہ رکھا ہُوا تھا اس نے اس مرد کی گردن کو پکڑا اور کہا کیا تو نہیں جانتا کہ یہ کیا فعل ہے جو تو کر رہا ہے۔ اس نے کہا ہاں! تو مجھے چھوڑ کیونکہ مَیں سر کسی پتھر پہ نہیں رکھے ہوئے ہوں بلکہ مَیں نے اپنا مُنہ تربت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پہ رکھا ہے۔ اس نے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سُنا ہے کہ رو دُتم دین پہ اس وقت کہ جب نا اہل صاحب ولایت ہو جائیں رضی اللہ عن قائلہ۔ اور عُمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے شام سے قاصد بھیجتے تھے کہ وہ ان کا سلام قبر سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پہ عرض کرے یہ ان کا فعل زمانہ صدر تابعین میں تھا اور یہ خبر مستفیض اور مشہور ہے مگر جو روایت حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہما وعن جدہما وابیہما وامہما وآلہما سے روایت ہے کہ انہوں

نے ایک قوم کو قبر شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد دیکھا۔ آپ نے انہیں منع فرمادیا اور کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری قبر کو عید نہ بنانا اور اپنے گھروں کو قبور نہ بنا لینا اور جس جگہ تم مجھ پہ درود بھیجا کرو۔ بیشک تمہارا درود مجھ پہ پہنچتا ہے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو کھڑکی قبر شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ آتے دیکھا تو آپ نے اُسے منع کر دیا اور اسی حدیث کا مضمون پڑھا اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ سہل بن سہیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام کے لئے آیا اور حسن بن حسن بن علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے گھر شام کا کھانا کھا رہے تھے مجھے اپنے پاس طلب فرمایا چونکہ مجھے اس وقت کھانے کی رغبت بہت کم تھی۔ میں نے اجابت نہ کی فرمایا تم قبر شریف کے پاس کیا کھڑے کرتے ہو سلام عرض کرو اور وہاں سے ہٹو۔ کہا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا۔ الحدیث۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ فرمایا تم اور جو لوگ اُندلس میں ہیں قرب میں برابر ہیں۔ اور اس کی مثل حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ ان سب کا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے جس کو ان امامان نے منع کیا تھا حدِ اعتدال سے آگے بڑھ رہا ہوگا۔ یا اس میں نشان تصنع اور تکلف کو مشاہدہ فرمایا ہو گا۔ ان حضرات کی تنبیہہ کا مقصود یہ ہے کہ حضور معنوی میں مسافت قرب و بُعد یکساں ہے۔ شعر

در راہِ عشق مرحلہ قرب و بُعد نیست

می بینمت عیاں و دُعاء می فرستمت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں قبر شریف کے قریب بہت زیادہ دیر ٹھہرنا کراہت ہے۔ خاص کر اہلِ مدینہ کے لئے ورنہ انکار اصل زیارت وحضور قبر شریف اور وقوف خدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ صحیح روایات سے آئمہ اہلِ بیت سلام اللہ علیہ اجمعین سے ثابت ہے کہ جب یہ حضرات سلام کے لئے آتے تھے۔ اس ستون کے نزدیک کھڑے ہوتے تھے جو ملحق روضہ مبارک ہے اور سلام عرض کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مقام سرِ اقدس سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی ہے۔ مطری کہتا ہے کہ حجرہ شریف کو داخل مسجد کرنے سے پہلے سلف کا طریقہ یہی تھا جو مذکور ہوا۔ اور اس زمانہ میں سلام کے لئے کھڑے ہونے کی جگہ چاندی

کی میخ کے مقابل ہے جو چہرہ مبارک کے سامنے دیوار میں بتلائی گئی ہے چنانچہ باب زیارت میں بیان ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور قولِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا کے متعلق منذری کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ اس سے مراد کثرت زیارت قبر شریف ہو اور اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو عید کی طرح نہ سمجھو کہ سال بھر میں صرف ایک دو بار آتی ہے اور بس (تم بھی میری قبر سے یہی معاملہ نہ کرنا کہ کبھی کبھار زیارت ورنہ بس نہیں بلکہ کثرت سے زیارت کیا کرو) اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعلق کہ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا یعنی تم گھروں کو قبروں کی طرح نہ بنالو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان میں قبور کی طرح ترکِ صلوٰۃ نہ کرو کہ جس طرح قبور میں سوائے مُردوں کے دفن کرنے کے اور کچھ جائز نہیں۔ اپنے گھروں کو قبروں کی طرح نہ سمجھو بلکہ ان میں نمازیں بھی پڑھا کرو۔ سُبکی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد منع تخصیص وتعین وقت ہے کہ اس معیّن وقت میں زیارتِ قبرِ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کر لی جائے اور بس۔ اسی لئے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ایسی تخصیص وتعین سے منع فرما دیا ہے کہ میری قبر کی زیارت بِلا تخصیص وتعیّن ہے بلکہ زیارت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تمام سال و مدّت عمر کرنی چاہیئے اور تشبیہ عید سے مراد اظہار زینت واجتماع اور اس کی طرح جو امور عیدوں میں مرسوم ہیں۔ ان سے بچو بلکہ تمہیں زیارت سلام و دعا وغیرہ اپنی عادت بناؤ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کے مرقد منورہ اور مقام منیف پہ آدمی کافی دیر ٹھہر کہ گریہ وزاری تضرع دعا جزی دعا و التجا کرے تو مکروہ ہے۔ فَیَالَهَا مِنْ سَعَادَۃٍ رَزَقَنَا اللّٰہُ الرُّجُوْعَ اِلَیْھَا وَنَسْأَلُهُ الْعَادَۃَ۔

فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حضور سے توسّل وطلب مدد و فریاد کرنا۔ آپ کے طفیل و صدقہ سے فعل انبیاء و مرسلین وسیرت سلف وخلف صالحین چلی آرہی ہے چنانچہ آپ کے روح پاک کے لباس جسمانیت اختیار کرنے سے قبل اور اس کے بعد حالت حیات دنیویہ میں اور اس طرح عالمِ برزخ میں بھی اور اسی طرح عرصہ قیامت میں جبکہ انبیاء مرسلین کو یارائے نطق وتاب دمِ زدن نہ ہو گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم باب شفاعت کو کھولیں گے اور اولین وآخرین کو بحار نعمت میں مستغرق اور شامل انوار رحمت فرمائیں گے۔ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ بابرکات سے طلب مدد کرنا آثار واخبار سے اِن چار مواطن پر ثابت ہے۔

پہلا موطن: ابتدائے انسانیت اور دائرہ خلقیت سے قبل جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے امداد طلب کرنا!

حضرت عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہٗ سے روایت جس کو علمائے تصحیح کیا ہے کہ جب حضرت آدم صفی اللہ علیہ السّلام سے خطا سرزد ہوئی تو اس کے اعتذار میں انہوں نے کہا یَارَبِّ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ اے اللہ مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے صدقہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بخش دے۔ تو درگاہ مجیب الدعوات سے فرمان آیا کہ تم نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو کس طرح پہچانا ابھی تو ان کا جوہر روحانی صدف جسمانیت میں بھی نہیں۔ انہوں نے کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ جس دن سے تُو نے مجھے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے قالبِ بشریّت میں رُوح علوی کو پُھونکا مَیں نے سر اٹھایا اور قوائم عرش پر لکھا دیکھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اسی دن مَیں نے جان لیا کہ تیرا ایک ایسا بندہ ہے جو تجھے ساری خلق سے محبوب ترین و مقرب ترین ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ فرمان ہُوا جب تو نے ان کو میری درگاہ میں وسیلۂ مغفرت لایا تو مَیں نے بھی تیرا گناہ بخش دیا۔ اے آدمؑ اگر محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہ ہوتے تو مَیں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جو کلمات آدم علیہ السّلام کو درگاہِ ربُّ العزت سے تلقی ہوئے تھے اور جن کے سبب سے ان کی مغفرت ہوئی تھی اور آیہ منطوقہ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ آدمؑ کو تلقین فرمائے گئے چند کلمے پس انہوں نے ان پر توبہ کی۔ وہ یہ تھے اِلٰھِیْ بِحُرْمَتِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اغْفِرْ لِیْ یا اللہ بحرمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کی آل کے مجھے بخش دے۔ سُبکی کہتے ہیں کہ جب وسیلہ اعمال صالحہ باوجود اس کے کہ وہ فعل انسان ہیں اور فعل انسان قصور و نقصان سے بھی متصف ہوا کرتے ہیں سے جائز ہے اور وہ درگاہ رب تعالیٰ میں مقبول و مستجاب ہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس کو شفیع لانا احب و محبوب بطریق اولیٰ ہے۔ شعر

یَا اَکْرَمَ الرُّسُلِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ ‏ سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الحادثِ العمم

ترجمہ: اے بزرگ ترین انبیاء میرے ہاں کوئی ایسا نہیں کہ مَیں اس کی طرف پناہ لاؤں سوائے آپؐ کی ذات کے حادثۂ عام کے نازل ہونے کے وقت۔

دوسرا موطن: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذاتِ بابرکات سے مدت حیات دنیا میں توسّل کی حالات بہت ہیں کہ جن کا حصر نہیں ہو سکتا۔ خبر میں ہے کہ ایک ضریر البصر (اندھا) بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں حاضر ہو کر عرض کناں ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دعا فرمایئے کہ خداوند تعالیٰ مجھے عافیت بخشے۔ آپ نے فرمایا اگر تجھے بصارت چاہیئے تو دُعا کروں ابھی حاصل ہو جائے اور اگر اجر آخرت کا خواستگار ہے تو صبر کر کیونکہ تیرے لئے وہ بہتر ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دعا فرمایئے آپ نے فرمایا وضو کر اور یہ پڑھ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ۔ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اِلَیَّ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ۔ یعنی اے اللہ مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بذریعہ تیرے نبی حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جو نبی رحمت ہیں۔ اے محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں آپ کے ذریعہ اپنے رب سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اپنی حاجت کی بابت جو یہ ہے۔ پوری فرمائیے میری طرف سے۔ اے اللہ تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور بیہقی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اور یہ عبارت زیادہ بیان کی فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ پس اٹھا اور بیشک بینا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرَاَءَ پس آدمی نے اس کو پڑھا اور بینائی حاصل کر لی اور بہت سی احادیث دربارۂ توسّل اور طلب امداد ارباب حاجات بجناب سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مثلاً وسعت رزق وحصول اولاد ونزول بارش ودر جائے عیش وغیرہ وغیرہ وارد ہوئی ہیں۔

تیسرا موطن: آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی ذات سے توجہ وطلب امداد وتوسّل کے بارہ میں بھی بہت سے آثار واقع ہوئے ہیں چنانچہ طبرانی معجم کبیر میں عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حاجت تھی جو حل نہیں ہو رہی تھی اور حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ بھی اس کی طرف نظر التفات مبذول نہیں فرماتے تھے۔ اس آدمی نے اپنا حال عثمان بن حنیف سے بیان کیا اور اس کا صورت علاج ڈھونڈا انہوں نے کہا جا وضو کر اور مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر اور کہہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ

وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ اِلٰی رَبِّیْ لِیَقْضِیَ حَاجَتِیْ اس کے بعد اپنی حاجت کو عرض کرو۔ وہ آدمی گیا جو کچھ اسے کہا گیا تھا اس نے اس پہ عمل کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پہ آیا تو دربان نے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا انہوں نے اپنے خاصہ فراش پہ بٹھایا اور حاجت پوچھی جو بھی اس کی حاجت تھی پوری کر دی اور ساتھ ہی اسے کہا کہ تمہیں جو بھی ضرورت ہو مجھے کہنا تاکہ پوری ہو جائے۔ وہ آدمی خوش خوش حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو کر عثمان بن حنیف کے پاس آیا اور کہا جزاک اللہُ خیرًا۔ آیا آپ نے میری ضرورت کے متعلق حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کچھ کہا تھا؟ کہ انہوں نے اس طرح سلوک کیا ہے۔ اس سے پہلے تو میری طرف توجہ بھی نہیں فرماتے تھے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم میں نے کوئی چیز ان کو نہیں کہی سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے پاس ایک اندھا آدمی آیا اور دعا چاہی یہاں تک کہ اس کی آنکھ روشن ہو گئی اور اس ساری حدیث کو بیان کر کے فرمایا کہ میں نے اس پہ قیاس کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول موجب قضا حاجت وسبب نجات ہمیشگی ہے اور قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب شفا میں بیان کرتے ہیں کہ درمیان خلیفہ ابو جعفر اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں مناظرہ ہو گیا۔ شاید ابو جعفر نے اثنائے گفتگو میں اپنی آواز کو بلند کیا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یا امیر المومنین مسجد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں کیوں آواز بلند کر رہے ہو اور حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک قوم کو ادب سکھا رہا ہے لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آواز مبارک سے بلند نہ کرو اور دوسری قوم کی مدح فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی۔ بیشک وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حضور میں اپنی آوازوں کو دھیما کر لیتے ہیں آزمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ حرمت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم موت کے بعد بھی ویسی واجب ہے جیسی آپ کی حالت حیات میں تھی خلیفہ پہ آپ کے فرمان کا اثر ہوا جس سے اس کا خضوع اور انکساری بڑھی اس نے پوچھا یا ابا عبداللہ دعا کے وقت میں قبلہ کو منہ کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف آپ

نے فرمایا کہ تو اپنے منہ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کیوں پھیرتا ہے حالانکہ آپ تیرا اور تیرے باپ آدم صفی اللہ کا وسیلہ خدا کے حضور میں ہیں۔ تم اپنے منہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف کرو اور آپ سے طلب شفاعت کرنا تاکہ تیرے شفیع ہوں۔ آداب زیارت میں بھی مستحب یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف منہ کر کے توسّل وطلب دعا نہایت ہی عاجزی خشوع وخضوع سے کی جائے جس کا طریقہ وبیان عنقریب بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ذکر قبر فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی میں مذکور ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کی قبر میں تشریف لے گئے اور فرمایا بِحَقِّ نَبِیِّكَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ اس حدیث میں بھی ہر دو حالت میں توسّل ذات بابرکات سید السّادات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دلیل موجود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تو حالت حیات میں اور دیگر انبیاء علیہم السّلام سے بعد وفات کے ثابت ہوتا ہے اور جب دیگر انبیا علیہم السّلام سے توسّل جائز ہے تو سید الانبیاء علیہ افضل الصّلوٰۃ والمکلما سے تو بطریق اُولیٰ جائز ہوگا بلکہ اگر اس حدیث سے دیگر اولیائے کرام سے بھی بعد از وفات توسل کا قیاس کریں تو بھی بعید نہ ہوگا۔ ولیکن دلیل تخصیص حضرات رسل صلوات الرحمٰن علیہم اجمعین قائم ہوگی واللہ اعلم!

اور ابن ابی شیبہ سند صحیح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔ ایک شخص قبر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پہ آیا اور عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَكُوْا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی امّت کے لیے بارش طلب فرمائیں تحقیق وہ ہلاک ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اسے خواب میں فرمایا کہ عمر کو خوش خبری دے کہ بارش ہو گی یہ نوع آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے توسّل طلب دُعا ہے۔ حدیث سابقہ میں دعا کے جو الفاظ یَا مُحَمَّدُ انی توجھت بك الی ربّی فی حاجتی لتقضٰی الی۔ مشعر بعد وفات بھی ہیں۔ فافہم

اور ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ ایک زمانہ میں اہل مدینہ پہ بڑا قحط پڑا تو لوگ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہٗ کی طرف شکایت لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پہ آجاؤ اور اس سے آسمان کی طرف ایک دریچہ کھولدو تاکہ آسمان اور آپ کی قبر کے درمیان کوئی آڑ حائل نہ ہو لوگوں نے ایسا کیا جس طرح بی بی صاحبہ نے ارشاد فرمایا تھا سخت بارش ہوئی۔ آپ کا امر بابت کشادگی دریچہ میں ایک رمز واضح ہے جو موجب فتح مطلوب دُعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بدرگاہ رب العالمین جل جلالہٗ۔

سے ہے اور سوال سائل آپ کی ذات والا صفات کا بھی اسی قسم سے ہے کہ کہا اَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ - یعنی آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ اپنے پروردگار سے درخواست کریں اور شفاعت فرمائیں کہ مجھے سعادت رفاقت آنجناب کی جنت میں حاصل ہو۔

چوتھا مواطن: سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسّل حاصل کرنا عرصۂ قیامت میں وسیلہ شفاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بارہ میں احادیث متواترہ آچکی ہیں اور اجماع علماء اس پر منعقد ہو چکا ہے اور دوبارہ توسّل صالحین باعتبار ان کے تعلق بجناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی آچکے ہیں چنانچہ قصہ استسقائے عمر بذات شریف حضرت عبّاس رضی اللہ عنہما اس امر کو ثابت کرتا ہے اور صحیح خبر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ کبھی قحط ہو جاتا اور بارش نہ ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ بارش کے لیے حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسّل کرتے اور کہتے خداوندا جب اس سے پہلے قحط ہوتا تو ہم تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کرتے تھے اور تو بارش بھیج دیتا۔ اب ہم تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سے توسّل کرتے ہیں پس تو ہمارے لئے پانی بھیج اور ایک روایت میں ابن عبّاس رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خداوندا ہم تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے ذریعہ طلب کرتا ہوں اور ان کی پیروی کا صدقہ شفاعت طلب کرتا ہوں اور حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہتے تھے خداوندا اس قوم نے میری طرف توجّہ کی ہے صرف اس وجہ سے کہ مجھے تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے۔ خداوندا مجھے ان کے سامنے شرمسار نہ کر اور اسی معنی میں عباس بن عقبہ بن ابی لہب نے کہا ہے۔ بیت۔

بعمی سقی اللہ الحجاز واھلہ ۔۔۔ عشیتہ یستسقی بشیبۃ عمر

اور حصول مطالب میں کہ استغاثہ اور طلب کے وقت مرقد منوّر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محتاجوں اور مسکینوں کو جو مطالب حاصل ہوئے ہیں ان کے متعلق اخبار و آثار بہت آئے ہیں۔ محمد بن مکندر کہتے ہیں کہ ایک شخص میرے پاس اسی دینار امانت رکھ کر جہاد کو چلا گیا اور اجازت دے گیا کہ اگر تم کو حاجت پڑے تو اس میں سے خرچ کرنا۔ میرے باپ نے وہ سب اپنی حاجت میں خرچ کر دیئے جب وہ شخص آیا تو اس نے اپنے دینار طلب کئے اور میرا باپ اس کے ادا کرنے سے عاجز ہوا تو میرے باپ نے اس سے کہا کہ تو کل میرے پاس آنا میں اس کا جواب تجھے دوں گا اور رات کو

میرے باپ نے مسجد شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب گذاری اور ان کا یہ حال تھا کہ غایت اضطراب کبھی حضور شریف میں جاتے تھے اور کبھی منبر شریف کے پاس آکہ استغاثہ فریاد کرتے۔ ناگاہ تاریکی شب میں ایک مرد ظاہر ہوا اور اسی دینار کی تھیلی ان کے ہاتھ میں دے کر چلا گیا۔ انہوں نے صبح کو یہ اسی دینار اس کو دیئے اور زحمت مطالبہ سے خلاصی حاصل کی اور امام ابوبکر بن مقری کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں آدمی حرم شریف نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پہ غلبہ کیا اور اسی حال میں دو دن گذر گئے۔ جب عشاء کا وقت آیا تو میں قبر شریف کے سامنے حاضر ہو کر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْجُوْعُ۔ بس اس کے سوا اور کچھ کلمہ نہیں کہا اور پھر واپس چلا آیا۔ میں اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کسی چیز کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ناگاہ ایک مرد علوی نے آکہ دروازہ کھنکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل کھانے سے پُر تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آکہ بیٹھ گئے ہمارے ساتھ اس نے کھانا کھایا اور جو کچھ اس سے بچا وہ ہمارے پاس چھوڑ کہ چل دیا اور کہا اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی ہے کہ اس وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ ان کو کھانا کھلاؤ اور ابن الجلاء کہتے ہیں کہ میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا اور مجھ پہ ایک دو فاقے آگئے ہیں۔ قبر شریف پہ حاضر ہوا اور عرض کیا اَنَا ضَیْفُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کا مہمان ہوں مجھے نیند آگئی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے ایک روٹی عنایت کی ہے۔ آدھی کو تو میں نے خواب میں کھا لیا جب میں بیدار ہوا تو دوسری نصف میرے ہاتھ میں باقی تھی اور ابوبکر اقطع کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کو آیا اور پانچ دن مجھ پہ گذر گئے کہ میں نے طعام تک نہ چکھا چھٹے روز میں قبر شریف پہ حاضر ہوا اور کچھ کہا اَنَا ضَیْفُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کا مہمان ہوں۔ اس کے بعد میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں جانب اور حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سامنے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجھے فرماتے ہیں کہ اُٹھ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو رہے ہیں۔ میں چلا اور آپ کے

دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ آپ نے مجھے روٹی عنایت فرمائی مَیں نے کھائی جب بیدار ہوا ابھی تک اس کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں باقی تھا اور احمد بن محمد صوفی کہتے ہیں کہ میں تین مہینہ تک جنگلوں میں پھرتا رہا اور میرے جسم کی پوست ساری گل گئی تھی۔ پھر میں مدینہ منورہ میں آیا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کے دوستوں پہ سلام عرض کیا اور سو گیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں احمد تو آگیا دیکھ تیرا کیا حال ہے۔ مَیں نے کہا اَنَا جَائِعٌ، اَنَا فِی ضَیْفِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ مَیں بھوکا ہوں مَیں آپ کا مہمان ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ نے فرمایا ہاتھ کھول، جب مَیں نے کھولا تو اس میں چند درہم تھے۔ بیدار ہوا تو بھی میرے ہاتھ میں تھے۔ مَیں بازار گیا۔ فطیرہ اور فالودہ خریدا اور کھایا اور پھر بستی کو چل دیا۔ ایسی بہت سی حکایات ہیں اور اکثر مشائخ صوفیہ سے منقول ہیں جو محرمانِ اسرار و مقربانِ درگاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں و رضی اللہ عنہم اور اکثر ان حکایات کا جو کھانے پینے سے تعلق رکھتے ہیں یا تو آپ بنفسِ نفیس اس کے متکفل ہوتے ہیں یا اہلِ بیت میں سے کسی کو اس کا حکم دیا ہے اور بیگانے کو نہیں بھیجا۔ یہ مقتضائے کرم ہے۔ شعر

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری!
بدرگاہش بیا و ہرچہ میخواہی تمنا کن

بیت:

حَاشَا اَنْ تکرم الرَّاجِیْ مَکَارِمَہٗ اَوْ یَرْجِعُ الْجَارُ مِنْہُ غَیْرُ مُحْتَرَمٖ

ترجمہ: خبردار ایسا نہیں کہ امیدوار ان کی عنایتوں سے محروم چلا جائے۔ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابٖہ وبارک وسلّم۔

تتمیم یہ امر قرار داد ہے کہ ان چار مواطن سے جن میں توسل وطلب امداد ذات والاصفات سید السادات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ثابت ہے۔ پہلا موطن کہ توسّل بروح مقدس آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے آپ کے خلعت جسمانیت اختیار کرنے سے قبل کے متعلق ہے جو خاص بذات شریف آنجناب فیض مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے اور کسی ایک نبی و ولی کو اس منقبت عظمیٰ میں مشارکت ومساہمت کی گنجائش نہیں ہے۔ نہ کسی شخص کا وارد ہونا اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے

سوا کسی اور کے لئے کفایت کرتا ہے مگر توسل آنجناب کی ذات سے حیات دنیوی میں ظاہر ہے کہ وہ آپ کے خصائص سے نہیں ہے بلکہ آپ کے بعض تبعین غلام بھی بوجہ شرف کثرت نسبت و قربت آپ کے مشرف ہیں چنانچہ اصحاب کرام و دیگر اولیائے امت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی ثابت ہے اور ثبوت کرامت و تصرف ان حضرات کا مکنونات میں اس کے اثبات میں کافی ہے اور توسل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ طلب بارش کے متعلق سے بھی ظاہر ثبوت توسل معلوم ہوتا ہے اور کسی عالم کا اس میں خلاف معلوم و متحقق نہیں ہے اور اسی طرح توسل اور طلب مدد بوسیلہ شفاعت قیامت کے روز انبیاء اولیاء امت کو بھی جائز ہے چنانچہ کتب عقائد میں موجود ہے۔ اب رہا تبرک و توسل عالم برزخ اور موطن قبر میں وہ بھی حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اولیاء و صلحائے امت کے ساتھ جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ اس جہت سے کہ حالت حیات میں تو جواز توسل عام ہے اور یہ متقرر ہے کہ بعد موت روح میت باقی رہتی ہے اور بہ سبب ایمان و عمل صالح و شرف اتباع حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس کو شعور ادراک و قرب و منزلت خدائے تعالیٰ کے نزدیک حاصل ہوتا ہے تو بعد موت بھی ان سے توسل کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں اس لئے کہ حقیقت معنی توسل و طلب امداد سوال و دعا ہے جناب باری تعالیٰ سے بواسطہ اس محبت و اکرام کے جو وہ اس بندہ خاص کے ساتھ رکھتا ہے یا اس بندہ کی روح سے طلب والتماس ہے کہ وہ حضرت حق تعالیٰ کی جناب میں بوسیلہ اپنے قرب و کرامت کے ہمارے واسطے یہ دعا کرے اور اس میں نص صریح کے وارد ہونے کی حاجت نہیں کیونکہ جس کو وسیلہ ٹھہرایا گیا اس کی ذات باقی ہے بخلاف پہلے موطن کے بلکہ نص کا نہ وارد ہونا اس کی منع پر کافی ہے والظاہر عدم الدلیل المذکور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صاحب وسیلہ آدمی کی موت پر ایمان و حصول قرب الٰہی و معصومیت تو معلوم نہیں تو پھر یہ کیونکر جائز ہوگا تو ہم کہیں گے کہ بقا اس کا ان لوگوں میں جو مبشر ہیں خصوصاً و عموماً یقینی ہے پس ان کے ساتھ توسل جائز ہوگا اور اس میں تفرقہ کا قائل کوئی نہیں کیونکہ آثار و نقول اخبار مشائخ کبار سے جو مالک کشف و محرمان اسرار عالم مثال ہیں۔ اس مرض شبہہ کی بیخ کنی کے لئے کافی و وافی ہیں۔ ہاں بعض فقہا کو اس مسئلہ میں کچھ اختلاف ہے لیکن حق زیادہ مستحق اس بات کا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ واللہ اعلم!

سولھواں باب

آداب زیارت فیض بشارت حضرت سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والبرکات میں اور مدینہ منورہ کی اقامت اور مع الخیر اپنے وطن میں پہنچنے کے بیان میں

جب قصد زیارت ایک مخصوص سفر ہے تو اس کے آداب متعلقہ بھی ضروری ہیں جن میں سے بعض مطلق سفر کے متعلق ہیں جیسے استخارہ کرنا۔ تجدید توبہ۔ ردِ مظالم۔ رضامندی اہل حقوق۔ نفقہ عیال۔ زادراہ کی آمادگی طلب رفیق۔ بھائیوں سے وداع۔ دعائیں اپنے ساتھ لینا جن کا پڑھنا تیاری سفر کے وقت اور منزل پہ اُترتے وقت مسنون و ماثور ہے اور تمام آداب کہ ابتدائے سفر اور وسط راہ میں وصول مقصد تک اور وطن کو پھر آنے تک مستحب و مسنون ہیں۔ یہ تمام باتیں ہم نے اپنی کتاب ''آداب الصالحین'' میں ذکر کی ہیں جو درحقیقت چوتھائی حصہ ترجمہ کتاب احیاء العلوم ہے۔ اس وجہ سے جو باتیں مخصوص اس سفر سے ہیں ان پہ اختصار کرتے ہیں ان تمام آداب سے جو اس سفر میں نہایت ہی اہم واقدم ہے اخلاص نیت ہے کیونکہ جمیع افعال و اعمال کا دارومدار اس پہ ہے فَمَنْ كَانَ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهِ پس جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرے پس اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہو گی۔ زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیت کرنا دراصل تقرب الی اللہ عزوجل ہے۔ وصول حبیب رب العالمین سے اور زیادہ کونسا تقرب الی اللہ ہے وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ۔ وَاِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللهَ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور بیشک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں بیشک وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اور مستحب ہے کہ باوجود نیت زیارت سرور کائنات کے مسجد شریف کی بھی نیت کرے۔ چنانچہ ابن صلاح و نووی رحمۃ اللہ علیہما نے اس کی تصریح کی ہے۔ اسی لئے بوجہ شد الرحال

بسوئے مسجد شریف نبوی اور اس میں نماز ادا کرنے کی بابت احادیث کثیرہ واقع ہوئی ہیں اور شیخ الحنفیہ کمال الدین الہمام نے بھی اپنے مشائخ سے اس طرح نقل کیا ہے لیکن اس کے بعد کہتا ہے کہ اولیٰ تجرید نیت ہے فقط یعنی پہلے نیت زیارت کی کرے یا دو نیتیں کرے۔ اس صورت میں شان زیارت کی تعظیم و اجلال بہت ہے اور زیادہ موافق مطابق فرمان سرور انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لَا تَحْمِلُہٗ حَاجَۃٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ یعنی اسے سوائے میری زیارت کے اور کوئی ضرورت نہ ہو اور حق یہ ہے کہ نیت مسجد شریف کو نیت زیارت میں شریک کر دینا منافی اخلاص نیت زیارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے کیونکہ مسجد شریف کی نیت کرنا اور اس میں نماز ادا کرنا اور دعا مانگنا مطابق عین حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور آپ کی نسبت کا عین ملاحظہ و مشاہدہ ہے یہ عمل ان حاجات سے نہیں کہ جس کا حصول سعادت و شفاعت حاصل کرنے میں خلل ڈال دے بلکہ زیارت کے متمم امورات سے ہے جہاں تک ہو سکے مسجد شریف میں بنیت اعتکاف سے رہے اگرچہ ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو اور تعلیم و تعلم خیر و ذکر الٰہی اور کثرت صلوٰۃ و سلام ذات بابرکات سید السادات علیہ الصلوٰۃ والسلام و ختم قرآن میں مشغول رہے اور اگر مدینہ منورہ میں پہنچنے سے پہلے ارادہ نیت ان اعمال کا کرلے تو علاوہ عمل کے ثواب کے ثواب نیت بھی حاصل کرے گا۔ اِنْشَاءَ اللہُ تعالیٰ!

ان جملہ آداب سے ایک یہ بھی ہے کہ اس راہ عظیم کو ہمیشہ جوش و خروش اور کمال شوق زیارت حبیب رب العالمین میں مستغرق اور دریائے محبت میں محو اور طاعت الٰہی میں مشغول شوق وصل میں فرح و سرور سے معمور حسن اخلاق و کثرت خیرات میں ڈوبا ہوا ذاکر شاغل فرحاں و شاداں بے کسل و ملال طے کرے تا کہ قابل انعکاس انوار محمدی و اسرار احمدی ہو جائے

اور ا بچشم پاک تواں دید چوں ہلال

ہر دیدہ جائے منظر آں ماہ پارہ نیست

ع۔ پاک شو اول و پس دیدہ براں پاک انداز!

منجملہ آداب مدینہ منورہ سے ایک یہ بھی ہے کہ راہ سفر مدینہ مبارک میں اکثر بلکہ تمام اوقات سوائے ادائیگی فرائض و قضائے ضروریات کے مشغول بصلوٰۃ و سلام بر حضرت سید انام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام و نعت شوق و حضور و طہارت و لطافت سے رطب اللسان رہے۔ شرائط آداب خاتمہ

کتاب میں تحریر ہوں گے کیونکہ زیادہ قریب طریقہ اور نہ زیادہ قوی وسیلہ اس باب میں یہی ہے اور البتہ قدیمی زمانہ یا کچھ بعیدی وقت میں تیرا یہی شغل وصال و رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انشاء اللہ العزیز ثمر آور اور منتج ہو گا۔ خصوصاً اوقات مرجوہ و حالات متبارکہ مثل وقت سحر بعد از نماز اور خصوصاً قرب مدینہ منورہ اور اماکن مقدسہ میں تو اپنے عمل مذکور کو زیادہ توسیع دے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ایک گروہ کو پیدا اس لئے فرمایا ہے کہ وہ صلوٰۃ کے تحائف قاصدانِ زیارت سے حضرت نبوت میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں آپ کی زیارت کے لئے آ رہا ہے اور اس تحفہ کو اس نے پہلے عرض خدمت کیا ہے اور اس سے اور کونسی سعادت زیادہ ہوگی کہ اس کا اور اس کے باپ کا نام مجلس پُر نور سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مذکور ہو

منجملہ آدابِ مدینہ سے ایک یہ بھی ہے کہ زیارت مساجد نبویہ و تتبع آثار محمدیہ جو راستہ میں واقع ہوں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں لازمی خیال کرے۔

منجملہ آدابِ مدینہ منورہ سے ایک یہ بھی ہے کہ جب مدینہ منورہ طیبہ مطیبہ مطہرہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً و تکریماً کے قریب پہنچے اور علامات شہر مشاہدہ کرے تو خضوع و خشوع و تضرع و حضور بڑھاوے اور بتصور مقصود و وصول بلوغ بغایت مطلوب و محبوب کمال فرحت و سرورِ نشاط پیدا کرے۔ شعر۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتشِ شوق تیز تر گردد

شعر: وَاَعْظَمُ مَا يَكُوْنُ الشَّوْقُ يَوْمًا   اِذَا دَنَتِ الْخِيَامُ مِنَ الْخِيَامِ

حدیث میں آیا ہے کہ جب زیارت کی نیت سے آنے والا آدمی مدینہ منورہ کے قریب آ جاتا ہے ملائکہ رحمت کے تحفوں سے اس کے استقبال کو آتے ہیں اور انواع و اقسام کے بشارات و سعادات سے اسے سرفراز کرتے ہیں اور اطباق انوار حضور سرور اس کے نثار وقت کرتے ہیں

شعر: ہر دمم از دل سرورے تازہ سر بر مے زند
غالباً روز وصال یار نزدیک آمدہ است

اور چاہیئے کہ بعد مجاورت منزل شریف کے ایسا تصور کرے کہ گویا سلطانِ عالم کے دربار میں حاضر

ہُوا ہے اور مشاہدۂ آثار مدینہ مطہرہ سے مثل ان پہاڑوں وغیرہ کے جو قریب اس کے واقع ہیں اور غلبہ شوقِ زیارت و عظمت پیغمبر سے کہ باطن سے منبعث ہے ایک حالت عظیم پیدا ہو جائے اور عمدہ اس باب میں محافظت دل اور خشوع باطن ہے ساتھ محافظت اعضائے ظاہری کے گناہوں سے اور جاری رکھنا ہے زبان کا صلوٰۃ وسلام میں ساتھ تفکر کرنے کے ملاحظہ عظمت و جلال میں نہ یہ کہ فقط زبان پر درود جاری رہے اور دل میں غفلت طاری ہو اور یا نہ رہے آواز بلند سے کہ طریق عوام ہے ولیکن اگر کمال مراقبہ کسی کو نصیب ہو تو خضوع ظاہر کو ساتھ سعی کرنے کے طریقہ تنبیہ اہل دل ہاتھ سے نہ دے کہ وہ بھی جب دوام و استقامت قبول کریگا تو البتہ اس حالت تک یا اس حالت کے قریب تک پہنچا دیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ! چنانچہ بعضوں نے کہا ہے۔ شعر

یَا صَاحِبِیْ ھٰذَا العقیق فقف بہٖ — متوالھًا ان کُنت لست بوالہٖ

یعنی اے میرے رفیق مقام عقیق یہی ہے پس ٹھہر جا یہاں اس حال میں کہ سرگرداں ہے اگرچہ نہیں ہے تو سرگشتہ۔

اور جملہ آداب زیارت سے یہ ہے کہ جب جبل مفرح تک پہنچے تو اس کے اوپر نہ چڑھے اگر جانے کہ اوپر چڑھنے میں لوگوں کو اس فعل کے واجب یا سنت ہونے کا توہم ہوگا یا یہ موجب ایذا ہوگا اپنے یا غیر کے لیے اور اگر ان باتوں سے خالی ہو اور جانے کہ جمال جان افزائے مدینہ کے مشاہدہ کرنے سے ولولہ اور تعظیم و ہیبت بڑھ جائے گی تو اوپر چڑھنے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ موافق قواعد و دلائل کے چڑھنا مستحب اور مستحسن معلوم ہوتا ہے۔

کسی نے جو یہ کہا ہے کہ مشاہدہ مدینہ کے واسطے اس پہاڑ پر چڑھنا بدعت سیئہ ہے۔ یہ قول پایۂ تحقیق سے گرا ہوا ہے بلکہ بہت شنیع ہے اور انصاف سے بہت دور ہے کیونکہ مشاہدہ کرنا در و دیوار آرام گاہ حبیب کا موجب زیادتی شوق اور امر محبوب ہے اور یہ بھی فیصل شدہ ہے کہ وسائل کو مقاصد کا حکم دیا کرتے ہیں۔ قطعہ۔

قرب الدیار یزید شوق الوالہ — لاسیما ان لاح نور جمالہٖ

او بشرا لحادی بان لاح القنا — وبدت علیٰ راس جبالہٖ

فھناک عیل الصبر من ولی صبرۃ — وبدا الذی یخفیہ من احوالہٖ

ترجمہ: شہر محبوب کا قرب عاشق حیران کے شوق کو بڑھا دیتا ہے خصوصاً جب نور اس کے جمال کا چمک رہا ہو۔

یا بشارت دے رہنمائی کرنے والا ملاقات کی اور وہاں کے پہاڑوں کی چوٹیاں ظاہر ہوں۔

پس یہاں صبر کرنیوالوں کا صبر بھی جواب دے جاتا ہے اور چھپا حال بھی کھل جاتا ہے۔

بیت

چنین کہ رقص کناں گرم میرود مجنوں

مگر ز دورِ نگاہش محمل افتادہ است

اس مشتاق لقائے حبیب سے یہ کس طرح ہو سکے گا جس نے شوق میں منازل طے کر کے سرحد منزل قرب تک پہنچا ہو اور مقام وصل پہ پہنچنے سے پہلے کسی طور پہ مشاہدۂ در و دیوار آرام گاہِ محبوب ممکن ہو اور نہ دیکھے صبر و تحمل کر جائے۔ بیت۔

ولیکہ عاشق صابر بود مگر سنگ ست

ز عشق تا بصبوری ہزار سنگ ست

یہ کس کو اعتماد ہے کہ شاید حرم شریف تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جائے۔ بیت۔

بانیکہ کعبہ نمایاں شود ز پامنشیں!

کہ نیم گام جدائے ہزار فرسنگ ست

بارے کہ اس کے مشاہدے اور نظر سے محروم نہ ہو اور مسجد ذوالحلیفہ کو پہنچے کہ آبار علی کے پاس واقع ہے تو اترے اور دو رکعت نماز ادا کرے بشرطیکہ تو اپنے نفس اور مال سے بے فکر ہو۔ یہ کنوئیں جس علی سے منسوب ہیں یہ زمانہ سابق میں ایک شخص تھا اس سے مراد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ نہیں ہیں۔ اسی طرح وادیٔ فاطمہ جو مکہ کے قریب ہے اس سے بھی فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا مراد نہیں ہیں۔

منجملہ آداب میں سے یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کے منارے اور قبہ نظر آنے لگیں تو اجلال اور تعظیم سے جو خاصہ باطن ہے اپنی سواری سے اُترے اور اگر تجھ سے ہو سکے تو مسجد شریف تک پیادہ پا چل!

نظم

هٰذی قباب ھٰذی یثرب
البشر فقد حصل الھنا والمطلب

البشر فقد حصل التواصل والقضیٰ
زمن الجفا والوقت وقت طیب

والریح قد اھدت لنا من طیبہ
عرفا کنشر المسک بل ھو اطیب

وادخل بحجرۃ احمد فببابہ
یاوی الفقیر ویستجیر المذنب

ترجمہ

یہ قبے ہیں یہ مدینہ ہے خوش ہو کہ مطلب حاصل ہو گیا —— خوش ہو کہ وصل حاصل ہوا اور زمانہ ظلم کا ختم ہو گیا اور وقت بہت اچھا وقت ہے —— ہوا نے ہمیں مشک کی طرح خوشبو پہنچا دی بلکہ اس سے بھی زیادہ خوشبودار —— اور داخل ہو حجرہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیونکہ ان کے دروازے پر فقیر گنہگار اور بے نوا پناہ لیتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب وفد عبدالقیس کی نظر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال پر پڑی تو قبل اونٹ بٹھانے کے فوراً سب نے اپنے تئیں زمین پر گرا دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہ فرمایا۔ بیت۔

واذا المطی بنا بلغن محمداً
فظھورھن علی الرحال حرام

ترجمہ: جب سواریوں نے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچایا۔ ان کی پیٹھیں ان کے بوجھل پر حرام ہیں۔

شعر۔

گو طاقت آنم کہ بایں جاذبۂ شوق
رخسار ترا بینم و بے تاب نگردم

ازانجملہ آداب زیارت سے یہ ہے کہ قاصد زیارت جب حرم شریف مدینہ سے مشرف ہو تو بعد از سلام سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ حَبِیْبِکَ فَاجْعَلْہُ لِیْ وِقَایَۃً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَارْزُقْنِیْ فِیْ زِیَارَۃِ نَبِیِّکَ مَا رَزَقْتَہٗ اَوْلِیَاءَکَ وَاَھْلَ طَاعَتِکَ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ۔ اور اس وقت عمدہ استغراق ظاہر و باطن ہے۔

صلوٰۃ وسلام ہیں اور عظمت وجلالت عتبہ عالیہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس وقت کے لوازم سے ہے۔ فرحت وسرور اور شکر گذاری حق تعالیٰ وتقدس کی کہ اس مفضل منعام جلت نعمائہ وتعالت آلائہ، نے اپنے فضل وکرم سے یہ دن دکھایا اور بخت خفتہ کو جگایا۔ ۔شعر۔

حبذا روزِ سعادت حبذا روزِ وصال

باغ من گل میکند امروز بعد از چند سال

ازانجملہ آداب زیارت سے کہ اس بلدہ طیبہ مطہرہ معظمہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کامل بجالائے اور مسواک کرے اور پوشاک لطیف پہنے۔ اگر سفید ہو تو بہتر ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب کپڑوں سے سفید کپڑے زیادہ دوست تھے اور زیور علم و وقار سے آراستہ ہو اور لباس احرام سے جیسا کہ بعض عوام کرتے ہیں پرہیز کرے۔ کیونکہ وہ خصوصیات مکہ معظمہ اور خواص حج وعمرہ سے ہے۔ اس کے بعد عظمت وجلال شان نبوی کو ملحوظ رکھے اور کمال خشوع وخضوع ظاہری باطنی کے ساتھ داخل بلدہ معظمہ ہو اور اس بات کو یہ وہ مکان ہے کہ پروردگار جہاں نے جیسے اپنے حبیب وصفی سید المرسلین خاتم النبیین رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اختیار کیا ہے اور جتنے فتوحات و برکات عالم میں شائع وظاہر ہیں۔ ان سب کا منبع ومنشا یہی مکان متبرک ہے شعر۔

ہر گل و سبزہ کہ در باغ نمودے دارد

آخر اے بادِ صبا این ہمہ آوردہ تست

اور اس تصور سے غافل نہ ہو کہ زمین وہ زمین ہے کہ جس نے حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک چومے ہیں اور پائے مبارک اس پر رکھے گئے ہیں اور اس زمین مقدس پہ پاؤں رکھنے اور اٹھانے میں ہیبت وسکینت کو دخل دے جو صفت لازمہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی اور یہ جانے کہ یہ درگاہ عالم پناہ اتنی بزرگ ہے کہ یہاں ادنیٰ سوءِ ادب مثل بلند آوازی وغیرہ کے موجب حبطِ عمل ہو جاتا ہے۔

نظم

طابت بطیبک یثرب وثراھا | من اجل ذالک طیبۃ سماھا

ملأ الوجود وعبیر عنبر عطراھا | وعلا علی الآفاق طیب شذاھا

وَذھب لوامع نورھا مع نورہٖ　　　وھبت ریاض قباھا و قباھا
انا وفودک یاختام الانبیاء　　　جئنا بفاقتنا و انت غناھا
جئنا الیک بضاعۃ قد ازجت　　　فاقبل بضاعتنا ولا تخفاھا

ترجمہ

آپ کی خوشبو سے یثرب کی مٹی خوشبودار ہوگئی اس وجہ سے اس کا نام طیبہ ہوا اور اس کی خوشبو نے تمام عالم کو معطّر کر دیا اور لوامع نور اس کے ساتھ ساتھ روشن ہوگئیں۔ اور اس کے قبّوں کے پھول تر و تازہ ہو گئے اے خاتم الانبیاء ہم محتاج آئے ہیں اور آپ ہمارے غنی ہیں۔ ہم آپ کے پاس کھوٹی پونجی لائے ہیں۔ پس آپ ہماری پونجی کو قبول کر لیجئے اور اس کو پوشیدہ نہ کیجئے۔

ازانجملہ آداب زیارت سے یہ ہے کہ دروازہ شہر کے قریب پہنچنے پر یہ پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ بِحَقِّ فَمَشْیَایِیْ ھٰذَا اِلَیْکَ فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ بَطَرًا وَّ لَا اَشْرًا وَّ لَا رِیَاءً وَّ لَا سُمْعَۃً اَخْرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِکَ ۔ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ اَسْاَلُکَ اَنْ تُبْعِدَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اور یہ دعا ہر وقت مسجد شریف جاتے پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ جو شخص اس دعا کو مسجد شریف کے راستہ میں پڑھے ستّر ہزار فرشتگان اس کی مغفرت کے لئے مؤکل کئے جاتے ہیں اور اسے اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور میں اپنی عزیز نیّت کی وجہ سے پیش کرتے ہیں۔

ازانجملہ آداب مدینہ طیبہ یہ ہے کہ مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے خیرات کرے زمانہ صدر اسلام یہ قاعدہ تھا کہ جو کوئی ارادہ مناجات حضرت سیدانام کا کرتا تو اس پر واجب تھا کہ کوئی نہ کوئی ضرور خیرات کرے۔ اس کے بعد خدمت اقدس حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں حاضر ہو چنانچہ آیہ شریفہ اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰاکُمْ صَدَقَۃً" جس وقت تم کانوں میں باتیں کرو تم رسول سے پس بات کرنے کے پہلے تم صدقہ دے دو" اس پر دلالت کرتا ہے کہتے ہیں کہ اوّل اوّل جس شخص نے اس پر عمل کیا امیرالمومنین علی تھے کرم اللہ وجہہٗ

اس کے بعد اس کا وجوب منسوخ ہوگیا مگر استحباب مطلق صدقہ کی صفت لازمہ ہے اپنی حالت پر رہ گیا اور زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بعد از وصال بھی مانند حکم حالت حیات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہے تمام اشیاء میں ہر کام پہ اس کو مقدم رکھا جائے اور ہر گز کسی دوسرے کام کو بالکل پہلے نہ کیا جائے مگر اس کام کے علاوہ جو ضروری ہو اور اس کا ترک موجب تفرقہ باطن ہے اور جب حاضر ہو تو تصور میں عظمت وابہت مکان وملاحظہ شرف وعزت اس عالیشان سے غافل نہ ہو اور یہ جانے کہ یہ مکان مہبط وحی ومنزل رحمت ومقام وعزت ہے اور یہ مسجد خاتم الانبیاءؑ اور مقام سید المرسلین وحبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وذریاتہ واتباعہ اجمعین ہے۔

از انجملہ آدابِ مدینہ منورہ سے یہ ہے کہ مسجد شریف میں آنے پہ تھوڑی دیر توقف کرے گویا داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا اصل نہیں ہے۔ واللہ اعلم! اور داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھے اور یہ دعا پڑھے جو ہر بار داخل ہونے میں مستحب ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْہِہِ الْکَرِیْمِ وَبِنُوْرِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اَللّٰھُمَّ اَقْفِنِیْ عَنِّیْ عَلٰی کُلِّ مَا یُرْضِیْكَ وَمِنْ عَلٰی اَحْسَنِ الْاَدَبِ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ اس دعا کو مسجد میں آنے اور نکلنے کے وقت ترک نہ کرے لیکن نکلتے وقت یہ کہے وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ کی بجائے رَحْمَتِكَ پڑھے اس سے اقل اس باب میں کفایت کرنے کے لئے یہ کلمات ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ وَبَرَکَاتُہٗ حدیث میں آیا ہے وَاِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیُسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ یعنی جب تم میں سے کوئی مسجد کو داخل ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ سلام عرض کرے۔ چاہیے کہ دخولِ مسجد شریف کے وقت نہایت ہی خشوع وخضوع کرے اور وقار وہیبت وتعظیم ان قبور شریفہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنکھیں نیست مسجد چرائی ہوئی کر اور اپنے اعضا کو فعل عبث سے بچا بچا کر اور دل میں غیر شواغل کو

دخل نہ دیتے ہوئے اور نہایت ہی ادب و حسب جہد و طاقت سے عظمت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ملاحظہ کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حیات مبارکہ میں میں حاضر ہوں اور آپ کے دیدار سے مشرف اور آپ کی کلام سے بہرہ ور ہو رہا ہوں اگر کوئی سامنے آجائے تو اس پر تحیۃ وسلام کرے جہاں تک ہو سکے نیچی آنکھیں کرکے احتراز کر جائے اور اگر ضرورت پڑ جائے تو قدر ضرورت سے تجاوز نہ کرے اور باطن سے اس شغل سے شاغل رہے

از انجملہ اداب مدینہ منورہ سے یہ ہے کہ جب مسجد شریف میں داخل ہو نیت اعتکاف کی کرے اگرچہ مدت قلیل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ بعض کے مذہب میں جائز اور صحیح ہے اور فضیلت و زیادتی ثواب کا موجب ہے اور اس کی رعائیت جمیع مساجد کے داخلہ کے وقت ملحوظ رکھے اور اس کی سستی پہ راضی نہ ہو۔ اگرچہ یہ عمل آسان ہے لیکن اس کا اثر کافی ہے۔ اس کے بعد روضہ شریفہ پہ آئے اور آنحضرت کے مصلّے جس پہ آجکل محراب بنا ہے اس سے تھوڑا دائیں جانب پہ دو رکعت نماز بانیت تحیۃ المسجد ادا کرے اور اس کی قرائت میں طوالت نہ کرے فاتحہ کے بعد بطور قرائت قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور سورۂ اخلاص پہ اکتفا کرے۔ اگر مصلّے شریف پہ جگہ نہ مل سکے تو اس کے قریب ہی پڑھ لے مگر بقدر امکان حصول مکان کی کوشش کرے اور اگر برائے فرض نماز تکبیر ہو چکی ہو یا خوف فوتید گی نماز ہو تو تحیۃ المسجد کو ترک کر دے اور صلوٰۃ فرض میں شامل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر کا وظیفہ جاری رکھے کہ اس نے ایسی نعمت سے مشرف فرمایا ہے اور زیادہ نعمت عظمت رضائے توفیق اور دارین کی سعادت کے حصول کی استدعا کرے کہ یہ ایسی درگاہ ہے کہ اس سے کوئی طالب صادق اور فقیر سائل مردود اور نا امید ہو کر واپس نہیں لوٹتا۔ بیت۔

حَاشَا اَنْ یَحْرِمَ الرَّاجِیْ مَکَارِمَہٗ — اَوْ یَرْجِعِ الْجَارُ مِنْہُ غَیْرَ مُحْتَرَمِ

نظم

وَمَنْ جَاءَ ھٰذَا الْبَابَ لَا یَخْشَی الرَّدٰی — عَلٰی بَابِکَ الْعَالِیْ مَدَدْتُ یَدُ الرَّجَا

سَلَامٌ عَلٰی اَنْوَارِ طَلْعَتِکَ الَّتِیْ — اَعِیْشُ بِھَا شُکْرًا وَاَفْنٰی بِھَا وَجْدًا

لَعَلَّکَ اَنْ تَعْطِفَ عَلَیْنَا بِنَظْرَۃٍ — تَرٰی مَا اَسَرَّ الْوَجْدُ فِیْنَا وَمَا اَبْدَا

وانت ملاذ العبد یاغایۃ المنٰی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ویا سیّدا قد سادمَنْ جائہ عبدا

وانت ارادتی وانت وسیلتی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ فیا حبّذا انت الوسیلۃ والقصدا

ترجمہ؛ جو شخص آپ کے دروازہ پہ آیا وہ سوال کے رد سے نہیں ڈرتا۔ مَیں نے بھی آپ کے عالی دروازے پہ امیّد کا ہاتھ پھیلا دیا ہے۔

آپ کے انوار طلعت پہ ایسا سلام ہو کہ میں اس کی شکنجہ سے زندگی بسر کرتا ہوں اور اس کے عشق میں جان دیتا ہوں۔ شاید آپ کوئی نگاہ پھیر کر ہماری طرف دیکھ لیں ہم میں وجد چھپا ہے۔ آپ غلاموں کی پناہ میں نہایت حالت امید ہیں۔ اور ایسے سرور میں ہو کہ جو غلام آیا سردار ہو گیا۔

آپ ارادہ اور میرے وسیلہ ہیں۔ کیا خوشی کی بات ہے کہ آپ وسیلہ اور قصد ہیں۔

عُلماء کا زیارت روضۂ اقدس سے قبل تحیۃ المسجد ادا کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض مالکیہ زیارت کو تحیۃ المسجد پہ مقدّم رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر رُخ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے گذرنے کا اتفاق ہو تو زیارت کو مقدّم کرنا مستحب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ہر سال میں تحیۃ المسجد مقدّم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے ایک دفعہ میں سفر سے آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا مسجد میں داخل ہوا ہے اور نماز پڑھی ہے۔ مَیں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ فرمایا۔ مسجد میں داخل ہو نماز ادا کر اور پھر ہم سے سلام کر۔ اختلاف اس سلام کے خلاف میں ہے جو آداب مسجد و دخول مسجد میں ہے، اس لئے کہ وہ تحیۃ المسجد سے مقدم ہے بالاتفاق جیسا کہ بیان ہو چکا اور جواز سجدۂ شکر میں بھی تحیۃ المسجد کے پہلے ہو یا پیچھے اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک کہ اگر نعمت متنوالیہ دائمہ کے سوا کوئی اور تازہ نعمت حاصل ہو تو جائز ہے اور اس کے جواز میں علمائے حنفیہ کے روایات بھی آئے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فعل شریف سے بھی منقول ہے۔ واللہ اعلم!

فصل تحیۃ المسجد گذارنے کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہوا اور اپنا منہ قبر شریف کی طرف کرے اور درگاہ عزّت جلّ جلالہٗ سے طلب مدد اور امداد کرے۔ اس مقام منیف اور موقف شریف میں بغیر اعانت وامداد الٰہی کے قیام ممکن نہیں ہے

بیت

فلمّا اتینا قبر احمد لاح من | سناہ ضیاء تخجل الشمس والبدرا
قمنا مقاما اشھد اللہ انّہ | یذکرنا من فرط ھیبتہ الحشرا
وجئنا لہ فی شدۃ من نفوسنا | فجئنا العسیر اولیسرنا الیسرا
ھوالبحر لکن سلسبیل و ان ترو | ترو سلسبیلا انہ لم یزل برا
فیھدیک فی سبیل العنایۃ واصلا | الیہ حتیٰ ترٰی ذاتہ جھرا
ھوالکنز کنز اللہ بیت علومہ | ومن اودع الرحمٰن فی قلبہ سرّا

ترجمہ

جب ہم قبر شریف احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پہ حاضر ہوئے تو ظاہر ہوئی ان کی روشنی سے ایک چمک کثیر جس نے سورج اور چاند کو ماند کر دیا۔

ہم ایسی جگہ کھڑے ہوئے کہ میں نے اللہ کو گواہ کیا کہ وہ یاد دلاتا ہے ہم کو فرطِ ہیبت سے حشر کو۔

ہم شدت کے درمیان آئے اپنے نفوس سے آئے ہم سب نے سختیوں کو جھیل کر انہیں آسان کر دیا۔

وہ ایک دریا ہیں بلکہ سلسبیل ہیں اور اگر تو یہاں وارد ہوا تو سلسبیل کو وارد ہوگا۔

پس راہ عنایت کے درمیان ہدایت کرتا ہے۔ اس کی طرف پہنچنے والے ہیں یہاں تک کہ تو ان کی ذات دیکھے گا۔

وہ اللہ کا خزانہ ہیں اور مرکز علوم الہیہ ہیں۔ آپ وہ ہیں کہ اللہ نے ان کے دل میں رازِ امانت رکھ دی ہے۔

حتی الوسع وحتی الامکان ظاہرا و رباطن میں خشوع وخضوع و وقار و ذات انکسار مدینہ طیبہ کے ذرّہ ذرّہ سے برتنے۔ سوائے سجود اور مٹی مدینہ کو منہ پہ ملنا اور جالی مبارک کو بوسہ دینا وغیرہ وغیرہ جن کی شریعت رخصت نہیں دیتی اور ظاہر بینوں کے نزدیک ادب میں شمار ہے ایسے امور سے

پرہیز کرنا چاہیئے بلکہ یقین رکھنا چاہیئے کہ درحقیقت ادب رعایت اتباع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے جو امر اس کے خلاف ہے تو تہم باطل ہے۔ ہاں اگر کوئی امر غلبۂ حال وشوق سے پیدا ہو تو وہ اگر لوگوں کے سامنے نہ کرے تو بہتر ہے اور بعض علما کو اس باب میں اختلاف ہے ولیکن مفتیٰ علیہ ومختار وہی ہے جو بیان ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام کے وقت آپ کے حضور میں عظمت سے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ باندھے جس طرح نماز میں کرتا ہے۔ کرمانی جو علمائے حنفیہ سے ہیں اس معنی کی تصریح کرتے ہیں اور قبلہ کو پیٹھ کر مسمار فضہ (چاندی کی کیل) جو دیوار حجرہ شریف میں مقابل مواجہ شریف کے ہے کے نزدیک اور قندیل کے نیچے کھڑا ہو۔ حجرات شریفہ کو داخل مسجد کرنے سے پہلے سلف اسی مقام پہ کھڑے ہوتے تھے کہ اب جس جگہ شباک شریف ہے اور یہ قبر شریف کے موازی تین چار گز کے فاصلہ پہ ہوگی سلف سے اسی جگہ وقوف منقول ہے۔

اور منجملہ آداب مدینہ منورہ سے ہے کہ قبر شریف کے سامنے ٹھہرنا اس طرح ہو کہ حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائق طریقہ ادب ہو۔ اب زائرین شباک شریف سے باہر ٹھہرتے ہیں۔ اگر اس کے متصل ٹھہرے یا دور دونوں جائز ہیں اور یقین رکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی حاضری اور قیام وزیارت سے حاضر وآگاہ ہیں۔ نہ بہت بلندی سے اور نہ بہت پستی سے بلکہ اعتدال سے حیا ووقار سے سلام عرض کرے اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ، تین بار اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ آخر عبارت تک جو رسائل زیارت میں لکھی گئی ہے اور معلّم لوگ بوقت زیارت وہ سکھاتے ہیں بعض سلف بزرگان مثلاً" ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم نے اختصار اختیار کیا ہے اور اختصار بھی بمقدار اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کیا ہے۔ نقل ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زیارت کو آتے تھے تو کہتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا بَكْرٍ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یا ابتاہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ، اور غالب بھی یہی ہے واللہ اعلم!

زیارت میں روزانہ یا بضرورت وتنگی وقت میں کم از کم مقدار اقامت نماز اور اس کے مثل ہوگا

ورنہ وہ مشتاق جس کے دل پہ اشتیاق اور سینہ مدت کے فراق سے پُرشکایت ہو جس نے بیابانوں کو
قطع کیا اور حضرت حبیب میں پہنچے وہ اتنی مقدار قیام کب اختیار کر سکتا ہے۔ بیت

مے لسانے از خدا خواہم در روز محشرے
پیش تو تابیاں کنم حال شب دراز را

اکثر علما نے وقوفِ طویل و تکثیر اختیار کیا ہے کیونکہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حضور
میں قیام ایک اعظم سعادت والزم مستلزمات سے ہے۔ کَمَا قَالَ الشَّاعِرُ

حمامۃ جرعی حومۃ الجندل اسجعی فانت بمری من سعاد و مسمع

اے کبوترہ وطن خشک حومۃ الجندل کی آواز کر، اس لئے کہ وہ ہے کہ سعادت تجھ کو
دیکھتی ہے اور تیری آواز سنتی ہے۔

اگر زائر کو کسی دوست نے اپنی جانب سے سلام عرض کرنے کو کہا ہو تو اس طرح عرض کرے
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ فلان بن فلان فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام ہو آپ پر
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ یا یوں عرض کرے۔ فلان بن فلان یُسَلِّمُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
فلاں بن فلاں آپ پہ سلام عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس کے بعد داہنی طرف
ایک گز شرعی کے قدر ہٹ کر کھڑا ہو اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا بَکْرِنِ الصِّدِّیْقَ یَا صَفِیَّ
رَسُوْلِ اللّٰہِ وَثَانِیَۃً فِی الْغَارِ جَزَاکَ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا۔ اَلسَّلَامُ
عَلَیْکَ عُمَرَ الْفَارُوْقَ الَّذِیْ اَعَزَّ اللّٰہُ بِہِ الْاِسْلَامَ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ مِنْ فلان بن فلان۔

اگر کسی نے وصیت کی ہو تو مواجہ شریف حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں حاضر ہو اور
بطریق سابق پھر سلام عرض کرے اور توسل و تشفع استمداد و استعانت میں نہایت تذلل و انکسار و
خضوع و خشوع بجا لائے۔ آثار سلف سے ثابت ہے کہ جو شخص قبر شریف کے نزدیک یہ آیت پڑھے
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اس کے بعد

لہ دومۃ الجندل مقام کا نام ہے اور سعادت ایک معشوقہ ہے ۱۲

ستر بار کہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ تو فرشتہ آسمان سے ندا دیتا ہے کہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا فُلَانَ تیری کوئی حاجت نہیں جو آج بر نہ لائی گئی ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نام کے ساتھ ندا کرنے کو منع کیا گیا ہے۔ اس طرح کہنا ہے کہ کہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تو بہتر ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ یا نبی اللہ کہے تو اچھا ہے کیونکہ نظم قرآنی میں توافق ہوگا اس کے بعد اوپر کی طرف آوے درمیان قبر مبارک اور درمیان اسطوانہ کے اس طور پر کہ سر مبارک کی طرف پیٹھ نہ ہو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے حمد و ثنا ر دعا درود و سلام میں مشغول ہو پھر روضہ مبارک میں آئے منبر شریف کے پاس دُعا مانگے۔ اس جگہ دعا مستجاب ہوتی ہے۔

فصل: آداب اقامت مدینہ منورہ میں

منجملہ اقامت آداب مدینہ منورہ میں سے ایک یہ ہے۔ عرصہ رہائش اس بلدۂ شریف کو غنیمت جانے، ملازمت مسجد و اعتکاف کی بابت ہمت اور حرص ہی حرص کرے اور حاضری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں قسما قسم کی خیرات، صدقات۔ تعمیر اوقات میں صلوٰۃ، قیام وصیام اور درود سید انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو لازم کرلے۔ اس بات پر شک نہیں کہ مسجد شریف جس قدر زمان برکت نشان سید انس وجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں تھی طاعات اس میں بجالانا افضل و اکمل ہے۔

منجملہ آداب اقامت مدینہ میں سے ہے کہ اگر تو مسجد میں ہو تو تیری نظر حجرہ شریفہ سے نہ ہٹے اور اگر باہر ہو تو اپنی نظر قبہ شریف پر لگائے رکھے اور نہایت ہی ہیبت۔ تعظیم خضوع و خشوع کی آنکھوں سے نگاہ ڈالے کیونکہ قبہ مبارک نگاہِ استحباب میں نگاہ کعبہ کے حکم میں ہے اور نظر بجانب قبہ مبارک ڈالنے سے جس قدر نور انابت و ذوق ظہور پذیر ہوتا ہے اور بیرون شہر نظر بقبہ مُبارک سے مشتاقان و والہانِ درگاہ کو ذوق حاصل ہوتا ہے اس کا بیان اسی حالت پر موقوف ہے۔ اب اس کی شرح بیان میں نہیں آسکتی۔ مصرع۔

ذوق ایں مئے نشناسی بخدا تا نچشی

اور از نجملہ اقامتِ مدینہ منورہ سے یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اگر ایک رات بھی میسر ہو احیائے لیل مسجد شریف میں بسر کرنے کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دے کیونکہ اس رات کی قدر شب قدر

سے کم نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ شعر۔

آں شب قدر کہ گویند اہل خلوت امشب ست

شعر

وکل اللیالی لیلۃ القدر ان دنت کما کان یوم اللقا یَوْمِ جُمُعَۃِ

یعنی اگر تو قریب ہو تو ہر رات لیل القدر ہے جس طرح یوم ملاقات یَوْمِ جمعہ ہے۔

شعر

نَحْنُ فِي حَضْرَتِ الْحَبِيْبِ جُلُوْسٌ یَقَظٌ ھٰذِہٖ وَلَا مَنَامٌ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ مُحِبٌّ فِیْکَ وَاللّٰہِ عَاشِقٌ مُّسْتَھَامٌ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ نَزِیْلٌ وَنَزِیْلُ الْکِرَامِ لَیْسَ یُضَامُ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْتَ رَجَائِیْ وَاِمَامِیْ نِعْمَ الرَّجَاءُ وَالْاِمَامُ

ترجمہ

ہم درگاہ حبیب میں بیٹھے ہیں۔ بیداری ہے خواب نہیں ہے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو دوست رکھتا ہوں خدا کی قسم ہے۔ میں عاشق شیدا ہوں۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے ہاں آ کر اترا ہوں اور سخیوں کے ہاں اترنے والا روزہ میں نہیں رہ سکتا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میری امید ہیں۔ آپ میرے امام بہترین امید اور امام ہیں۔

اگر وہاں کی شب باشی میں کچھ تردد ہو اور حکام کے پاس دوڑ دھوپ کا اتفاق پڑے۔ اس کو بھی سعادت وقت اور شرف روزگار سمجھنا۔ حواشی اور خواجہ سرا سے تعظیم و تکریم سے پیش آنا کیونکہ وہ آنجناب عرش مآب کے خدام ہیں۔ اس کو ایک باذخ شرف اور عظمت شامخ تصور کرے اور یہ دوسرا ادب ہے۔

از انجملہ آداب اقامت مدینہ منورہ سے یہ ہے کہ ساکنان و اہالیان مدینہ منورہ کو خواہ وہ ادنیٰ یا عالی ہوں ہمیشہ نظر عظمت و عزت سے دیکھے کیونکہ انہیں اس سرور ایں وآں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک نسبت و اضافت ہے۔ بیت۔

کفا شرفًا نی مضاف اِلَیکُمْ   وانی بکم ادعی وارعی واعرف

یعنی یہ شرف بہت ہی کافی ہے کہ میری اضافت آپ کی طرف ہے اور میں آپ کے سبب پکارا گیا۔ رعایت کیا گیا اور پہچانا گیا ہوں۔

اور تمہارے لئے ضروری ہے کہ اجل اعمال اور اس رات شریف کا تیر اسالہ عمل کیونکہ تیری تمام ہی وہی رات ہے تحفہ جات صلوٰۃ بر سیدِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات ہی ہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ صَلٰوَاتٌ اَنْتَ لَهَا اَهْلٌ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ هُوَ لَهَا اَهْلٌ صَلٰوۃً نَاشِیَۃً مِنْ عَیْنِ السِّرِّ الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَہٗ لَا یَعْرِفُ قَدْرَهَا اِلَّا اَنْتَ وَاِلَّا هُوَ صَلٰوۃً هِیَ مِعْرَاجُ قُدْسِہٖ وَسَمِیَّتُكَ اُنْسِہٖ لَدَیْكَ۔ اور اگر نوم و نعاس غلبہ کرے تو اس کو دور کر۔ اس قدر کیفیت و وجد بہم پہنچا کہ نیند پاس ہی نہ پھٹکنے پائے۔ وحاشا وکلاّ کہ مشتاق جمالِ باکمال حبیب ربّ متعال صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خیر آل کو اس درگاہ باعظمت وعزت وجلال میں نیند آرہے۔ مصرعہ۔

قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

شعر

گفتی ام در خواب او تا بینیش اندر خیال
ایں سخن بیگانہ را گو آشنا را خواب نیست

اور اس صاحبِ دولت کی خدمت میں جو سعادت و اقبال اس شب وصال کا پاوے میری التماس یہ ہے کہ اس فریفتہ جمال محمدی و شیفتہ کمال احمدی بیمار فراق سرتاپا اشتیاق کو فراموش نہ کرے اور اگر اپنے سے خبر باقی رہے تو اس دیوانہ کو ضرور یاد فرمالے۔ شعر۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی   بیادِ آر محبان بادہ پیما را

اگر تو اعتبار کرے تو تجھے بھی اس فقیر نے اپنے وقت (حاضری روضۂ اقدس) میں یاد کیا ہے۔ اگر تمہیں شک ہو تو اس جناب سے دریافت کر لو ممکن ہے تمہارا شک رفع ہو۔ سبحان اللہ کہاں تھے اور کہاں آگئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

ازانجملہ آداب اقامت مدینہ منورہ سے یہ ہے کہ دل و اعضاء و زبان کو مسجد شریف

میں اپنے سے باہر جانے تک ان ہر مکروہ وخلاف اولیٰ وافضل امور کو نگاہ میں رکھے اور ہمیشہ تصوّر و ملاحظہ یہ رکھے کہ کس حضرت کے حضور میں حاضر ہے اپنے ظاہر و باطن کو اس کا نصب العین بنائے۔ اگر کوئی شخص اس کے حال میں مزاحم ہو کہ اس کے ساتھ بیٹھنا اور ہم کلامی موجب فتور نسبت حضوری کا باعث ہو تو اپنے آپ کو نہایت ہی لطیف حیلوں سے اس سے چھڑائے اور بقدر ضرورت ہم کلامی وحصول مقصد پر اکتفا کرے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَتَقَبَّلْ مِنَّا مَا عَمِلْنَا بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ وَاجْبُرْ مَافَاتَ عَنَّا بِعَفْوِكَ وَحِلْمِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

از انجملہ آداب اقامت روضہ اقدس کے یہ ہے کہ بعض عوام الناس کھجور صیمانی مسجد شریف میں کھاتے ہیں اور گٹھلیوں کو بھی مسجد میں ڈال دیتے ہیں اس سے باز رہ۔ کیونکہ یہ فعل رعایت تعظیم نگاہ داشت ادب مسجد سے دُور ہے اور بیشک وارد ہوا ہے کہ مسجد کو تھوڑی سی چیز سے ایذا ہوتی ہے جو اس میں پڑ جائے جس طرح آنکھ معمولی خس کے پڑنے سے دُکھنے لگتی ہے اور اس ادب کا ذکر تصنیفات کتب آداب زیارت میں ملاحظہ ہو۔ شاید قدیم زمانہ میں مخلوق کی عادت ہو مگر اب یہ دیکھنے میں نہیں آئی۔ شاید اگلے لوگ اصحاب صُفّہ کے فعل کو اپنے فعل کی سند ٹھہراتے ہوں کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقیمان بارگاہ تھے۔ مسجد ہی میں رہتے تھے اور مسجد ہی میں کھجور وغیرہ نوش فرمایا کرتے تھے۔ واللہ اعلم!

از انجملہ آداب اقامت روضۂ اقدس سے یہ ہے کہ پہلے مسجد شریف میں آکر ایک مخصوص جگہ پر قریب روضہ شریف کے اپنا مصلے بچھا کر مخصوص کر کے لوگوں پر جگہ نہ تنگ کرے بلکہ اگر فضیلت اور ثواب حاصل کرنے کا حرص ہو تو سب سے پہلے آئے اور بیٹھ رہ۔ علماء کو اس فعل کے منع اور کراہت میں بہت سخن ہے اور وہ اس فعل کی کراہت کا فتویٰ دیتے ہیں اور یہ بھی اسی حکم میں ہے کہ پہلے دروازہ مسجد شریف کھلتے ہی کچھ لوگ جو باہر دروازے پر آکر پہلے ہی منتظر بیٹھے ہیں وہ دفعتہً دوڑ پڑتے ہیں اور پہلی صف میں جگہ گھیر کر اپنی اپنی جانماز بچھا کر زیارت شریف کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور آداب اور سکینہ و وقار کو کہ خصوصاً اس مسجد شریف میں داخل ہونے کا ہے چھوڑ دیتے ہیں بلکہ بعض تو بجہت غایت حرص تعین مکان اور اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے تاڑ میں رہتے ہیں جو یارِ

کے مقید بھی نہیں ہوتے اگر ہوتے بھی ہیں تو بہت جلدی اور عجلت ہے۔ **شعر**

اَدِّبُوا النَّفسَ اَیُّھَا الاَصْحَابُ   فَاِنَّ طُرُقَ العِشْقِ کُلُّھَا آدابٌ

لوگو اپنی جانوں کو ادب سکھلاؤ۔ حالانکہ عشق کے تمام طریقے ہی ادب پر منحصر ہیں۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ من الھفوۃ والغفلۃ ربّنا لا تجعلنا من الغافلین۔

از انجملہ آداب مسجد شریف میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں نہ تھوکے۔ اس کے حرام پر فتویٰ ہو چکا ہے یہ جو کتب میں ہے کہ تھوک کو دفن کر دینا اس کا کفارہ ہے۔ جسکی جو علمائے شافعیہ کے اعاظم علماء میں سے ہیں کہتے ہیں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ دفن قاطع گناہ و مانع اس کی ہمیشگی کا ابتداء سے اس وقت تک کا ہے رافع و ماحی (مٹانے والا) گناہ کا ابتداءً نہیں۔

رسالہ قشیریہ میں جو روایت حضرت سلطان بایزید بسطامی قدس سرہٗ کی ہے کہ آپ ایک آدمی کو ملنے گئے اچانک اس آدمی نے مسجد میں تھوک ڈال دی۔ آپ فوراً واپس چلے آئے اور اس کی ملاقات نہ کی۔ یہ حکم تمام مساجد کے لئے ہے۔ مسجد شریف ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو ذکر ہی جدا ہے کہ وہ اعظم المساجد ہے۔ جمیع احوال میں تھوک کا حکم یہی ہے کہ اسے بائیں پاؤں کی طرف نیچے ڈالنا چاہیئے قبلہ رُو اور بائیں طرف تھوکنے سے پرہیز کرے۔

از انجملہ آداب قیام مدینہ منورہ میں سے یہ بھی ہے کہ ختم قرآن مجید میں تقصیر نہ کرے کیونکہ مدینہ منورہ اس کے نازل ہونے کا مقام ہے اور جبریل امین علیہ السلام کے اترنے کا ذریعہ بھی ہے ختم قرآن کم از کم ایک تو ضرور ہو اگر ہو سکے تو ایسی کتاب کا مطالعہ جس میں ذکر شمائل و فضائل حضرت سیّد کائنات علیہ افضل الصّلوٰۃ واکمل التسلیمات مندرج ہو ضرور کرے کیونکہ ایسی کتاب کے مطالعہ سے فضائل نبویّہ کا علم اور شوقِ لقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی تعظیم کا مادہ زیادہ قوی ہوتا ہے

از انجملہ آداب قیام مدینہ منورہ سے یہ بھی ہے کہ مدّت اقامت مدینہ منورہ جہاں تک ہو سکے قیام عبادت و صیام سے گزارے۔ خصوصاً موسم گرما ہو تو گرم آب و ہوا کا ذوق بھی جو اہل ایمان کے لئے دل آرائی کا باعث ہے حاصل کرے۔

از انجملہ آداب اقامت مدینہ منورہ سے بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت شریف

کے بعد جنت البقیع جہاں مزارات آل واصحاب کرام وامہات المومنین واتباع ودیگر علماء وصلحائے امت کے ہیں اور مزار سید الشہداء عم النبی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم اجمعین وزیارت مسجد قبا ودیگر مساجد شریفہ اور تمام مکانات وآثار سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مقدسہ کو غنیمت جانے۔ ان کے متعلق ہم نے اسی کتاب میں کچھ نہ کچھ تحریر کیا ہے۔ لیکن

اب سوال یہ ہے کہ آیا زیارت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد روزانہ زیارت بقیع کرنی چاہیئے یا جمعہ کے روز جس طرح آجکل رسم ہے امام نووی اور ان کے متبعین اس پر ہیں کہ ہر روز کرے اور بعض علمائے دین اس مسئلہ میں مناقشہ میں ہیں کہ اس کی کوئی مستند دلیل نہیں ہے۔ شیخ ابوالحسن بکرمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ زیارت قبور سنت مؤکدہ ہے اور یہ ہر روز کو شامل ہے اس کی غایت یہ ہے کہ جمعہ اوکد وافضل ہے۔

ازانجملہ آداب اقامت مدینہ منورہ سے یہ بھی ہے کہ جتنی بار قبر شریف گزرنے کا اتفاق ہوا اگرچہ یہ اتفاق مسجد شریف سے باہر کا بھی کیوں نہ ہو کھڑا ہو سلام کرے اور صلوٰۃ پڑھے اگرچہ ایک دن میں اس کا گذر کئی بار ہی کیوں نہ واقع ہو۔ کہتے ہیں کہ سلف سے ایک آدمی اس ادب کے ترک کی وجہ سے خواب میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عتاب میں آگیا تھا اور صورت داخل مسجد شریف میں ہر حاضری کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرے اور اس کے بعد بیٹھے اور مواجہ شریف سے مشرف ہو کر طریق زیارت بجا لائے تو افضل و اکمل ہوگا۔ جمیع مذاہب ثلثہ میں سوائے مذہب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کثرت زیارت کو مستحب نہیں رکھتے چنانچہ ہم نے اس کے متعلق پہلے بیان کر دیا ہے۔ ماحصل اور خلاصہ جمیع آداب کا یہ ہے کہ رعایت تعظیم ومہابت استغراق وحضور وشوق ومحبت وطاعت وعبادت اور خیرات حفاظت قلب وجوارح ظاہر وباطن میں اور مدت اقامت کو غنیمت جاننے کا اعتقاد ملحوظ رکھے کہ خلاصہ عمر صرف یہی ایک مدت ہے اسے نہایت سے مکمل اور اتم وجہ پر افضل طریق سے گذارے اور ایک لمحہ بھی توجہ وحضور سے غافل نہ ہو اور پیہم طلب وتردد وطریق ادب سے فارغ نہ بیٹھے چنانچہ کسی نے کہا ہے۔ بیت۔

تا دیدہ رخت عمری سودای تو ورزیدہ ام ‏ ‏ ‏ فارغ ز تو کے باشم اکنوں کہ ترا دیدہ ام

اور اگر تیری طرف سے جذبہ محبت قوی ہے تو تجھے اور تیرے خیالات کو غیر کی طرف ہرگز نہ جانے دے گا۔ بیت۔

باآنچہ دلم قرار گیر د بے تو ! آتش بمن اندر زن و آنم بستان

اور تمام آداب سے ایک نہایت اہم ادب ہے کہ جس کو بعض عوارضات کی وجہ سے اس کی رعایت میں قصور واقع ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ مدینہ منوّرہ کے رہنے والوں کے ساتھ محبت ورعایت تعظیم میں عمل حسب مراتب کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے تا بحدیکہ نسبت جوار صوری پر کوئی مرتبہ وفضیلت زیادہ نہ رکھتا ہو بلکہ ہرچند فسق وفجور وبدعت اور سارے اقسام گناہ سے مطعون بھی ہو اس واسطے کہ شرف جوار حضرت سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کافی ہے اور یہ شرف کسی معصیت وبدعت سے زائل نہیں ہوتا۔ اور حسن خاتمہ اور عفو تقصیرات ومغفرت سے محروم نہیں کرتا۔ بیت۔

فَیَا سَاکِنَ اَکْنَافِ طِیْبَۃَ کُلُّکُمْ اِلَی الْقَلْبِ مِنْ اَجْلِ الْحَبِیْبِ حَبِیْبٌ

اے مدینہ کے گردوپیش رہنے والو تم تمام کے تمام میرے دل کو حبیب کی وجہ سے محبوب ہو۔

نظم

رائی المجنون فی البیداء کلبًا فمدلہ من الاحسان ذیلا

فلاموہ علٰی ما کان منہ وقالوا لِمَ مسحت الکلب نیلا

فقال دعوا الملامۃ ان عینی رأتہ مرۃً فی حیّ لیلٰے

ترجمہ

مجنوں نے بیابان میں ایک کتے کو دیکھا۔ پس اس کے واسطے احسان کی خاطر دامن پھیلا دیا پس لوگوں نے اسے اس فعل پر ملامت کی۔ وہ بولے تو نے کتے کو کیوں چھوا

پس اس نے کہا کہ ملامت چھوڑو۔ میں نے اس کتے کو ایک دفعہ کوچہ لیلٰے میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

مثنوی

بوالفضولے گفت اے مجنونِ خام این چہ شید است این کہ می آری مدام

پوز سگ دائم پلیدی مے خورد مقصد خود را بلب مے استرد

عیبہائے سگ بسے او بہ شمرد　　عیب داں از عیب او بوے نبرد
گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن　　اندر آ بنگر شبے از چشم من
کیں طلسم بستۂ مولاست ایں　　پاسبان کوئے لیلیٰ است ایں

اور جو اس ادب واجب الاحترام کی رعایت میں قدم پھسلنے کی جگہ ہے بعض شریفوں اور خادمان حرم کا حال ہے کہ بعض بدعات اور تقصیرات کے ساتھ منسوب ہیں۔ ضروری ہے کہ ان کی طرف بھی نسبت قرب جوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر حقارت سے نہ دیکھے اور اعتقاد کرے کہ نیکوں میں بد بھی چھپ جایا کرتے ہیں۔ ملاحظہ سر منشار قول حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شان بدر میں باوجود صدور بعض تقصیرات کے۔ مخاطبت کے وقت بشاشت اور نرمی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور گالی گلوچ اور سخت کلامی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ اس لئے کہ بیٹا باوجود والدین کے عاق (نافرمان) ہونے کے بھی استحقاق ورثہ اور صحبت نسبت سے باہر نہیں نکل سکتا اور گمان نیک حضرت صِدّیق و فاروق اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ ہے کہ ہر اس چیز میں کہ ان کے حق میں متعلق ہے سوائے عفو کر دینے کے اولاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز نہیں رکھتے تو گمان نیک رکھ اور حق کو اہلِ حق پہ چھوڑ اور شفاعت محمدیہ اگر گنہگاران اہل بیت نبوت و رسالت میں درکار نہ ہو کہ جن کے ظاہر کرنے کی طرف ارادہ الٰہی جلّ جلالہٗ متوجہ ہے تو پھر اس سے زیادہ اور کونسا محل ہوگا اور بعض مشائخ رحمہم اللہ نے اس آیہ سے ایسا سمجھا ہے کہ اہل بیت نبوت میں سے کوئی شخص دنیا سے انتقال اس وقت نہ کرے گا جب تک نجاست معنوی سے پاک نہ ہوگا۔ خواہ اس کا سبب لحوق مرض ہو خواہ کوئی اور صعب امر مکفر سیّئات یہ تو ترجمہ ہے کلام بعض علمائے مکّہ معظمہ کا اس کتاب کے جو آداب زیارت میں تصنیف ہوئی ہے۔ بعبارتہٖ۔ کلام سمہوی وغیرہ اس ادب کے محل رعایت میں اس کے ساتھ موافق ہے۔ واللہ اعلم!

فصل: زیارت سید الانام علیہ افضل الصّلوٰۃ والسّلام و زیارت مساجد و مشاہدہ عظام سے فراغت کے بعد تیرا رجوع وطن مالوف کو اپنے خویشاں کی طرف ہوگا۔ اب تمہیں وداع مسجد شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و نماز و دعا مصلائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا جو جگہ اس کے قریب ہے سے کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد زیارت قبر مقدس مطابق آداب زیارت سے وداع

کرے۔ اپنی اور اپنے دوستانِ زمان کے حصول سعادت کے لئے دُعا کرے اور اللہ جل شانہٗ سے قبولیّت حج و زیارت کی دعا طلب کرے اور دُعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب کے طفیل سے بہ صحت و سلامت واپس وطن پہنچائے اور بال بچوں کو اچھی طرح دکھائے اور یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْویٰ وَمِنَ الْعَمَلِ مَاتُحِبُّ وَتَرْضیٰ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھٰذَا اٰخِرَ الْعَھْدِ بِنَبِیِّکَ وَمَسْجِدِہٖ وَحَرَمِہٖ وَیَسِّرْ لِیَ الْعَوْدَ اِلَیْہِ وَالْعُکُوْفَ لَدَیْہِ وَارْزُقْنِیَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرُدَّ اِلیٰ اَھْلِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ اٰمِیْن! اور آثار قبولیّت و علامت حصول مدعا کی گریہ و غلبۂ الحاح اس وقت ہے بلکہ گریہ و زاری جمیع اوقات میں باعث ذوق و نشان امید واری ہے۔ بیت۔

ابں لم باغ ست وچشم ابروش — امیر گرید باغ خندد شاد و خوش

ذوق خندہ دیدہ اے خیرہ خند — ذوق گریہ بین کہ ہست ایں کان قند

روشنی خانہ باشی ہمچو شمع — گر فرو باری تو ہمچو شمع و سمع

تانگرید ابر کے خندد چمن

تانگرید طفل کے یابد لبن!

اگر گریہ غلبہ نہ کرے تو اپنے آپ کو رُلانے کی کوشش کرے کچھ درد انگیز قضایا یاد کرے اور روئے اس مقام پہ رونا ہر وجہ سے علامت قبولیت ہے اگر تھوڑا سا بھی رشتہ محبت اور علاقۂ دوستی رکھتا ہو گا تو رُلانے کی تجھے احتیاج نہ پڑیگی۔ بیت۔

دلے از سنگ بباید بر راہ و دل — کہ تحمل کند آں لحظہ کہ محمل بود

نظم

احسن الیٰ زیارۃ حیّ لیلیٰ — دَعَھدِیْ مِنْ زِیَارَتِھَا قَرِیْبُ

وَکُنْتُ اَظُنُّ قُرْبَ الدَّارِ یُطْفِیْ — لَھِیْبُ الشَّوْقِ فَازْدَادَ اللَّھِیْبُ

مَیں کوچہ لیلیٰ کی زیارت کی طرح نالہ کرتا ہوں اور میرا عہد اس کی زیارت کے قریب ہے مَیں گمان کرتا ہوں کہ قرب الدار آتش شوق کو بجھا دے گا مگر محبت کے شعلوں نے تو بھڑک اور ہی زیادہ کر دیا۔

اس کے بعد نہایت غمنا کی حسرت اور حزیں حالی میں مفارقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے بھی اس طرح وداع کرے مگر وداع کے وقت جہاں تک ہو سکے تصدیق تقصیر کرے اور اکثر
علماء اس بات پر ہیں کہ خاک پاک مکہ و مدینہ سے خشت وٹھیکریاں اور کنکر و پتھر نہ اٹھائے مگر علمائے
حنفیہ اور بعض شافعیہ کے نزدیک جائز ہے۔ بہر تقدیر ہدیہ جات مثلاً پھل اور پانی کہ موجب سرور
اہل واخوان ہے جمع کرے اور بہتر ہے کہ بغیر اس کے اس میں تکلف کو دخل نہ دے اور سفر سے آنے
والے کو اہل و عیال اولاد کے لئے تحائف لے جانے کی بابت آثار موکدہ و اخبار صحیحہ وارد ہوئی ہیں
اور وقت رجوع ان تمام آداب کو ضرور ملحوظ رکھے جو آمد کے وقت کے لئے ہم نے بیان کئے ہیں جب
اپنے شہر کو مشرف ہو تو یہ دعا پڑھے ۔اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا
وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِهَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا
اور جب شہر میں آئے تو پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔ اٰمِنُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ فَلَا شَيْءَ
بَعْدَهٗ چاہیئے کہ اپنے صحیح پہنچنے کی خبر بال بچوں کو پہلے سے پہنچوا دے اور یکایک نہ آجائے
اور رات کو بھی نہ آئے اور بہترین اوقات وقت چاشت ہے یا سہ پہر کو رات ہونے سے
پہلے پہنچے گھر آنے سے پہلے مسجد میں جائے اور دو رکعت نماز ادا کرے مگر وقت مکروہ نہ ہو
اور دعا مانگے اور سلامتی سے پہنچنے کی نعمت کا شکر ادا کرے اور پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
بِنِعْمَتِهٖ وَجَلَالِهٖ تُتِمُّ الصَّالِحَاتُ اور جو جو بھی سامنے آئے اس سے مصافحہ کرے اور اگر معانقہ
کرے تو بھی جائز ہے جب تک ملاقات کرنے والا سیر نہ ہو بغل گیر رہے۔ نقل ہے کہ سفیان بن
عیینہ جو شیخ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ نے مصافحہ کیا اور کہا میں معانقہ بھی کرتا اگر بدعت نہ ہوتی۔ سفیان نے کہا معانقہ
اس ذات نے کیا جو ہم اور تم دونوں سے بہتر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معانقہ حضرت جعفر
رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا اور ان کا بوسہ لیا جس زمانہ میں وہ حبش سے آئے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا وہ مخصوص ہے جعفر کے ساتھ۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں عام ہے ہمارا ور

جعفر کا حکم ایک ہے اگر ہم صالحین سے ہوں اور فرمایا کہ تم مجھے اذن دیتے ہو کہ تمہاری مجلس میں حدیث بیان کروں؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں بیان کرو، میں نے تمہیں اذن دیا۔ پس حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی اس سند سے جو آپ کی تھی اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت فرمایا۔ یہاں حضرت قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا سکوت قول حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصویب ہے جب تک کوئی دلیل تخصیص جعفر رضی اللہ عنہ کی قائم نہ ہو یہ مختص نہیں ہو سکتا۔ انتہیٰ کلام قاضی اور حضرت جعفر کی عدم خصوصیت پر دلیل حدیث ترمذی قائم ہے۔ روایت ہے کہ زید بن حارثہ سفر سے واپس ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے چل کر ان کو ملے اور معانقہ فرمایا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ بعض مالکیہ اس طرح کہتے ہیں کہ اگر کوئی مرد عالم یا صالح یا شریف آجائے تو اس کے ہاتھوں کو چومنا بھی درست ہے۔ چھوٹے لڑکے یا لڑکی کا منہ اور سارے اعضا کو چومنا اگرچہ وہ سرے کا بچہ بھی کیوں نہ ہو سنت ہے اور جب گھر آئے دو رکعت نماز ادا کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر، حمد و ثنا بجا لائے۔

اپنے اہل و عیال اولاد و اطفال کی فراغت کے بعد باہر آئے۔ محلہ کی اس مسجد میں جو اس کے گھر کے قریب ہو بیٹھ جائے اگر کوئی دوسرا مکان ہو تو بھی جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سلام و زیارت کو آئیں اور جو بھی سامنے آئے اس سے بشاشت اکرام لطف و شفقت تواضع سے پیش آئے اور دعا کرے خصوصاً شہر میں داخل ہونے سے پہلے۔ مسافر اور خاص طور پر حجاج کی دعا گھر پہنچنے سے پہلے مستجاب ہے۔ اگر فعل منکر مثلاً دف یا مزامیر کا بجنا تو انہیں منع کر دے خلاصہ جمیع آداب و روح مناسک وعمدہ افعال و افضل اوضاع کا یہ ہے کہ بعد از رجوع اس سفر مبارک میں عزم تجدید توبہ اور اختیار تقویٰ کرے اور تحصیل محاسن زین ظاہراً و باطناً کوشش کرے جس طرح کہتے ہیں کہ

حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ جیسے گیا تھا اس سے بہتر ہو کر پھرے اس کی دلیل و علامت یہ ہے کہ اس کا حرص اتباع سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہو اور محبت دنیا و اہل دنیا سے اس کا دل سرد ہو جائے اور محبت آخرت میں سرگرمی حاصل ہو اور خدا بچائے۔ خدا محفوظ رکھے کہ حاجی ہو کر گناہ کرے اور گناہوں کے قریب پھٹکے اور بیقیدی کرے فَاِنَّ النُّکْسَۃَ اَشَدُّ مِنَ الْمَرَضِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ۔ اس لئے کہ عود مرض سے اشد ہونا اور ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ

مانگتے ہیں نقصان سے بعد زیادتی کے۔ اگر بعض ابواب خیر میں اپنے پروردگار سے عہد کرے تو اس کے وفا کو لازم سمجھے کیونکہ خدا سے نقضِ عہد کار کا انجام اچھا نہیں۔ فَمَنۡ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنۡكُثُ عَلٰى نَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيۡهُ اللّٰهَ فَسَيُـؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا۔ پس جس نے عہد کو توڑا اس نے اپنی جان کو توڑا اور جس نے عہد کو پورا کیا جو اس نے خدا سے کیا تھا عنقریب اللہ اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ وَمِنَ اللّٰهِ التَّوۡفِيۡقُ۔ اور توفیق اللہ تعالیٰ کے بس ہے۔

ستر ہواں باب

فضائلِ درود شریف اور اس کے متعلقات کے بیان میں

تمہیں جاننا چاہیئے کہ حصولِ برکات وبلندی مراتب کے واسطے درود شریف سے اعظم وسیلہ کوئی نہیں ہے۔ دن ہو یا رات صلوٰۃ وسلام سیدالانام کی ذات بابرکات پہ بھیجنا ضروری ہیں۔ اس لئے کہ ثمرات واحکام واوقات کے متعلق ضروری عرض داشت صورت فصول میں بیان کرتے ہیں۔

فصل تو جان کہ فوائد ونتائج صلوٰۃ نبویہ علیہ اکمل الصلوٰۃ والتحیۃ خارج از حد وحصر ہیں۔ ان کو احاطہ بیان میں لانا بہت مشکل ہے بعض علماء وحفاظ حدیث نے ان تمام کو جو احادیث صحیحہ وروایات حسنہ سے ثابت ہوئے ہیں ضبط کرکے ضمناً بیان کی ہیں۔ بعض ان فوائد میں سے نتیجہ اصل درود نہیں۔ اور بعض ایک عدد خاص پہ مرتب ہیں۔ بعض کا اثر وکیفیت خاص ہے۔ بعض وقت معیّن پہ مخصوص ہیں۔ بعض کے لئے حالت معیّن ہے اور بعض ایک حالت خاص کو لازم ہیں۔ ان میں سے کچھ ان سطور میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

فوائد صلوٰۃ سیدالکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ امتثال امر الٰہی ہے عزّ اسمہٗ اور ذات سبحانہٗ کی موافقت ہے اور موافقت ملائکہ ہے اور صلوٰۃ وسلام بہ سید الانام منطوق آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اے ایمان والو!

تم بھی درود بھیجو ان پہ اور سلام حق سلام بھیجنے کا ہے ایک درُود کے بدلہ میں وہ ذات واہب الطیّبات جلّ وعلا دس بار درُود دس بلند مرتبہ جات دس حسنات اور محو دس گناہ اور بعض احادیث میں دس بندگان خدا کے آزاد کرنے کا ثواب اور بیس غزوات کی شمولیت کا ثواب بھی واقع ہُوا ہے اور بعض احادیث میں درُود موجب اجابت دُعا۔ شہادت شفاعت مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وجوب، قرب سیّدالانبیار، باب جنّت پہ شرف شانہ بشانہ ہونا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ دوسروں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے لاحق و قریب ہونے کا فخر روز قیامت میں اور روز قیامت آپ کا اس شخص کے جمیع امور کا متولّی ہونے کا شرف ہی درود شریف پڑھنے والے کو حاصل ہے۔ بعض احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ درُود جمیع مہمات کو کافی اور جمیع حاجات کی تکمیل جمیع ذنوب کی مغفرت جمیع سیّات کا کفّارہ درُود ہی ہے اور ایک قول کے مطابق قضنا فرائض کا کفّارہ بھی درود شریف ہے۔ قائم مقام صدقہ بلکہ صدقہ سے افضل درُود ہے۔ درود شریف سے سختیاں ٹلتی ہیں۔ بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ خوف مٹتا ہے۔ ظلم سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ دشمنوں پہ فتح حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی اور اس کی محبت دِل میں پیدا ہوتی ہے۔ ملائکہ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اعمال کی تکمیل ہوتی ہے دل وجان ذات ومال کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ انسان مفرّح الحال ہوجاتا ہے۔ برکتیں حاصل ہوتی ہے۔ اولاد در اولاد تا طبقہ چہارم تک برکت ہوتی ہے۔ اہوال قیامت سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ سکرات موت میں آسانی ہوتی ہے۔ دنیا کے مہلکات سے خلاصی ملتی ہے۔ روزگار کی تنگی دفع ہوتی ہے۔ بھولی ہوئی چیزیں یاد آتی ہیں۔ فقر اور حاجتیں دُور ہوتی ہیں۔ بخل وجفا اور دعار رغم انف سے تخلیص ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود نہ پڑھے وہ بخیل ہے اور گویا اس نے مجھ پہ جفا کیا ہے اور اس پہ دُعا کی جاتی ہے۔ رغم انف کا معنیٰ ناک کا خاک میں مِل جانا۔ مجلس پاک ہوتی ہے۔ ملائکہ قارئین درود شریف کو گھیر لیتے ہیں۔ اہل دُرود کے پُل صراط پہ گذرنے کیوقت نور پھیل جاتا ہے اور وہ اس ہول میں ثابت قدم ہوکر نجات آنکھ جھپکنے میں پا جاتا ہے۔ بخلاف تارک صلوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اور اتم واعظم رعایت یہ ہے کہ درُود شریف پڑھنے والے کا نام حضور فائق النور سرور انبیار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں لیا جاتا ہے۔ شعر۔

لَکَ البشارۃ فاخلع ما علیک لقد ذکرت ثَمَّ علیٰ ما فیک من عوج

تجھے خوشخبری ہو تیرا بوجھ تجھ سے اُتر گیا اور بیشک تو ذکر کیا گیا اس دربار عالی

ہیں اس کے باوجود اس کجروی کے جو تجھ میں ہے۔ بیت۔

جاں می دہم در آرزوئے قاصد آخر باز گو

در مجلس آں نازنین حرفے کہ از ما می رود

حبیب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔ محاسن نبویہ دل میں گھر کر جاتی ہیں اور کثرت درود شریف سے خیال پاک صاحب لولاک آنکھ میں متخیّل ہوجاتا ہے اور درجہ صفت حضوری حاصل ہوجاتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ علیہٖ۔

شعر

لَوْ شُقَّ عَنْ قَلْبِیْ تُریٰ فِیْ وَسْطِہٖ ذِکْرُکَ فِیْ سَطْرٍ وَّالتَّوْحِیْدُ فِیْ سَطْرٍ

اگر میرا دل پھاڑا جائے تو تو اس میں ایک سطر پر تیرا ذکر اور ایک سطر میں توحید ہوگی

نیز محبت مسلماناں حاصل ہوتی ہے اور روز قیامت آپ کی ذات سے مصافحہ حاصل ہوتا ہے۔ خواب میں رویت جمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حاصل ہوتا ہے۔ فرشتے اس کو مرحبا کہتے ہیں اور محبت رکھتے ہیں فرشتے اس کے درود شریف کو سونے کی قلموں سے چاندی کے تختوں پر رکھیں گے اور درود شریف پڑھنے والے کے لئے دعا اور مغفرت چاہتے ہیں۔ اور فرشتگان سیاحین اس کے درود شریف کو حضرتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہِ اقدس میں پڑھنے والے اور اس کے باپ کے نام سے درود شریف پیش کرتے ہیں مثلاً یوں عرض کرتے ہیں کہ عبدالحق بن سیف الدین یسلّم علیک یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔" اور درود شریف کے اعظم فوائد والم رغائب سے یہ ہے کہ جواب سلام سے حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خود مشرف فرماتے ہیں جو آپ کی سنّت مستمرہ اور دائمی ہے ایک ادنیٰ غلام کے لئے اس سے بالاتر سعادت اور کونسی ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دعائے خیر و سلامتی اس کے شامل حال ہو۔ اگر تمام عمر میں صرف ایک بار بھی یہ شرف حاصل ہوجائے تو ہزار ہا گونہ کرامت و خیر و سلامت کا موجب ہے۔ بیت

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب کہ صد سلام مرا بس یکے جواب تو

اس سعادت کا حصول یقینی ہے جہاں شک و شبہ کو دخل نہیں کیونکہ بعد ثبوت خفیفت حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و ثبوت مسنونیت بلکہ فرضیت ردّ سلام کی باکمال تاکید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ثابت ہے چنانچہ آپ کے شمائل کریمہ میں سے ہے کہ کَانَ یُبَادِرُ بِالسَّلَامِ آپ سلام فرمانے میں سبقت کرتے تھے پس ردِّ سلام میں بھی ضرور آپ مبادرت و مبالغ تر ہوں گے اور اس سخن سے ایک دوسرا نکتہ و دقیقہ معلوم ہوا ہے کہ زائر بوقت زیارت اپنے سلام کے عرض کرنے سے پہلے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جانب سے مشرف بسلام ہو چکا ہے اور بعد عرض سلام کے اور بھی زیادہ جواب سلام کی سعادت سے مشرف ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود شریف بھیجنے کے فوائد میں سے ہے کہ فرشتگان اس کے گناہ لکھنے سے تین دن تک رُکے رہتے ہیں اور وہ آدمیوں کو اس کی غیبت سے باز رکھتے ہیں اور وہ قیامت کے روز عرشِ معلّٰی کے سایہ میں ہوگا اور اس کے اعمال کا پلڑا درُود شریف کی برکت سے بھاری ہوگا۔ روزِ قیامت پیاسِ قیامت سے محفوظ ہوگا۔ بہشت میں اس کو بہت سی حوریں بیاہی جائیں گی۔ دنیا و آخرت میں اسے رشد و ہدایت حاصل ہوگی۔ درود شریف بھی ذکرِ الٰہی پر مشتمل ہے۔ اس کے شکر کا متضمن و معرفتِ حق کی اسے نعمت حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس میں بھی اظہارِ عجز و ادائیگی حق رسالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نوبیت اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لیے ثابت درود ہی سے ہوتا ہے اور آپ کی زیارت شریف و رفعت شان کا بیان واضح ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس سوال و طلب کو جو آپ کے غلام سے ظہور پذیر ہوا ہے بہت دوست رکھتے ہیں اور جب بندے نے اپنی رغبت و سوال و طلب کو خدا و رسول کی خوشی کے امر میں صرف کیا اور اپنے نفس کی خوشی کے امور پر غالب رکھا تو ضرور ہے کہ مستحق جزائے کامل اور فضلِ خاص کے قابل ہوگا۔ اور حاجات برلانے اور مشکلات آسان ہونے کا سبب یہی ہے جو ذکر کیا گیا فافھم و باللہ التوفیق! اور مکرر حاصل ہونا ذکرِ خدا کا ضمن درود میں ظاہر ہے کیونکہ اکثر صیغے درود کے مشتمل ہیں اسم مبارک اَللّٰھُمَّ پر ہیں جو مرآت ملاحظہ جمیع اسماء و صفات الٰہی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جو ان کے علاوہ دوسرے سلف سے بھی منقول ہے کہ جس نے ربّ العزت جلّ شانہٗ کو اَللّٰھُمَّ سے یاد کیا گویا اس نے اُسے جمیع اسمائے الٰہیہ سے یاد کیا۔ اب مومن صادق اور محبّ مشتاق کو لازم ہے کہ اس عبادت

میں کثرت کرے اور دوسرے اعمال پر اسے مقدم جاننے میں کمی نہ کرے اور جس قدر مخصوص کر سکے اس پہ دوام و مواظبت کر کے اپنا روزانہ کا ورد بنائے فَوِرْدٌ خَيْرُ الْعَمَلِ اَوْ وِرْدٌ قَلِيْلٌ دَائِمٌ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرٍ مُّنْقَطِعٍ اچھے عمل کا ورد اگرچہ تھوڑا ہو مگر روزانہ اس زیادہ منقطع عمل سے بہتر ہے اور چاہیئے کہ کم از کم ایک ہزار درود شریف روزانہ سے کم نہ ہو۔ ورنہ پانسو پہ اکتفا کرے اور اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو سو عدد سے کمی نہ کرے۔ بعض نے تین سو اختیار کیا ہے اور بعض نے دو سو نماز صبح کے بعد اور دو سو نماز شام کے بعد اختیار کیا ہے اور کچھ سوتے وقت بھی پڑھنے کی عادت ڈالے اور جو مومن ہر روز بہت درود پڑھنے کی عادت ڈالتا ہے تو اس پہ وہ آسان ہو جاتا ہے۔

بعض درود شریف میں ایسے صیغے بھی ہیں جن سے عدد ہزار کی تکمیل نہایت ہی آسان ہے۔ غرضیکہ درود شریف کے پڑھنے سے ضرور لذت و شیرینی جان طالب کو حاصل ہوتی ہے جو باعث قوت روح مصداق فَذِكْرُ الْحَبِيْبِ لِلْمَرِيْضِ طَبِيْبٌ (حبیب کا ذکر مریض دل کے لئے معالج ہے) ہو گا۔ اس مومن کے لئے نہایت تعجب ہے کہ وہ اپنے دن اور رات کی ساعات میں سے ایک گھڑی بھی اس عبادت پہ جو منبع انوار و برکات اور مفتاح ابواب جمیع خیر و سعادات ہے پہ صرف نہ کرے اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو جس نے کہا تھا اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِيْ كُلَّهَا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (میں آپ کے درود شریف کو اپنا سارا عمل بناؤں گا) اجازت آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَكْفِيْ هَمَّكَ تیرے غم کو کفایت کرے گا۔ و قول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہ آپ نے فرمایا ہے لَوْلَا اَجِدُ مَا فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ لَجَعَلْتُ الصَّلٰوةَ النَّبَوِيَّةَ عِبَادَتِيْ كُلَّهَا۔ یعنی اگر میں ذکر خدا میں وہ کچھ نہ پاتا جو اس میں ہے تو ضرور میں صلوٰۃ النبوۃ کو اپنی ساری عبادت بنا لیتا) اس باب میں کافی ہے۔ اہل سلوک کو اس دروازے سے آنے میں فتوحات عظیمہ حاصل ہوتے ہیں اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ شیخ کامل نہ ملنے کی صورت میں کہ مکمل تربیت کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ درود شریف کا التزام کر لینا ہی طالب کے لئے موجب موصل ہے۔ اس کی یہی صلوٰۃ اور توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سے اور احسن آداب نبویہ اسے اخلاق محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف کر دے گی اور اس کی ترقی اعلیٰ مقام کمال اور اسی مقام حضرت رب متعال تک پہنچا دے گی اور درگاہ مولیٰ تعالیٰ تک پہنچنے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل ہو گا اور بعض مشائخ قُلْ هُوَ اللّٰهُ

اَحَدٌ اور کثرت درود شریف کی وصیت بھی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قرأت قل ہو اللہ احد سے ہم خداوندِ تعالیٰ کو واحد واحد سمجھتے ہیں اور کثرت درود شریف سے ہمیں صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حاصل ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہ کثرت سے درود شریف بھیجتا ہے تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت شریف خواب اور بیداری میں حاصل ہوگی۔ اسی طرح الشیخ کامل امام علی متقیؒ نے حکمِ الکبیر میں شیخ احمد بن موسیٰ المتشرع الصوفی سے نقل کیا ہے اور بعض متاخرین مشائخ شاذلیہ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ طریق سلوک و تحصیل معرفت قربِ الٰہی زمانہ فقدان وجود اولیاءِ مرشد متصرف ظاہراً شریعت مقدسہ کو لازمی ٹھہرالینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پہ کثرت سے درود بھیجنا ہی کافی ہے کیونکہ کثرت صلوٰۃ سے باطن میں ایک نورِ عظیم پیدا ہوجاتا ہے جو موجب رہبری بنتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ اقدس سے اُسے فیض بے واسطہ پہنچتا ہے اور خلاصہ طریقہ شاذلیہ جو طریقہ عالیہ قادریہ کا ایک شعبہ ہے یہی ہے کہ بوسیلہ التزام متابعت اور دوام حضور و حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم سے بے واسطہ استفاضہ کرتے ہیں۔ فجدّوا واجتہدوا ومن اللہ الاعانۃ والتوفیق!

فصل

امام سخاوی اور دیگر محدّثین رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ محمّد بن سعد بن مطرف ہمیشہ سونے سے پہلے ایک معیّن تعداد میں درود شریف پڑھا کرتے تھے انہوں نے ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے میرے گھر کو منوّر فرمایا ہے اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ اپنا منہ قریب کر جس سے تو مجھ پہ درود بھیجا کرتا ہے تاکہ ہم اس پہ بوسہ دیں کہتے ہیں کہ مَیں نے شرم محسوس کیا کہ مَیں اپنے منہ کو منہ مبارک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے قریب کروں پس میں اپنا رخسار آپ کے دہن مبارک کے قریب لے گیا۔ پس آپ نے اس پہ بوسہ دیا جب میں بیدار ہُوا تو میرا سارا گھر مشک کی خوشبو سے معطر تھا اور آٹھ روز تک معطر رہا اور میرا رخسار بھی بدستور آٹھ روز تک معطر رہا۔

اور شیخ احمد بن ابی بکر ردّاد صوفی محدّث اپنی کتاب میں کہ شیخ مجد الدّین فیروز آبادی جن اسانید سے بیان کرتے ہیں روایت کرتے ہیں کہ اقلشی نے کہا ہے کہ ایک دن شبلی ابوبکر مجاہد کے پاس آئے ابوبکر ان کی عزت و اکرام کی وجہ سے اپنے پاؤں کے بل کھڑے ہوگئے اور معانقہ اور

دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا یا سیدی آپ شبلی سے ایسا کہہ رہے ہیں اور حالانکہ آپ اور اہل بغداد تمام اس کو مجنوں کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں خود اپنی جانب سے ایسا نہیں کہہ رہا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ شبلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان کے آنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان کو بغل میں لیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ شبلی سے ایسا کر رہے ہیں آپ نے فرمایا۔ ہاں! کیونکہ یہ نماز کے بعد لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ پڑھا کرتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود بھیجتا ہے اور اسی کتاب میں مذکور ہے جو شبلی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ میرے ہمسایوں سے ایک آدمی مر گیا میں نے اسے خواب میں دیکھا میں نے اس سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ سے کیا کیا اس نے کہا مجھ سے تو کیا پوچھتا ہے کہ مجھ پہ بڑے عظیم ہول گذرے اور سوال منکر و نکیر کے وقت مجھ پہ سخت تنگی آئی۔ دِل میں میں نے کہا کہ شاید میں دین اسلام پہ نہیں مرا ندا آئی کہ یہ عقوبت بوجہ تیرے بیکار رکھنے زبان کے ہے دنیا میں۔ جب فرشتگان عذاب نے میرا قصد کیا ایک خوب صورت آدمی طیب الرائحہ میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا اور حجت ایمان مجھے یاد دلائی۔ میں نے کہا خداوند تعالیٰ تجھ پہ رحمت کرے تو کہ تو کون؟ اس نے کہا میں وہ شخص ہوں کہ تیری کثرت درود کی برکت سے پیدا ہوا ہوں۔ اور مجھے تیری ہر شدت و کرب میں اعانت اور امداد پہ مامور کیا گیا ہے اور یہ حکایت مصباح الظلام میں بھی بے ذکر شبلی اور ان کے ہمسایہ کے علی سبیل الاجمال منقول ہے

اسی کتاب میں حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علی انبینا و علیہ السلام پہ وحی بھیجی کہ اے موسیٰ اگر میرے حمد کرنیوالے دنیا میں نہ ہوں تو میں بارش کا ایک قطرہ بھی زمین پہ نہ بہاتا اور ایک دانہ بھی زمین پہ نہ اُگاتا۔ اسی طرح بہت سی چیزیں بیان کیں یہاں تک کہ فرمایا اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھ سے تیری کلام سے بھی زیادہ قریب ہوں بنسبت تیری زبان کے ہے اور تیرے خطرات کو تیرے دل سے ہے اور تیری رُوح تیرے جسم سے ہے۔ تیری بینائی کو تیری آنکھ سے ہے انہوں نے کہا ہاں یا اللہ۔ پس فرمایا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ بہت درود بھیج تاکہ تجھے یہ نسبت حاصل ہو جائے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ایک روایت میں ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام اگر تو چاہے کہ پیاس روز قیامت سے محفوظ رہے تو محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت درود بھیجا کر۔ رواہ الحافظ ابو نعیم فی الحلیہ۔

اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے جسے حضرت علی مرتضیٰ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود بھیجنا گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آتش کو بجھا دیتا ہے اور حضور علیہ السلام پہ سلام بھیجنا افضل ہے گردنوں کو خدا کی راہ میں آزاد کرنے سے اور آپ سے محبت و عشق رکھنا خدا کے راستہ میں تلوار چلانے سے افضل ہے۔ رواہ ابو القاسم الاصبہانی۔

اور بھی وہی روایت حضرت انس مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دو مسلمان کہ بوقت ملاقات ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود بھیجیں تو پہلے اس سے کہ ایک دوسرے سے جدا ہوں دونوں کے سارے گناہ اگلے پچھلے بخشے جاتے ہیں۔ رواہ الحافظ بن علی بشکوال۔

اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حجۃ الاسلام سے مشرف ہوا اور بعد اس کے ایک غزوہ کرے تو چار سو حج کے برابر ہوگا۔ پس جو لوگ ایسے تھے کہ ان کو استطاعت حج اور قوت جہاد نہ تھی اس بات کے سننے سے ان کے دل ٹوٹ گئے حضرت سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ وحی بھیجی کہ جو شخص تم پہ درود بھیجے گا اس کو چار سو غزوات کا ثواب ملے گا۔ اور ہر غزوہ چار سو حج کے برابر ہوگا۔ اس کو ابو حفص بن عبد المجید میانسی نے مجالس مکیہ میں بیان کیا۔ اور بھی اسی کتاب میں فصل احادیث خضر و الیاس علیہما السلام میں لاتے ہیں۔ شیخ مجدالدین فیروز آبادی سے متصل قصہ ابو المظفر محمد بن عبد اللہ خیام سمرقندی کے کہ کہا انہوں نے کہ میں نے ایک روز راہ گم کی ناگاہ ایک مرد کو دیکھا انہیں نے کہ کہتا ہے آؤ۔ پس میں اس کے ساتھ ہولیا اور مجھے گمان ہوا کہ یہ خضر علیہ السلام ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ الیاس بن ہشام۔ پھر میں نے ان دونوں صاحبوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم پہ خدا تعالیٰ رحمت کرے۔ آیا تم نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا وہ بولے کہ ہاں دیکھا ہے میں نے کہا کہ خدا کے واسطے جو کچھ تم نے ان کی زبان مبارک سے سنا ہو مجھ سے بیان کرو

گھڑیں روایت کروں تم سے فرمانے لگے کہ ہم نے سنا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی کہے " صَلَّى اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ " تو اس کا دل نفاق سے پاک کیا جاتا ہے جیسے کپڑا پانی سے پاک کیا جاتا ہے اور انہی اسناد سے فرمایا رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی کہے صَلَّى اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ " بہ تحقیق کہ اس کے منہ پہ کھول دیئے جاتے ہیں ستّر دروازے رحمت کے اور ساتھ انہیں اسناد کے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کہ جب تم بیٹھو کسی مجلس میں اور کہو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَصَلَّى اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو حق تعالیٰ ایک فرشتے کو موکّل کرتا ہے کہ تم کو غیبت سے باز رکھے اور جب مجلس سے اٹھو اور کہو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَصَلَّى اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے لوگوں کو تمہاری غیبت کریں اور انہی اسناد سے فرمایا حضرت خضر و الیاس علیہما السلام نے کہ ایک شخص شام سے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرا باپ دوست رکھتا ہے کہ آپ کی زیارت کرے لیکن بہت بڈھا اور نابینا ہے اور آنے کی قدرت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا اپنے باپ سے کہہ سات ہفتے میں یعنی سات شب میں کہے صَلَّى اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ مجھے وہ خواب میں دیکھے گا اور کہہ روایت کرے مجھ سے حدیث کی۔ اس نے ایسا ہی کیا جیسا آپ فرمایا تھا پس دیکھا اس نے آپ کو خواب میں اور روایت کی اس نے آپ سے حدیث اور اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت لاتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کہ درود بھیجو خدا تعالیٰ کے انبیاء و رسل پہ کیونکہ حق تعالیٰ نے جیسا مجھے رسول کر کے بھیجا ہے ان کو بھی رسول کر کے بھیجا ہے۔ اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان و فی کتاب الدعوات الکبیر۔ اور حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اِذَا سَلَّمْتُمْ عَلَیَّ فَسَلِّمُوْا عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ یعنی جب تم مجھ پہ سلام کہو پس دوسرے رسولوں پہ بھی سلام کرو" اخرجہ ابن ابی عاصم۔

اور حضرت کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجلس میں ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا چلا۔ اس پہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ، نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ آفتاب طلوع کرے مگر یہ کہ اترتے ہیں ستّر ہزار فرشتے اور گھیر لیتے ہیں قبر مطہر حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اور اپنے بازو سمیٹتے ہیں اور

آپ پر درود بھیجتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو وہ عروج کر جاتے ہیں اور دوسرا عدد گروہ اسی قدر کے ساتھ اترتا ہے اور جو کچھ وہ کر گئے ہیں یہ بھی ویسا ہی کرتے ہیں یہ حالت اس دن تک رہے گی کہ جب تک آپ قبر معلّی سے برآمد ہوں گے اور برآمد ہونے کے وقت ستّر ہزار فرشتے آپکے گرد اگرد ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ وبارک وسلّم۔ اس کو دارمی نے روایت کیا ہے اور روایت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ فرمایا اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ تُدْرِکُ الرَّجُلَ وَوَلَدَہٗ وَوَلَدَ وَلَدِہٖ۔ یعنی درود نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا پاتا ہے آدمی کو اور اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو " روایت کیا ابن بشکوال نے نیچے ان احادیث کے جنہیں نقل کیا ہے کتابُ الرّوادِ سے اصل پر بڑھا کہ کہ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اس سے نقل کیا۔ اور انتساخ کیا ہے کتاب اصل سے مدینہ مطہرہ میں ہفتے کے روز دس ماہ جمادی الاوّل ۹۹۰ھ میں اور ان اوراق یعنی جذبُ القلوب کے لکھنے کی تاریخ بھی وہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ایام حج میں لوگوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ حالت طواف وسعی اور تمام مناسک حج و مواقف پر بجائے ادعیہ ماثورہ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتا تھا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ ماثورہ دعائیں تو کیوں نہیں پڑھتا۔ اس نے کہا میں نے عہد کیا ہوا ہے کہ صلوٰۃ نبویہ میں کسی چیز کو شریک نہیں کرونگا اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب میرے والد صاحب نے وفات پائی میں نے اس کا چہرہ دیکھا جو گدھے کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس حال کے مشاہدہ سے مجھ پر غم واندوہ نے غلبہ کیا پس اسی حالت میں سو گیا۔ مَیں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا مَیں نے بھاگ کر آپ کے دامن مبارک کو جا تھاما اور اپنے باپ کی شفاعت کرائی اور اس حال کا موجب وسبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ سود خوار تھا اور جو شخص سود خوار ہوگا اس کی دنیا و آخرت میں جزا یہی ہوگی لیکن تیرا باپ سوتے وقت مجھ پر سو بار درود شریف کرتا تھا اسی وجہ سے مَیں نے اس کی شفاعت فرمائی جو قبول ہو گئی ہے پس میں بیدار ہوا باپ کے چہرے کو دیکھا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو چکا تھا۔ اس کے دفن کے وقت بھی مَیں نے ہاتف سے سُنا کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی وجہ

سے اس کی بخشش ہو چکی ہے۔

کہتے ہیں کہ بعض طلبائے علمِ حدیث کو لوگوں نے خواب میں دیکھا جو کہتے ہیں کہ ربُّ العزّت جلّ جلالہٗ نے مجھے اور تمام سامعین حدیث شریف کو بوجہ ذکر درود شریف ذات بابرکات سیّد العالمین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو لوازم قرأت اس علم شریف سے بخش دیا ہے۔

اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ دیباچہ کتاب جمع الجوامع میں بیان کرتے ہیں کہ ابن عساکر اپنی تاریخ میں حفص بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو زراعہ رضی اللہ عنہ کو ان کی موت کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمانِ دنیا میں فرشتوں کی امامت کر رہے ہیں میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ رتبہ کس طرح حاصل کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ہزارہا حدیثیں لکھی ہیں اور حدیث شریف میں عَنِ النّبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لکھا تھا اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (یعنی جس نے مجھ پہ ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے)۔

اور بعض صلحا سے بھی منقول ہے کہ تین ہزار دینار کا مجھ پہ قرض ہو گیا۔ قرض خواہ نے قاضی کے ہاں مقدمہ کر دیا۔ قاضی نے ایک ماہ کی مہلت دی۔ وہ مردِ صالح قاضی کے پاس سے واپس آ کر محراب میں جا کر درگاہ پروردگار میں تضرّع وانکسار اور درود شریف نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پہ شروع کر دیا۔ ستائیسویں شب کو خواب میں دیکھا کہ کہنے والا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا قرض ادا کریگا تو علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جا۔ اس کو کہدو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں کہ میرے قرض کی ادائیگی میں تین ہزار درہم ادا کر دے۔ مردِ صالح کہتے ہیں کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا، میں اپنے وجود میں خوشحالی کے آثار معلوم کرتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر وہ پوچھے کہ اس کے صدق کی علامت کیا ہے۔ پس میں کیا کہوں۔ اس روز تو اسی وجہ سے میں رُکا رہا۔ دوسری رات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے نہ جانے کا سبب دریافت کرتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں اس واقعے کے صدق کی علامت کے تردّد میں ہوں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے میری اس بات کو پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر اس علامتِ صدق تجھ سے دریافت کرے تو کہدینا کہ تم ہر روز بعد نماز صبح مجھ پہ پانچ ہزار بار درود شریف تحفہ بھیجتے ہو اور پھر کسی سے بات چیت کرتے ہو اور تیرے اس عمل کو سوائے

خداوند تعالیٰ اور کراماً کاتبین کے اور کوئی نہیں جانتا جب مَیں وزیر کے پاس گیا اور اس کو قصہ خواب بیان کیا اور آپ کی فرمائی ہوئی علامت کو بیان کیا وہ بہت خوش ہوا اور کہا مَرحَبَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ حَقًّا اس کے بعد تین ہزار دینار لاکر مجھے دیئے اور کہا جاؤ اپنے قرضہ کو ادا کرو۔ تین ہزار اور بھی لایا کہ ان کو اپنے اہل وعیال پہ خرچ کرو۔ تین ہزار اور دیئے کہ اس سے تجارت شروع کرو اور مجھے قسم بھی دی کہ مجھ سے دوستی کا تعلق نہ توڑے اور جو حاجت تمہیں پڑ جائے میرے پاس آجانا پس میں وہ تین ہزار دینار قاضی کے پاس لے گیا تاکہ صاحب قرض کو حوالہ کروں میں نے قرض خواہ کو قاضی کے حضور میں ملہوف ومبہوف آتے دیکھا دیناروں کو گنا اور قصہ کو ان سے بھی بیان کیا۔ قاضی نے کہا کہ یہ ساری کرامت وزیر کو کیوں حاصل ہو میں تیرے اس قرض کا متولّی ہوتا ہوں۔ پس قرض خواہ نے بھی کہا کہ یہ نعمت تمہیں کیوں ملے مَیں بھی شامل کیوں نہ ہوں میں نے اپنا قرض اسے بخش دیا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ۔ پس قاضی نے کہا کہ میں جو کچھ اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے باہر نکال لایا ہوں وہ تیرے حوالہ کرتا ہے۔ میں اس تمام مال کو واپس گھر لاکر خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔ وَلِلّٰہِ المِنَّۃُ وَعَلٰی رَسُوْلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃُ!

فصل

فضیلت واستحباب صلوٰۃ بر سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شامل کل احوال اور تمام اوقات کو ہے لیکن شب جمعہ اور روز جمعہ میں افضل واجب ہے اس دن اور اس رات کی بزرگی کی وجہ سے وجوب وفضیلت ہے ان دو وقتوں کی فضیلت اخبار وآثار سے ثابت ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ شب جمعہ شب قدر سے افضل ہے اس لئے کہ نطفہ طاہرہ نے جو اصل کل خیرات و مادہ تمام برکات کا ہے بی بی آمنہ کے بطن مبارک میں اسی رات قرار پایا اور خصوصیات بھی ان وقتوں کے شان میں وارد ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم!

حدیث شریف میں آیا ہے اَفْضَلُ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ آدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّاعِقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ فَادْعُوْا لَکُمْ وَاسْتَغْفِرُوْا رواہ ابوداؤد وصححہ النووی۔ یعنی تمہارے ایّام سے دن جمعہ افضل ہے اس میں آدم علیہ السّلام پیدا فرمائے گئے اسی دن ان کی روح قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی میں صعقہ ہوگا۔ پس تم مجھ پہ بہت درود بھیجا کرو۔ بیشک تمہارا

درود مجھ پہ پیش کیا جاتا ہے۔ میں تمہارے لئے دعا مانگتا ہوں اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا نووی نے صحیح کیا۔

دوسری روایت میں آیا ہے فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَّشْہُوْدٌ تَشْہَدُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ یعنی روز جمعہ ایسا روز ہے کہ فرشتگانِ مقرب درگاہ رب العزت حاضر ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھنے والے کا درود سنتے ہیں اور مجھے پہنچاتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن درود بھیجتا ہے وہ درود عرش کے نیچے نہیں پہنچتا مگر جس فرشتہ کے پاس پہنچتا ہے وہ ملائکہ سے کہتا ہے کہ صَلُّوْا عَلٰی قَائِلِھَا یعنی اس درود بھیجنے والے پہ درود بھیجو۔ ایک دوسری حدیث میں ہے اَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِی اللَّیْلَۃِ الْغَرَّآءِ وَالْیَوْمِ الْاَغَرِّ اَمْ فِیْ رِوَایَۃٍ فِی اللَّیْلَۃِ الزَّھْرَاءِ وَالْیَوْمِ الْاَزْھَرِ یعنی اور روزوں کی نسبت شب روشن اور روز روشن میں مجھ پہ زیادہ درود بھیجا کرو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ شب جمعہ کی خصوصیات سے ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس جواب صلوٰۃ وسلام دیتے ہیں صلوٰۃ وسلام عرض کرنے والے کو اس شب میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ وَفِیْ کُلِّ لَمْحَۃٍ وَلَحْظَۃٍ مفاخر الاسلام میں ایک حدیث ہے کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ لَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ مِائَۃَ صَلٰوۃٍ قَضَی اللّٰہُ لَہٗ مِائَۃَ حَاجَۃٍ سَبْعِیْنَ حَاجَۃً فِی الدُّنْیَا وَثَلٰثِیْنَ مِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَۃِ جو شخص مجھ پہ رات جمعہ سو بار درود شریف بھیجے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا جس میں سے ستر امور دنیا کے اور تیس امور آخرت کے ہونگے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص جمعہ کیدن ہزار بار اس درود شریف کو پڑھے گا جب تک وہ اپنی جگہ بہشت میں نہ دیکھے گا ہرگز نہیں مرے گا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ اور امام سخاوی نے حدیث مرفوع میں نقل کیا ہے کہ جو شخص سات جمعوں تک ہر روز سات بار یہ درود شریف پڑھیگا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّاٰتِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

اور ابن مسعود نے یزید بن وہب سے کہا کہ جمعہ کے دن درود شریف ترک نہ کرے ہزار بار پڑھا کر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ کتاب مفاخر الاسلام میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ثَمَانِیْنَ مَرَّۃً غُفِرَتْ ذُنُوْبُہٗ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً یعنی جو شخص مجھ پہ جمعہ کے دن اسّی دفعہ درود شریف پڑھے گا اس کے اسّی سال کے گناہ بخشے جائیں گے اور دمیری شرح منہاج میں حدیث حسن سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود شریف بصیغہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا پڑھے اس کے اسّی سال کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور مفاخر الاسلام میں ہے کہ جو شخص روز جمعہ کے بعد نماز عصر اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے جس جگہ یہ نماز پڑھی ہے اسّی بار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود پڑھے اس کے اسّی سال کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ خالد بن کثیر کے سرہانے سے اس کے دم توڑنے سے پہلے ایک پرچہ کاغذ پایا گیا اس میں لکھا تھا بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ لِخَالِدِ بْنِ کَثِیْرٍ۔ ان کے گھر والوں سے پوچھا گیا کہ یہ ایسا کیا کام کرتے تھے کہ اس کرامت سے مشرف ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ ہر جمعہ کو ہزار بار درود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجا کرتے تھے۔

فصل جس طرح شب جمعہ کو کثرت صلوٰۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ بھیجنے کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، شب سوموار بھی اس حکم میں اس کے ساتھ شریک ہے کیونکہ دوشنبہ بزرگ ایام سے ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال درگاہ رب العزت میں پیش کیے جاتے ہیں و لہٰذا سید کائنات صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ اکثر اس روز روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی دن اعمال بندگان درگاہ ذوالمنان میں پیش کیے جاتے ہیں اور میں دوست رکھتا ہوں کہ میرے اعمال اس حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔ احیاء العلوم میں ہے کہ جو شخص رات دوشنبہ کو چار رکعت نماز پڑھے اور پہلی رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار اور دوسری رکعت میں اکیس بار۔ تیسری رکعت میں تیس بار اور چوتھی رکعت میں چالیس بار پڑھے۔ اور سلام کے بعد بھی پچھتر بار پڑھے اور استغفار کرے اپنے لیے اور اپنے والدین کے لیے اور پچھتر بار درود شریف حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجے اور پچیس بار پھر اور جو حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے حاصل ہو جائے گی اور فضیلت صلوٰۃ روز پنجشنبہ بھی حدیث میں واقع ہوئی ہے۔ مفاخر الاسلام میں ہے کہ حدیث میں ہے کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْخَمِیْسِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ لَمْ یَفْتَقِرْ اَبَدًا جو شخص مجھ پر خمیس کے دن سو بار درود شریف پڑھے کبھی فقیر (بھوکا) نہ ہو گا۔

فصل اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا جمیع مواطن و اماکن میں موجب خیر و برکت مستحسن و مستحب ہے ولیکن علماء نے چند مواضع پر اس استحباب کو فضیلت دے کر مؤکد و فاضلتر کر دیا ہے اور ان تمام میں سے جو بھی میری نظر سے گذرے ہیں چند ایک یہ ہیں (۱) طہارت کے بعد اگرچہ تیمم ہی کیوں نہ ہو (۲) نماز میں تشہد کے بعد امام شافعیؒ کے نزدیک بعد قنوت کے بھی (۳) نماز تہجد کے بعد (۴) بعد اذان و اقامت کے۔ (۵) رات کو تہجد کے واسطے اٹھنے کے وقت (۶) وضو کے بعد (۷) مسجد سے گزرتے وقت (۸) مسجد میں داخل ہوتے وقت (۹) مسجد سے نکلتے وقت بطور خاص روز جمعہ کو اور شب جمعہ کو (۱۰) بعد نماز جمعہ (۱۱) روز پنجشنبہ کو (۱۲) روز دوشنبہ (۱۳) روز یکشنبہ کو (۱۴) خطبوں میں (۱۵) اول روز کو (۱۶) آخر روز کو (۱۷) وقت سحر کو (۱۸) خطبوں میں بعد بسم اللہ کے (۱۹) شافعیہ کے نزدیک تکبیرات عیدین میں (۲۰) نماز جنازہ میں۔ (۲۱) احرام میں لبیک کہتے وقت (۲۲) صفا اور مروہ پر (۲۳) بیت اللہ شریف زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت کے وقت (۲۴) حجر اسود کے بوسہ لیتے وقت اور طواف میں (۲۵) ملتزم کے پاس کہ اخص و اقرب مواضع اور مستجلاب انوار و برکات ہے۔ (۲۶) مشاہدۂ آثار نبویہ کے وقت مثلاً مسجد قبا اور مدینہ منورہ معطرہ و [illegible] مکرمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً۔ (۲۷) وادی بدر پر (۲۸) جبل احد پر (۲۹) فروخت کے وقت۔
(۳۰) خرید کے وقت (۳۱) وصیت نامہ لکھنے کے وقت (۳۲) ارادہ سفر کے وقت (۳۳) سواری پر سوار ہوتے وقت (۳۴) منزل پر اترتے وقت (۳۵) بازار جانے کے وقت (۳۶) بازار میں داخل ہوتے وقت۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بازار میں کثرت مشغل بیع و شرا کی وجہ سے لوگوں کو خدا تعالیٰ سے غافل پاتے تھے۔ تشریف لاتے تھے اور حمد و ثنا کہتے تھے (۳۷) دعوت میں جاتے وقت (۳۸) دعوت سے پھرتے وقت (۳۹) گھر میں آنے کے وقت۔

(۴۰) نزول حاجت کے وقت (۴۱) خوف کے وقت (۴۲) احتیاج کے وقت (۴۳) غلام کے بھگ جانے کے وقت (۴۴) جانور کے بھاگ جانے کے وقت (۴۵) غم کے وقت (۴۶) شدت کے وقت (۴۷) طاعون کے وقت (۴۸) خوف غرق کے وقت (۴۹) کان بولنے کے وقت۔ اس قول کے ضمیمہ کے ساتھ ذکر اللہ مَنْ ذَکَرَنِی بِخَیْرٍ جس نے خدا کو یاد کیا اس نے مجھے بھلائی سے یاد کیا (۵۰) پاؤں کے سُوج جانے کے وقت (۵۱) بھولی چیز یاد کرنے کے وقت (۵۲) خوف نسیان کے وقت (۵۳) مُولی کھانے کے وقت جو بوجہ درد کے کھائی جائے (۵۴) پانی پینے کے وقت بننن سے (۵۵) گدھے کی آواز کرنے کے وقت (۵۶) گناہ کرنے کے بعد تاکہ اس کا کفارہ بن جائے۔ (۵۷) دعا کے اوّل و آخر میں (۵۸) ملاقات برادر مسلمان یار و مصاحب کے وقت (۵۹) اجتماع قوم کے وقت ان کے منتفرق ہونے سے پہلے (۶۰) مجلس سے اٹھنے کے وقت تاکہ غلیبت سے مامون رہے (۶۱) ہر اجتماع میں جو خدا یا شعائر اسلام کے واسطے ہو (۶۲) ختم قرآن کے نزدیک (۶۳) دعائے حفظ قرآن میں (۶۴) غیر منہی عنہ کلام کے افتتاح کے وقت (۶۵) ابتدائے درس ونشر علم و وعظ و قرأت و حدیث اوّل و آخر (۶۶) اچھی چیز کے وقت بعض علمائے مالکیہ درود شریف کے ذکر کو مقام تعجب کے وقت مکروہ کہتے ہیں چنانچہ تسبیح وتہلیل کسی امر حرام کے نزدیک یا نزدیک عرض اسباب اور کھونے متاع کے مکروہ ہے (۶۷) اور بڑی ضروری جگہ یہ ہے کہ جب آپ کا نام مبارک زبان پہ آئے یا لکھا جائے تو درود شریف پڑھا جائے۔ حدیث میں آیا ہے مَنْ صَلّیٰ عَلَیَّ فِی کِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَادَامَ اِسْمِی فِی الْکِتَابِ جو شخص دُرود بھیجے مجھ پہ کتابت میں تو ہمیشہ رہتے ہیں فرشتے اس کے واسطے استغفار کرتے جب تک میرا نام کتاب میں رہے گا اور اس حدیث کو بہت سے علماء حدیث نے بیان کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور ابن جوزی نے اس کے وضع کا حکم دیا ہے۔ واللہ اعلم!

کہتے ہیں کہ ایک شخص بخل کی وجہ سے ورق پہ لفظ صلوٰۃ بر سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ لکھتا تھا اس کا ہاتھ جل کر گر گیا۔ ایک دوسرا تھا کہ صرف "صلی اللہ علیہ" لکھتا تھا اور "وسلم" اس کے ساتھ نہیں لکھتا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر عتاب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تو چالیس نیکیوں سے کیوں محروم رہتا ہے یعنی لفظ وسلم میں جا۔

حروف ہیں اور ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ہیں پس اس حساب سے چالیس نیکیاں ہوئیں اور رمز اور اشارات پر اکتفا کرنا بھی اسی قسم سے ہے چنانچہ بعض کاتب علامت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ص و م یا صلعم" لکھ دیتے ہیں اور علیہ السلام کے لئے "عین و میم" لکھتے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس۔

کہتے ہیں کہ ایک آدمی سے خواب میں پوچھا گیا کہ حق تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا اور تجھے کس عمل سے بخش دیا۔ اس نے کہا کہ جب کبھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک لکھتا تھا تو اس کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ضرور لکھتا تھا کسی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا حق تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا انہوں نے کہا مجھ پر رحمت فرمائی ہے اور مجھے بخش دیا ہے اور مجھے بہشت میں دولہا کی طرح لے گئے اور مجھ پر موتی اور یاقوت نثار کئے گئے جس طرح دولہا پر نثار کئے جاتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہوا کہ رسالہ لکھنے میں میں کہا کرتا تھا صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ عَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرف زیارت حاصل کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ ہمیشہ آپ پر طہارت سے تحائف صلوٰۃ بصیغہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ، اور یہ درود شریف بھی اس سعادت کے حاصل ہونے کا باعث ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِہٖ فِی الْاَجْسَادِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِہٖ فِی الْقُبُوْرِ۔ مفاخر الاسلام میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہزار بار درود بھیجے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو وہ آپ کو خواب میں دیکھے گا یا وہ شخص بہشت میں اپنی منزل دیکھے گا اگر نہ دیکھے تو پھر اس کو پڑھے یہاں تک کہ پانچ جمعوں تک خداوند تعالیٰ کے فضل سے زیارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز ہوگا اور جو شخص شب جمعہ کو پڑھے اس کو لازمی ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے آیۃ الکرسی گیارہ بار اور گیارہ بار سورہ اخلاص اور سلام کے بعد یہ درود شریف سو

بار پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ انشاء اللہ تین جمعہ نہیں گزرینگے کہ زیارت فیض بشارت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز ہوگا اس کا بعض فقراء نے تجربہ کیا ہے والحمد للہ

نیز یہ بھی روایت ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز شب جمعہ میں ادا کرے اور اس میں ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پچیس بار اور سلام کے بعد یہ درود شریف ہزار بار پڑھے صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وہ ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوگا اور سعید بن عطارؒ سے مروی ہے کہ جو شخص پاک بستر پہ سوئے اور سوتے وقت یہ دعا پڑھے اور اپنے دائیں ہاتھ کا سرہانہ بنا کر نیند کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھے گا۔ اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِجَلَالِ وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ اَنْ تُرِیَنِیْ فِیْ مَنَامِیْ وَجْہَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُؤْیَۃً تَقَرُّ بِھَا عَیْنِیْ وَتَشْرَحُ بِھَا صَدْرِیْ وَتَجْمَعُ بِھَا شَمْلِیْ وَتُفَرِّجُ بِھَا کُرْبَتِیْ وَتَجْمَعُ بِھَا بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی ثُمَّ لَا تُفَرِّقْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اَبَدًا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝ اگرچہ اس طریقہ میں تحفہ درود شریف کا ذکر نہیں کیا گیا اگر طالب اس دعا کے بعد سعادت کو حاصل کرنے کے لئے درود شریف پڑھ لے تو شک نہیں کہ وظیفہ اتم و اکمل ہو جائیگا۔ اس سعادت کے حاصل کرنے کے لئے اور طریقے بھی بیان کئے گئے ہیں جن کا خلاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں استغراق اور کثرت درود شریف اور ہمیشگی کی توجہ لازمی ہے۔ واللہ الموفق!

فصل درود شریف کے جو صیغے احادیث نبویہ میں وارد ہوئے ہیں ان کو پڑھنا بیشک افضل و اکمل ہوگا کیونکہ وہ درود شامل الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ ان سب میں وہ صیغہ جو بعد تشہد کے پڑھا جاتا ہے سب سے افضل ہے اور وہ احادیث صحیحہ میں کیفیات مخصوصہ پہ وارد ہوا ہے چنانچہ ان کا ذکر آئیگا اور ہر ایک حصول مقصود میں کافی و وافی ہے اس باب میں سب سے ظاہر تر و مشہور تر صیغہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ سُبکی رحمۃ اللہ علیہ جو علمائے شافعیہ سے ہیں کہتے ہیں کہ جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود ان صیغوں سے بھیجا جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے بیشک اس نے اس طرح درود بھیجا جس طرح وہ مامور کیا گیا ہے یقیناً اور اس نے وہ ثواب حاصل کر لیا جو صلوٰۃ نبویہ پر وعدہ دیا گیا ہے لہٰذا اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر افضل درود شریف بھیجیگا اگر وہ تشہد والا درود پڑھ لے تو عہدہ اس قسم سے بری ہو جائے گا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ درود بھیجنے والے کو چاہیئے کہ جو کچھ احادیث شریفہ میں کیفیات مخصوصہ سے وارد ہوا ہے وہ سب جمع کرے اور پڑھے تاکہ سارے ماثورہ صیغوں کا ثواب حاصل کر سکے اور وہ سب یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَكَمَا يَلِيْقُ بِعِظَمِ شَرَفِهٖ وَكَمَالِهٖ وَرِضَاكَ عَنْهُ وَكَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَرِضٰى نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ اَفْضَلُ صَلٰوةٍ وَّاَكْمَلُهَا وَاَتَمُّهَا كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَذٰلِكَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ۔ اور شیخ کمال الدین بن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جمیع کیفیات واردۂ سنت ان صیغوں میں موجود ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَبَدًا اَفْضَلُ صَلَوٰتِكَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا وَّزِدْهُ تَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّاَنْزِلْهُ الْمُنْزَلَةَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور ابن قیّم حنبلی المذہب جوزی اور بعض علمائے شافعیہ کہتے ہیں کہ اولیٰ وہ ہے کہ جو صیغے وارد ہوئے ہیں جدا جدا ایک ایک وقت میں پڑھے تاکہ سب کے پڑھنے سے مشرف ہو اور سب کا اکٹھا کرنا ایک نئے صیغہ کے بننے کو مستلزم ہے اس کی ہیئت مجموعی

سی حدیث میں وارد نہیں ہوئی۔ انتہیٰ ! بہر تقدیر بعض صیغے جو احادیث میں مذکور ہیں اور اخبار ماثورہ سے پہنچے ہیں ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق۔

پہلا صیغہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ رواہ مسلم لیکن بعض صیغہ حدیث میں دوسرا حصہ زیادہ ہے۔

دوسرا صیغہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ رواہ البخاری ومسلم۔

تیسرا صیغہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ رواہ احمد

چوتھا صیغہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ رواہ الشیخان فی صحیحیھما والنسائی وابن ماجہ۔

پانچواں صیغہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ رواہ الشیخان والنسائی۔

چھٹا صیغہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا جَعَلْتَھَا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ رواہ ابوالقاسم۔

ساتواں صیغہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ صَلٰوةُ اللّٰهِ وَصَلٰوةُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ رواہ دار قطنی ۔

آٹھواں صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ رواہ الضیاء ابوداؤد عن ابی ھریرۃ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْاَوْفٰی اِذَا صَلّٰی عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَقُلْ هٰذَا ۔

ناںواں صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ رواہ ابوداؤد

دسواں صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی مُحَمَّدٍ وَّكَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ رواہ النسائی

گیارہواں صیغہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ رواہ احمد

بارہواں صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّصَلّٰی عَلَيْهِ ۔ ذکرہ صاحب شرف المصطفیٰ ۔

تیرہواں صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ اٰمَنَ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَاَعْطِهِ اَفْضَلَ رَحْمَتِكَ وَاٰتِهِ الشَّرَفَ عَلٰی خَلْقِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَجْزِهٖ خَيْرَ الْخَيْرِ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔

تنبیہ: جاننا چاہیئے کہ ہر صیغہ کے بعد ان صیغوں سے کہ جن میں ذکر سلام نہیں ہے یہ کلمہ بڑھاوے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک درود بغیر سلام کے مکروہ ہے یہ ظاہر آیات شریفہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا سے لیا گیا ہے اگرچہ بعض علماء اس کراہت میں سخن رکھتے ہیں لیکن درود بغیر سلام متفق علیہ مکروہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صیغہ

صلاۃ میں سلام کا ذکر نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کو اس کا علم پہلے تھا چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ حاضر بارگاہ رسالت ہوتے تھے اور کہتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تحقیق یہ جان لیا ہے کیفیت سلام کو کہ آپ پر صلاۃ کس طرح بھیجی جائے فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ الحدیث۔ اور اس قیاس پہ اختصار کرنا بھی مکروہ ہے فقط سلام پہ بھی مکروہ یا خلاف اولیٰ نہ ہوگا اور اکثر عجم والوں کی عادت ہے کہ ذکر نام مبارک کے ساتھ علیہ السلام پہ اختصار کرتے ہیں لیکن عرب والوں کی کتابوں میں یہ بات بہت کم ہے اور نہایت حسن اختصار اور بقائے مقصود میں واقع ہے، وہ جو اگلے پچھلے مصنفوں نے اپنی کتب میں ذکر نام مبارک کے ساتھ صیغہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے کا التزام کیا ہے اور شاید کہ قصد اقتصار باعث ہوا ہو علیٰ آلہ ذکر نہ کرنے کا ورنہ اس کلمہ کا بڑھانا لفظ اور کتابت میں احسن و اولیٰ ہے چنانچہ بعض نسخوں میں دیکھا ہے اگرچہ عطف ضمیر مجرور پہ بغیر اعادہ جار کے اکثر نحویوں کے نزدیک درست نہیں اور اگرچہ دعائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متضمن ہے۔ دعائے وآل و اصحاب اور جمیع مومنین کو کما قیل و ہذا دعاءٌ شامل للبریۃ۔

فصل علماء کو تعین افضلیت صلوٰۃ میں اختلاف ہے میں نہیں جانتا کہ اختلاف بجہت اثر ہر صیغہ کی وجہ سے ہے یا بسبب شمولیت کیفیت و کمیت فاضلہ کے ہے اور جو کچھ بعض رسائل زیارت میں منقول ہے وہ صرف یہ دس اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ تمام درودوں سے افضل صلوٰۃ تشہد ہے چنانچہ اس کی بابت کچھ پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے۔

دوسرا قول اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ کُلَّمَا سَھٰی عَنْہُ الْغَافِلُوْنَ۔

تیسرا قول اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ کُلَّمَا سَھٰی عَنْہُ الْغَافِلُوْنَ۔

چوتھا قول اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا اَنْتَ اَھْلُہٗ۔

پانچواں قول اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ

عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ۔

چھٹا قول اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی کُلِّ نَبِیٍّ وَ مَلَکٍ وَ وَلِیٍّ عَدَدَ کَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ الْمُبَارَکَاتِ۔

ساتواں قول اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ نَبِیِّکَ وَ رَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ عَدَدَ خَلْقِکَ وَ رِضٰی نَفْسِکَ وَ زِنَۃَ عَرْشِکَ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِکَ۔

آٹھواں قول اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِکَ

نواں قول اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَجْزِ مُحَمَّدٍ مَا ھُوَ اَھْلُہٗ۔

دسواں قول اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

فصل

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَیَّ فَاَحْسِنُوا الصَّلٰوۃَ یعنی جب تم مجھ پہ درود پڑھو تو اسے خوبصورت بنا کر پڑھو۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کہ ناس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور قول احسن سے مراد آپ کا درود شریف ہے اور سدی جو علمائے تفسیر سے ہیں۔ جماعت صحابہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے ہیں کہ جس کو حق تعالیٰ نے بیان شافی و قوت تعبیر معانی صحیحہ الفاظ معینہ کی عطا کی ہے۔ وہ آیات شریفہ و عظمت کو صلوات و تسلیمات تصنیف و ایجاد کر کے ظاہر کرے اور اس راہ کے چلنے والوں اور اس نعمت کی قدر جاننے والوں میں داخل ہو اس حکم حالی کے بجا لانے والوں میں سے ہو گا اور بعض صیغوں کی فضیلت میں جو اختلاف ہے تو غالب ہے کہ معتمد اس کا یہی حدیث ہو گی اور اسی بنا پہ اکابر سلف و خلف نے صیغہ بلیغہ اور کلمات بالغہ مطابق اس کے جو ماثور ہیں تصنیف کئے ہیں اور بعض ان میں سے یہاں مذکور کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا

مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ وَ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ عَدَدَ مَا مَضٰی مِنْ خَلْقِكَ وَمَا بَقِیَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْھُمْ وَمَنْ شَقِیَ صَلٰوۃً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَدَ تُحِیْطُ بِالْحَدِّ صَلٰوۃً لَا غَایَۃَ لَھَا وَلَا اِنْتِھَاءَ وَلَا امد لھا وَلَا انقضاء صَلٰوۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِكَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کَذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ سخاوی نے نقل کیا ہے کہ ثواب اس درود شریف کا دس ہزار درود شریف کا ہے اس کا قصہ عجیب و غریب ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا صَلَّیْتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ صَلٰوۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِكَ بَاقِیَۃً بِبَقَائِكَ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً صَلٰوۃً مَقْبُوْلَۃً لَدَیْكَ مَعْرُوْضَۃً عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ یہ صیغہ درود شریف مسبعات عشرہ سے مشہور ہے۔ نہایت ہی متبرک و ماثور ہے۔ زمانہ تابعین سے معمول مشائخ چلا آرہا ہے اور حضرت شیخ اجل اکرم علی المتقی نے اپنے بعض رسائل میں اس صیغہ درود شریف کی وصیت فرمائی ہے اور جس صیغہ کی فقیر کو حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت وداع مدینہ مطہرہ اجازت بخشی ہے وہ بھی یہی ہے اور خاصیت اجازت و نفس مبارک مشائخ رحمہم اللہ سے جو کچھ اس بندہ کو ان لفظوں میں نور و سرور و خضوع و خشوع حاصل ہوا ہے اور دیگر صیغوں سے قطع نظر مبالغات سے جو کیفیت و کمیت میں ہیں کم حاصل ہوتا ہے اور جب پھرا ایسے صیغے کی طرف پھر نہیں آنے دل کو آرام حاصل نہیں ہوتا۔ یہ بات اجازت مشائخ کے خواص و اسرار سے ہے۔ واللہ اعلم

اور ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ بِعَدَدِ مَنْ حَمِدَكَ وَلَكَ الْحَمْدُ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یَحْمَدْكَ وَلَكَ الْحَمْدُ کَمَا تُحِبُّ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ وَصَلِّ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ۔ اس صیغہ کو طبرانی سے انشار کیا ہے جو اکابر علمائے حدیث سے ہیں کہ اس درود شریف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بڑھایا ہے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر تبسم فرمایا یہاں تک کہ دندان مبارک ظہور پذیر ہو گئے۔

اور اس سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مِّلْءَ الدُّنْیَا وَمِلْءَ الْاٰخِرَۃِ

وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ مِلْاءَ الدُّنْیَا وَمِلْاءَ الْاٰخِرَۃِ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ مِلْاءَ الدُّنْیَا وَمِلْاءَ الْاٰخِرَۃِ!

اور ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلَادِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْھَارِہٖ وَاَنْصَارِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ وَمُحِبِّیْہِ وَاُمَّتِہٖ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ اسے امام سخاوی کتاب الشفا سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے کہا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حوض مبارک سے پیالے بھر بھر کر پینے کا خواہاں ہو وہ اس کا ورد رکھے۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی النَّبِیِّیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْمُرْسَلِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالشَّرَفَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ اَللّٰھُمَّ اٰمَنْتُ بِمُحَمَّدٍ وَلَمْ اَرَہٗ فَلَا تَحْرِمْنِیْ فِی الْحَیٰوۃِ رُؤْیَتَہٗ وَارْزُقْنِیْ صُحْبَتَہٗ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِہٖ شَرَابًا مَّرِیْئًا سَائِغًا ھَنِیْئًا لَا اَظْمَاُ بَعْدَہٗ اَبَدًا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنِّیْ وَاٰلِہٖ مِنَّا تَحِیَّۃً وَّسَلَامًا اَللّٰھُمَّ کَمَا اٰمَنْتُ بِہٖ وَلَمْ اَرَہٗ فَلَا تَحْرِمْنِیْ فِی الْجَنَّۃِ رُؤْیَتَہٗ۔ تلمسانی نے نیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ عطا نے کہا ہے کہ جو کوئی اس درود شریف کو تین بار صبح اور تین بار شام کو پڑھے اس کے گناہوں کی بنا گر جائے گی اور اس کے نقش خطا محو ہو جائیں گے۔ اس کا سرور ہمیشہ کا ہو جائے گا اس کی دعائیں مستجاب ہوں گی۔ اس کی امیدیں پوری ہوں گی اور دشمنوں پر اس کی امداد کی جائے گی اور اسباب خیر کی اسے توفیق عطا کی جائے گی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا بہشت اعلیٰ میں رفیق ہو جائے گا۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَعَظِّمْ وَکَرِّمْ فِی الدُّنْیَا بِاِعْلَاءِ دِیْنِہٖ وَاِظْھَارِ دَعْوَتِہٖ وَاِعْظَامِ ذِکْرِہٖ وَاِبْقَاءِ شَرِیْعَتِہٖ وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِقَبُوْلِ شَفَاعَتِہٖ فِیْ اُمَّتِہٖ وَتَضْعِیْفِ ثَوَابِہٖ وَاِظْھَارِ فَضْلِہٖ عَلَی الْاَوَّلِیْنَ

وَالْاٰخِرِیْنَ وَتَقْدِیْمِہٖ عَلٰی کَافَّۃِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ فِی الشَّفَاعَۃِ وَاِعْلَاءِ دَرَجَتِہٖ فِی الْجَنَّۃِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَ اَھْلُھَا اس درود شریف کا صبح کے وقت پڑھنا واقع ہوا۔

ان سے ایک یہ بھی ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً اَنْتَ لَھَا اَھْلٌ وَھُوَ لَھَا اَھْلٌ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ یہ درود خاصان کو حسن قبول ہوا ہے اور قبول واجابت کا باعث ہے کہتے ہیں کہ زائرین سے ایک مقبول درگاہ تھا اور اس درود شریف کے تحفے بھیجا کرتا تھا جب اس کے سفر کا وقت آیا تو حکم آیا کہ چند روز اور اقامت کرو کہ تمہارا یہ درود ہمیں بہت پسند آیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَمَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِکَمِ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔ یہ درود شریف ہمارے اس سلسلہ شریف میں متعارف اور مشہور ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی حَبِیْبِکَ وَقَرِیْبِکَ وَلَبِیْبِکَ وَمَظْھَرِ رَبُوْبِیَّتِکَ وَمِثَالِ حَضْرَتِکَ وَتِمْثَالِ قُدْرَتِکَ رُوْحِ الْقُدُسِ مُعْطِی الْحَیٰوۃِ وَالْفَضِیْلَۃِ بِاَمْرِکَ بِکَثْرَۃِ الْعَوَالِمِ مُفِیْضِ نَوَاطِقِ النُّفُوْسِ صَاحِبِ الظَّفْرِ وَالتَّعَالِیْ شُمُوْسِ نُوْرِکَ۔ کہتے ہیں کہ یہ کلمات حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے فرمودہ ہیں۔ جس طرح اس سلسلہ کے بعض مشائخ سے نقل فرماتے ہیں اور حضرت سیدی سندی شیخ قبلہ گاہی سمیّ کلیم اللہی قدس اللہ سرہ السامی نے اپنے رسالہ اوراد میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَ صَلِّ عَلٰی جَسَدِہٖ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَبْرِہٖ فِی الْقُبُوْرِ۔ سخاوی نے درمنظم سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ جو کوئی اس درود شریف کو کثرت سے پڑھے گا وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوگا۔ اور آپ کی شفاعت حاصل کریگا

اور آپ کے حوض سے سیراب ہوگا۔ اس کا بدن آگ دوزخ پر حرام ہوگا۔ یہ درود شریف حرمین الشریفین والوں میں بہت مستعمل ہے اور اس پر یہ بھی زیادہ کرتے ہیں وَعَلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَسْمَاءِ اور کاتب الحروف (حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ بعض اوقات میں غلبہ شوق و ذوق میں آپ کے جسم مبارک کے ایک ایک اعضاء کو علیحدہ علیحدہ ذکر کر کے درود شریف بھیجتا ہوں جو گویا اس طرح ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رَأْسِ مُحَمَّدٍ فِی الرُّؤُسِ وَ صَلِّ عَلٰی شَعْرِ مُحَمَّدٍ فِی الشُّعُوْرِ وَعَلٰی جَبْھَةِ مُحَمَّدٍ فِی الْجِبَاهِ وَعَلٰی عَیْنِ مُحَمَّدٍ فِی الْعُیُوْنِ وَعَلٰی اُذُنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاٰذَانِ وَعَلٰی وَجْهِ مُحَمَّدٍ فِی الْوُجُوْهِ وَعَلٰی صَدْرِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّدُوْرِ وَعَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وھکذا اور کبھی کہتا ہوں وَعَلٰی بَلَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْبِلَادِ وَعَلٰی دَارِ مُحَمَّدٍ فِی الدُّوْرِ وَعَلٰی مَسْجِدِ مُحَمَّدٍ فِی الْمَسَاجِدِ، وھکذا۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ سَعْدَیْكَ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اور ایک یہ ہے صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِیْمِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ الشَّاھِدِ الْبَشِیْرِ الدَّاعِیْ اِلَیْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ یہ درود حضرت جناب علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور شفا میں مذکور ہے اور اسے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز میں پڑھا تھا جو نماز بعد وصال آپ کے آپ پر پڑھی گئی تھی۔

اور ایک یہ بھی ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَکَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّغْبِطُ فِیْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَ الْاٰخِرُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی

اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ یہ درود شریف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

ایک یہ بھی ہے اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدِنِ الْکُبْرٰی وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْیَاءِ وَاٰتِ سُؤْلَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی کَمَا اٰتَیْتَ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی۔ رواہ الطاوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اور ایک یہ بھی ہے اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا سَأَلَكَ لِنَفْسِهٖ وَاَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا سَأَلَكَ لِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ وَاَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا اَنْتَ مَسْئُوْلٌ لَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ مروی عن وہب بن الورد۔

ایک اور یہ بھی ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ اَرْسَلْتَهٗ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَاصْطَفَیْتَهٗ عَلَی الْخَلَائِقِ اَجْمَعِیْنَ عَدَدَ مَا فِیْ عِلْمِكَ وَمِلَاءَ مَا فِیْ عِلْمِكَ وَزِنَةَ مَا فِیْ عِلْمِكَ وَعَدَدَ خَلْقِكَ وَکُلِّ ذَرَّةٍ اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً فِیْ ذَالِكَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ فِیْ اَلْفَ مَرَّةٍ فِیْ کُلِّ نَفْسٍ وَّ لَمْحَةٍ وَّ لَحْظَةٍ وَّطَرْفَةٍ یَّطُوْفُ بِهَا اَهْلُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ۔

ایک اور یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ السَّیِّدِ الْکَامِلِ الْفَاتِحِ الْخَاتِمِ بِنُوْرِ الْمُبِیْنِ وَرَسُوْلِكَ الصَّادِقِ الْاَمِیْنِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ الشَّفِیْعُ الْمُرْتَضٰی وَرَسُوْلُكَ الْمُجْتَبٰی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَاءَ نَفْسِكَ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصَرَانِ وَکَرَّ الْجَدِیْدَانِ وَاسْتَقْبَلَ الْفَرْقَدَانِ وَاَضَاءَ الْقَمَرَانِ وَبَلِّغْ رُوْحَ

وَاَرْوَاحُ اَهْلِ بَيْتِهٖ مِنَّا التَّحِيَّةُ وَالسَّلَامُ اس کے بعد یہ پڑھے اَللّٰهُمَّ مُرِ الْمَلٰئِكَةَ السَّيَّاحِيْنَ وَالَّذِيْنَ خَلَقْتَهُمْ لِتَبْلِيْغِ هَدَايَا الصَّلَوَاتِ مِنَ الْاُمَّةِ اِلٰى حَضْرَةِ نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ اَنْ يُّبَلِّغُوْا هٰذِهِ الْهَدِيَّةَ مِنْ هٰذَا الْحَقِيْرِ وَيَقُوْلُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغَهَا اِلَيْكَ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ الْمِسْكِيْنُ عبدالحق بن سَيْفِ الدِّيْنِ السَّاكِنُ بِبَلْدَةِ دِهْلِي الْعَبْدُ الْمُذْنِبُ الْعَاصِيُ الَّذِيْ لَا مَلْجَأَ لَهٗ وَلَا مَنْجَا لَهٗ اِلَّا جَنَابُكَ وَمَا يُنَاسِبُ هٰذَا الْمَقَامَ مِنَ الْعِبَارَاتِ اَوْ يَقُوْلُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغَهَا اِلَيْكَ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ الْمِسْكِيْنُ محمد صادق بن حافظ واحد بخش السَّاكِنُ بِبَلْدَةِ احمد نور شَرْقِيَّةِ الْعَبْدُ الْمُذْنِبُ الَّذِيْ لَا مَلْجَاءَ لَهٗ وَلَا مَنْجَا اِلَّا بِحُضُوْرِكَ وَمَا يُنَاسِبُ هٰذَا الْمَقَامَ مِنَ الْعِبَارَاتِ۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ وَبِعَدَدِ قَطَرَاتِ الْاَمْطَارِ وَبِعَدَدِ دَوَابِ الْبَرَارِيْ وَالْبِحَارِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ کبھی کہا جاتا ہے بِعَدَدِ كُلِّ قَطْرَةٍ قَطَرَتْ مِنْ سَمَائِكَ اِلٰى اَرْضِكَ مِنْ حِيْنِ خُلِقَتِ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور اسی طرح اَوْرَاقُ الْاَشْجَارِ وَدَوَابِ البراری والبحار۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِائَةَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّةٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ اس درود شریف کی فضیلت اکابر سے منقول ہے۔

ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ عَدَدَ كُلِّ شَيْئٍ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ زِنَةَ كُلِّ شَيْئٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَمُنْتَهٰى عِلْمِكَ وَمَبْلَغِ رِضَاكَ۔

ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ اَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى وَبِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ مَا خَلَقْتَ وَذَرَأْتَ

وَ عَدَدِ كُلِّ قَطْرَةٍ قَطَرَتْ مِنْ سَمٰوٰاتِكَ اِلٰى اَرْضِكَ مِنْ حِيْنَ خُلِقَتِ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفِ مَرَّةٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمْ۔

اور ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَّ لِحَقِّهٖ اَدَاءً وَّ اَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَ الدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا وَّ اَجْزِهٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَ صَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَوْلِيَاءِ وَ الْمُتَّقِيْنَ وَ عَلٰى سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مُحْيِ الدِّيْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْمَكِيْنِ الْاَمِيْنِ وَ عَلٰى جَمِيْعِ مَلٰۤئِكَتِكَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِيْنَ وَ عَلٰى جَمِيْعِ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔ اس درود شریف کو بعد از نماز صبح پڑھنا کتب مشائخ میں آیا ہے۔

ایک اور یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَ الْاٰفَاتِ وَ تَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَ تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اور کبھی یہ دو کلمے بعد تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ کے بعد پڑھے جاتے ہیں[1] وَ تَغْفِرُ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الزَّلَّاتِ[2] وَ تُكَفِّرُ نَابِهَا جَمِيْعَ الْخَطِيْئَاتِ۔ اس درود کے پڑھنے سے سارے مقاصد دنیا و آخرت کے پورے ہوتے ہیں اور ساری مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور کاتب الحروف (حضرت الشیخ علیہ الرحمۃ) کہ میری مشکلیں اور حاجتیں اسی سے بر آتی ہیں۔ مترجم بھی اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہے نہایت سریع الاثر و منفعت بخش و مصائب کش ہے اس درود شریف کا پڑھنا برائے نجات آفت کشتی و دریا کے بھی مجرب ہے اس کا پڑھنا کم سے کم تین سو مرتبہ منقول ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص کو ایک مشکل آسان ہونے کے واسطے ہزار بار پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ جب وہ تین سو بار پڑھ چکا تو وہ مشکل آسان ہوگئی۔ اس کے بعد ورد تین سو مقرر ہوا۔ اس کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے۔

ایک اور یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الطَّاھِرِ الزَّکِیِّ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَکُّ بِھَا الْکُرَبُ. صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّ لِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ۔ اس درود شریف کے پڑھنے سے دل روشن ہوتا ہے اور سینہ کشادہ ہوتا ہے۔ حاجتیں بر آتی ہیں۔ غم دُور ہوتے ہیں اور اس کو حضرت غوث الثقلین سے نقل کرتے ہیں۔

اور ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ وَکَرِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ نَبِیِّکَ وَ رَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَ شَفِیْعِ الْاُمَّۃِ الَّذِیْ اَرْسَلْتَہٗ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَوْلَادِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَ عَلٰی اَزْوَاجِہِ الطَّاھِرَاتِ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَفْضَلُ صَلٰوۃٍ وَ اَزْکٰی سَلَامٍ وَ اَنْمٰی بَرَکَاتٍ عَدَدَ مَا فِیْ عِلْمِکَ وَ زِنَۃَ مَا فِیْ عِلْمِکَ وَ مِلْاءَ مَا فِیْ عِلْمِکَ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِکَ وَ مَبْلَغَ رِضَاکَ وَصَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِکْ وَکَرِّمْ کَذَالِکَ مُکَمَّلَۃً اَفْضَلُ صَلٰوۃٍ وَ اَزْکٰی سَلَامٍ دَائِمَۃَ بَرَکَاتٍ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِ وَ اَزْوَاجِ وَ اَصْحَابِ کُلٍّ مِّنْھُمْ وَالتَّابِعِیْنَ اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا اور زیادہ کیا ہے۔ وَ عَلٰی سَیِّدِنَا الشَّیْخِ مُحْیِ الدِّیْنِ عَبْدِالْقَادِرِ الْمَکِیْنِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ فِی الْعَالَمِیْنَ وَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ عَدَدَ مَا فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ وَ مِلاءَ مَا فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ وَ زِنَۃَ مَا عَلِمَ اللّٰہُ وَ رَحِمْنَا اِلٰھُنَا بِحُرْمَتِھِمْ اَجْمَعِیْنَ وَاشْفِقْنَا وَ عَافِنَا مِنْ کُلِّ اٰفَۃٍ وَّ عَاھَۃٍ وَاعْفُ عَنَّا وَ عَامِلْنَا بِلُطْفِکَ الْجَمِیْلِ وَ لَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ اٰمِیْن ۔ اٰمِیْن ۔ اٰمِیْن

بعض صالحین سے روایت ہے کہ جو شخص اس درود شریف کو بالالتزام پڑھتا رہے وہ نجات پاتا ہے۔ ہر نازلہ بلا سے اور ہر حادثہ سے محفوظ رہتا ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو بعض مشائخ سے اس کی اجازت حاصل ہے۔

ایک آخری یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ شَفِیْعِنَا وَ مَلَاذِنَا وَ مَلْجَأِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَوْلَادِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ وَ اَشْیَاعِہٖ صَلٰوۃً نَاشِیَۃً مِّنْ مَعْدَنِ السِّرِّ الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ

وَلَا يَعْرِفُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَنْتَ اَوْ هُوَ وَبَارِكْ وَكَرِّمْ وَشَرِّفْ وَمَجِّدْ حَسْبَ قُرْبِهٖ
وَدَرَجَةِ عِنْدَكَ وَمِقْدَارِ اِدْرَاكِكَ وَمَحَبَّتِكَ لَهٗ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ
عَدَدَ كُلِّ عِلْمٍ عَلَّمْتَهٗ اِيَّاهُ وَكُلِّ فَضْلٍ خَصَصْتَهٗ بِهٖ وَكُلِّ نِعْمَةٍ اَنْعَمْتَهَا عَلَيْهِ
صَلٰوةً جَامِعَةً بِجَمِيْعِ الْمَرَاتِبِ وَشَامِلَةً لِكُلِّ الدَّرَجَاتِ وَعَامَّةً لِكُلِّ الْخَيْرَاتِ
مَا يُمْكِنُ اَنْ يُتَصَوَّرَ وَمَا يَتَصَوَّرُ وَمَا يَظْهَرُ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَظْهَرُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَنَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ وَخَلِيْلِكَ وَصَفِيِّكَ وَ
نَجِيِّكَ وَذَخِيْرَتِكَ وَخِيْرَتِكَ وَخَيْرِ خَلْقِكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَهٗ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَ
هَادِيًا لِلضَّالِّيْنَ وَشَفِيْعًا لِلْمُذْنِبِيْنَ وَدَلِيْلًا لِلْمُتَحَيِّرِيْنَ وَطَرِيْقًا لِلْعَارِفِيْنَ وَاِمَامًا
لِلْمُتَّقِيْنَ وَنُوْرًا لِلْمُسْتَبْصِرِيْنَ وَرَاحِمًا عَلَى الْمَسَاكِيْنِ وَبَشِيْرًا لِلْمُطِيْعِيْنَ وَنَذِيْرًا
لِلْعَاصِيْنَ وَرَؤُفًا وَّرَحِيْمًا بِالْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِىْ نَوَّرْتَ قَلْبَهٗ وَشَرَحْتَ صَدْرَهٗ وَ
رَفَعْتَ ذِكْرَهٗ وَعَظَّمْتَ قَدْرَهٗ وَاَعْلَيْتَ كَلِمَتَهٗ اَيَّدْتَ دِيْنَهٗ وَاٰتَيْتَ يَعِيْنَهٗ
وَرَحِمْتَ اُمَّتَهٗ وَعَمَّمْتَ بَرَكَتَهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ صَلٰوةً تَتَنَوَّرُ بِهَا الْقُلُوْبُ
وَتُغْفَرُ الذُّنُوْبُ وَتُسْتَرُ الْعُيُوْبُ وَتُكْشَفُ الْكُرُوْبُ وَتُفَرَّجُ الْهُمُوْمُ وَتُدْفَعُ الْبَلَاءُ
وَتَنَزَّلُ الشِّفَاءُ وَتُسَهَّلُ الْاُمُوْرُ وَتُشْرَحُ الصُّدُوْرُ وَتُوَسَّعُ الْقُبُوْرُ وَتُيَسَّرُ الْحِسَابُ
وَتُعْلَمُ الْكِتَابُ وَتُثْقَلُ الْمِيْزَانُ وَتَهَيَّ الْجِنَانُ وَتُعَدُّ اللِّقَاءُ وَمُتَمِّمُ النَّعْمَاءِ صَلٰوةً تُصْلِحُ ا
لْاَحْوَالَ وَتُفَرِّغُ الْبَالَ وَتَصْفِى الْوَقْتَ وَتُجَنِّبُ الْمَقْتَ صَلٰوةً تَعُمُّ بَرَكَاتُهَا وَتُحِيْطُ
كَرَامَاتُهَا وَيَتَشَيَّعُ اَنْوَارُهَا وَتَظْهَرُ اَسْرَارُهَا مُوْجِبَةً لِلسَّدَادِ وَبَاعِثَةً عَلَى الرَّشَادِ
وَمَانِعَةً عَنِ الضَّلَالِ وَدَافِعَةً لِلْاِخْتِلَالِ وَمُحَصِّلَةً لِلْكَمَالِ صَلٰوةً لَا تَدَعُ خَيْرًا مِّنْ
خَيْرَاتِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا حَصَّلَتْهَا وَلَا تَتْرُكُ كَمَالًا مِّنْ كَمَالَاتِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ
اِلَّا اَتَمَّتْهَا وَاَكْمَلَتْهَا صَلٰوةً دَائِمَةً مُّتَّصِلَةً بَاقِيَةً غَيْرَ مُنْقَطِعَةٍ وَاقِعَةً بِلِسَانِ الْحَالِ
وَالْقَالِ مُؤَدِّيَةً جَمِيْعَ الْحُقُوْقِ فِىْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ صَلٰوةً رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً كَامِلَةً تَامَّةً
مَيْمَنَةً مَقْبُوْلَةً مَشْمُوْلَةً جَلِيْلَةً جَزِيْلَةً نُوْرَ السُّرُوْرِ اِبْهَاءً ضِيَاءً سَنَاءً شِفَاءً
غِنَاءً عِلْمًا عَمَلًا حَالًا ذَوْقًا اَوَّلًا وَّاٰخِرًا ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا بِرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَجُوْدِكَ

وَ هِنَايَتِكَ وَ رِعَايَتِكَ وَ كِلَايَتِكَ وَ مَمَايَتِكَ يَا اِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ وَيَا خَيْرَ النَّاصِرِيْنَ وَيَا
اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَيَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَيَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ مِنْ اَزَلِ
الْاٰزَالِ اِلٰى اَبَدِ الْاٰبِدِيْنَ ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعَالَمِيْنَ ۔

یہ جلیل القدر کلمات درود شریف جن میں سے بعض زیارات حضرت سید الکائنات علیہ افضل الصلوات و تسلیمات بعض غرباء سے بعنوان تضرع و انکسار حاضری حضور فائض النور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بذریعہ جبرئیل انتشار پیش پڑھے گئے ہیں امید اس درگاہ پر امید حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سمع و رضا سے سنے گئے ہوں گے یہ اس فقیر کا غلبۂ حال اور غنائم سفر حج سے ہیں۔ وَالحمد للہ رب العالمین سبحان ربک رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین وَالحمد للہ رب العالمین۔

شمائل، خصائل و فضائل محمدیہ و سیرت النبی پر گرانقدر مجموعہ

نصرۃ الواعظین کامل

۱۵ تقریریں

مصنفہ و مرتبہ

شیر بیشۂ اہلسنت مولانا محمد حشمت علی قادری

حسب الارشاد

ابو المسعود الحاج صاحبزادہ پیر سید محمد حسن شاہ گیلانی قادری نوری مدظلہ

ناشر:

نوری کتب خانہ لاہور

علم تصوف کی بے مثل اور لازوال کتاب "کشف المحجوب" سے ماخوذ

سیرت الاولیاء

از افادات

ابوالحسن حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
المعروف داتا گنج بخش

ترتیب و تدوین

خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری نقشبندی

نوری کتب خانہ ۔ لاہور

مکمل ترجمہ

اُسوہ رسولؐ اور فقرِ محمدیؐ کا حسین و جمیل مرقع

شمائلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف

شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

پروفیسر سیّد ریاض حسین شاہ ایم۔اے

ناشر

نوری کتب خانہ لاہور

افادات

علامہ محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین

سید محمد ناصر عثمان شاہ گیلانی

ایم اے عربی ○ ایم اے اسلامیات

(تفسیر سُورہ فاتحہ)

از افادات

علامہ محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اور دیگر شعراء کا بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں نذرانۂ عقیدت

ترتیب

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

نوری کتب خانہ ○ لاہور